عنوانات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

میں اپنی اس حقیرسی کاوش کو اپنے اساتذہ نیز اپنے والدین ماجدین کے نام منسوب کرنا باعث سعادت سمجھتا ہوں جن کی آغوش تربیت میں اس نا کارہ نے پرورش پائی، اور جن کی دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالی نے دینی خدمت میں لگنے کی سعادت بخشی، اور جن کا سایہ عاطفت (میری والدہ) میرے لئے قیمتی سرمایہ ہے۔

کیا فائدہ فکر کم و بیش سے ہوگا
ہم کیا ہے جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا
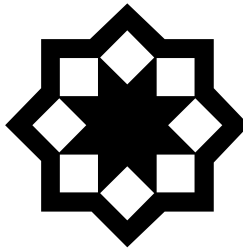
مجھ کو آئینہ دکھانا ہے دکھا دیتا ہوں

اسلامی تاریخ میں ''ملفوظات،، کی جمع و تدوین کا سب سے پہلا مبارک کام صحابۂ کرام رضوان اللہ اجمعین نے انجام دیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی ''الصادقه،، اور'' صحيفة ابو هريره ،، اور صحيفه سمرة بن جندب ،، اور تابعین عظام کے ذریعہ ''صحيفئه عبد الرحمن بن هرمز ،، اور ''صحیفئہ ہمام بن منبہ،، اور محدثین کی جمع کردہ ''کتب احادیث،، اسی مبارک سلسلہ کی چند کڑیاں ہیں، جن کے علمی احسانات کا بدلہ چکانے سے پوری امت قیامت تک قاصر رہے گی۔

جناب رسول اللہ کی قولی احادیث اور صحابۂ کرام کے آثار در اصل ''ملفوظات،، ہیں جو شریعت کے تمام احکام ومسائل کے مآخذ ومصادر ہیں جن سے رہتی دنیا تک افادہ اور استفادہ کا سلسلہ جاری وساری رہے گا۔

بعد کے زمانوں میں بزرگانِ دین اور اسلاف کے اقوال ومواعظ کو جن کتابوں کی زینت بنایا گیا ان کے علمی احسانات سے پوری ملتِ اسلامیہ کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ حضرت نظام الدین اولیاء کے ملفوظات ''فوائد الفواد،، اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی ''ملفوظاتِ حكيم الامت ،، اور مجالسِ حكيم الاسلام وغیرہ شریعتِ مطہرہ کے اسرار ورموز اور علم وحکمت کے وہ بحرِ ذخار ہیں جن کی غواصی کرنے والے صبح ابد تک گوہرِ آبدار نکالتے رہیں گے۔

حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مارویا زید مجدھم بڑے خوش نصیب ہیں کہ ان کو اسی سلسلۃ الذہب میں شامل ہونے کی سعادت منجانب اللہ عطا ہوئی ہے، مولانا

موصوف نے جس سلیقے اور خوش اسلوبی سے ''**ملفوظاتِ خطیب الامت**،، کو جمع کیا ہے وہ حد درجہ لائقِ تحسین اور قابلِ قدر ہے، انہوں نے حروفِ تہجی کی ترتیب سے تمام ملفوظات کے عنوانات قائم کرکے اس مبارک کام میں ایک جدت بھی پیدا کی ہے اور بعد والوں کے لئے ایک گائڈ لائن بھی فراہم کردی ہے۔

مولانا موصوف نے اس سے پہلے ''**مجالسِ خطیب الامت**،، اور ''منتخب **تقاریر** ،، کے نام سے دو جلدیں انتہائی خوبصورت اور دلکش انداز میں شائع کی ہیں جو اہلِ علم وعرفان کے لئے سرمۂ بصیرت ہیں، میں اس حقیقت کے اظہار میں خجالت سے کام نہیں لے سکتا کہ ان کتابوں کے ذریعہ پہلی مرتبہ مولانا کی علمی شخصیت آفتاب و ماہتاب بن کر جلوہ افروز ہوئی ہے، اور ان کی علمی ز رف نگاہیں اور تحقیقی اور تقریری صلاحیت کے پردے سے ایک قدآور علمی پیکر ابھر کر سامنے آیا ہے مجھے امید ہی نہیں یقین ہے کہ اہلِ علم ان کتابوں کو پڑھ کر انہیں داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے مجھے حیرت ہے کہ مولانا محترم اسٹامفورڈ ہل لندن کی ''مسجد قبا،، کی امامت وخطابت اور اپنی تعلیمی مصروفیات بلکہ اس سے آگے بڑھ کر لندن کی تفریحی لوازمات کے درمیان اپنا وقت کس طرح فارغ کرکے اس مبارک کام کو انجام دینے کے لائق ہوسکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ توفیقِ خداوندی کی خصوصی دست گیری نے انہیں یہ سعادت بخشی ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

میں خلوصِ دل سے دست بدعا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ مولانا موصوف کی اس کاوش کو قبولیت وپذیرائی بخشے اور عوام وخواص کے حلقوں میں اس کا نفع عام اور تام فرمائے۔

خاکِ پائے اسلاف عالی

(حضرت مولانا) محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی صاحب (دامت برکاتہم العالیہ)

خادم احادیث نبویہ مدرسہ امداد الاسلام

صدر بازار میرٹھ، یوپی، انڈیا

۱۰ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ نزیل مدینہ مسجد، کلیپٹن، لندن

عرضِ مؤلف

ملفوظات اولیائے کرام کے ان ارشادات اور فرامین کو کہا جاتا ہے جن کو وہ اپنے علوم و معارفِ وھبیہ اور تجربات و مشاہدات کی روشنی میں امت کے سامنے پیش کرتے ہیں، جن کے ضبط و ترتیب کا کام شروع سے لیکر آج تک چلا آ رہا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے ملفوظات و ارشادات جو مرتب ہو کر آج ہمارے سامنے موجود ہیں جن کو اصطلاح میں سنت اور حدیث کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ان کو جمع کرنے اور ترتیب کا یہ عظیم الشان کام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ اجمعین نے بڑے اہتمام سے انجام دیا جو قرآن پاک کی عملی تفسیر کے ساتھ ساتھ شریعت کے ادلۂ اربعہ میں سے دوسری دلیل اور اصول بھی ہے۔اسی طرح صحابۂ کرام ،تابعین، تبع تابعین اور بزرگان دین کے ارشادات کو جمع کرنے اور پھر ترتیب کا کام نسلاً بعد نسل ہوتا رہا۔

ملفوظات کی افادیت کے سلسلہ میں حضرت خطیب الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: انسان کو کسی صالح کی صحبت کسی بزرگ کی صحبت اختیار کرنی چاہئے اور کسی مجبوری سے نہ کر سکے تو ان کے ملفوظات کو ان کی صحبت کا بدل قرار دیا گیا ہے کہ اہل اللہ کے ملفوظات دیکھے، ارشادات دیکھے، تو اس سے بڑا نفع ہوتا ہے، بعض دفعہ ایک ہی جملہ سے دل کی کایا پلٹ جاتی ہے، زندگی بدل جاتی ہے کوئی وقت ہوتا ہے ایسا کہ جس میں ایک جملہ زندگی کا حال بدل دیتا ہے، فضیل ابن عیاض رحمہ اللہ بہت بڑے ڈاکو تھے، مگر جس زمانے میں ڈاکا ڈالتے تھے اس زمانہ میں بھی تکبیرِ اولی فوت نہیں ہوتی تھی ، یہ عجیب کیفیت ہے، بلکہ یہی تکبیرِ اولی انہیں ادھر لے آیا، کسی جگہ ڈاکا ڈالنے گئے وہاں کوئی آدمی قرآنِ کریم پڑھ رہا تھا اور یہ آیت پڑھ رہا تھا ’’الم یان للذین آمنوا ان تخشع

قلوبھم لذکر اللہ ،،کیا اہلِ ایمان کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ تعالی کے ذکر سے نرم ہوجائے خدا تعالی کی طرف متوجہ ہو، اثر لے، بس ہدایت کا وقت تھا کان میں آواز پڑی فرمایا کہ ’’قد حان،،آچکا وقت اور اس کے بعد توبہ کی تو ایسے ہوئے کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے لوگ ان سے دعائے کراتے تھے، مستجاب الدعوات تھے، عبّاد اور زہّاد جو ہے ان کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور ان سے دعائے کرواتے تھے۔

اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ ایک جگہ لکھتے ہیں اللہ تعالی جب اپنے کسی بندے سے خدمت دین یا اصلاح خلق کا کام لیتے ہیں تو اس کے قلب پر ایسی حکیمانہ باتیں وارد فرماتے ہیں جو دلوں پر اثر انداز ہونے کی خاص صلاحیت رکھتی ہیں یہ حکیمانہ باتیں بعض اوقات مختصر جملوں، آسان ہدایات اور سادہ چٹکلوں کی حیثیت رکھتی ہیں لیکن کبھی کبھی ان سے سننے یا پڑھنے والے کے دل میں انقلاب برپا ہوجاتا ہے اسکی سوچ کی سمت بدل جاتی ہے اور اسکے طرز زندگی کی کایا پلٹ ہوجاتی ہے بکثرت ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی شخص کے دل میں جو اشکال عرصہ دراز سے کانٹے کی طرح چبھ رہا ہوتا ہے یک بیک دور ہوجاتا ہے اور اسے اطمینان وانشراح کی دولت میسر آجاتی ہے

طے شود جادۂ صد سالہ بہ آہے گاہے

اسی لئے بزرگوں کی صحبت کو صد سالہ طاعت بے ریا سے بھی بہتر قرار دیا گیا ہے اور اگر ان کی براہ راست صحبت میسر نہ ہو تو ان کے اقوال بھی بعض اوقات صحبت کا کام کرجاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین کے اقوال اور ملفوظات کو محفوظ رکھنے کا اہتمام ہر دور میں کیا گیا ہے تا کہ وہ آنے والی نسلوں کو بھی ہدایت کی روشنی فراہم کرتے رہیں۔(ارشاداتِ اکابر ص۴)

ملفوظات خطیب الامت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے یہ ملفوظات حضرت خطیب الامتؒ کے مطبوعہ مواعظ حسنہ ''بنام فیض ابرار،، نیز ''سبق آموز بیانات،، اسی طرح ''مجالس خطیب الامت،، اور ''لطائف سورۂ یوسف،، کے بیش بہا جواہرات سے اختصاراً ماخوذ ہے، نیز اس میں وہ ارشادات بھی ہیں جو مذکورۂ بالا کتب میں نہیں ہے، احقر نے اس کو حضرت کے شاگرد یا حضرت کے متعلقین سے سنا ہے۔

ملفوظات خطیب الامت کیا ہے؟ اس میں حدیث ہے، فقہ ہے، تصوف ہے، سوز و گداز ہے، تربیت و اصلاح ہے، تذکیر و موعظت ہے، علمی نکات ہیں، عارفانہ نکتہ پنہاں ہیں۔

اسکے عنوانات احقر نے قائم کئے ہیں جو بلا شبہ ریشم میں ٹاٹ کے پیوند کے مترادف ہیں لیکن چونکہ قارئین کی سہولت اور افادے کے لئے لگائے ہیں اس لئے امید ہے کہ بندہ معذور شمار ہوگا۔

اور دوسرا ایک کام اس میں میں نے یہ کیا ہے کہ ملفوظات کو حروفِ تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا ہے جس کا فائدہ یہ ہے کہ مطلوبہ معلومات فوراً اور بڑی آسانی سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

اسی طرح اسکی کمپوزنگ و ترتیب کا کام بھی احقر نے خود انجام دیا ہے اور اس سلسلہ میں میری حیثیت طفل مکتب کی ہے لہذا قارئین سے یہ گذارش ہے کہ ملفوظات خطیب الامت کی کتابت میں کوئی غلطی سامنے آجائے تو اس کو سہو اور خطا پر محمول فرمائیں۔

اخیر میں میں حضرت مولانا منور صاحب سورتی دامت برکاتہم العالیہ کا تہ دل سے شکر گذار ہوں کہ انہوں نے اپنا قیمتی وقت فارغ کر کے اس پر نظر ثانی فرمائی اور اپنے

مفید مشورہ سے نوازا، اسی طرح میں ہمارے سلیمان بھائی (بنگلہ دیش والے) کا بھی ممنون ومشکور ہوں کہ انہوں نے ہمیشہ کی طرح کتاب کو منظر عام پر لانے کے لئے میری مالی مدد فرمائی۔

آخر میں بندہ دست بدعا ہے کہ اللہ تعالی اس مجموعہ سے اولاً خود مرتب کو ثانیاً قارئین کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائیں، اور اس کاوش کو قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائیں۔

محتاجِ دعا

عبدالسلام ابراھیم ماروِیالا جپوری غفرلہ

(حال مقیم، لندن)

خادم مسجدِ قبا، اسٹامفورڈ ہل، لندن

۱۵ جمادی الاولی ۱۴۳۳ھ مطابق ۷ اپریل ۲۰۱۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ بھی عجیب اسم ہے

فرمایا کہ: لفظِ اللہ بھی عجیب اسم ہے، اگر اس کا اول اور آخر کا حرف لے لیں تو ''آہ'' بنتا ہے، معلوم ہوا کہ اس نام کو لینے میں درد ہونا چاہیے، اس کا اول اور آخر کیا ہے ''الف'' اور ''ہ''، اور وہ ''آہ'' بنتا ہے، اور یہ ''آہ'' بھی دکھاوے کی نہیں ہونی چاہیے کیوں کہ بیچ میں ''للہ'' ہے، معلوم ہوا کہ اس کا شور بھی اللہ تعالی ہی کے لیے ہو، شو کے لیے نہ ہو، اگر چہ صوفیاء لکھتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی ذکر اللہ دکھلاوے کے لیے کرتا ہو تب بھی اس کو حقیر نہ جانو۔

ایمان کا ہیرا سب سے زیادہ قیمتی ہے

فرمایا کہ: حضرت مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ایمان کا ہیرا اتنا قیمتی ہیرا ہے کہ آسمان وزمین اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے، اگر کوئی ہیرا کیچڑ میں اور نالی میں گر جائے تو وہ تو اس کا مستحق ہے کہ اس کو اٹھایا جائے اور کیچڑ اور نجاست سے دھو کر اس کو کام میں لایا جائے، ہیرا بہر حال ہیرا ہے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے، تو اگر کوئی مسلمان اور کوئی اللہ کا بندہ گناہ میں مبتلا ہے تو بجائے اس کو حقیر اور ذلیل سمجھنے کے پیار وشفقت کا معاملہ ہونا چاہئے کہ وہ بھی گناہ کی نجاست اور کیچڑ کو دور کرے اور کسی طریقہ سے صلاح پر آجائے۔

انسان کا مدار صفات پر ہے

فرمایا کہ: مکہ شریف میں ایک بلڈنگ میں ایک مرتبہ خواص کا جوڑ تھا اس میں ان لوگوں نے بندے کی بات رکھی، حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحب رحمہ اللہ بھی آئے ہوئے تھے پرانے لگے ہوئے، تو بات چل رہی تھی کہ درحقیقت انسان کا مدار صفات پر ہے، اگر صفاتِ حسنہ پیدا ہو تو قابلِ تعریف اور بری صفات ہو تو اس صورت

میں آدمی قابلِ مذمت ہوتا ہے، آدمی کی ذات پر دار و مدار نہیں ہے، میں نے کہا کہ گناہ کی شکل میں آدمی کو حقیر سمجھنے کی گنجائش نہیں ہے، وہ پرانے آدمی تھے لیکن انہوں نے یہ اشکال کیا کہ پھر ''**بغض فی اللہ**'' کا کیا مطلب ہے؟ یعنی کسی شخص سے عداوت اور اس کو مبغوض سمجھنا خدا کی نسبت پر، میں نے ذکر کیا کہ ''**بغض فی اللہ**'' کا مدار بھی صفات ہی پر ہے، پھر میں نے اس کی ایک مثال دی کہ مثلاً ایک مسلمان ہے اور وہ شرابی ہے، یا بدکار ہے، زانی ہے، اس کی لائف بالکل رف ہے، اور ظاہر بات ہے کہ ان افعال کی وجہ سے آدمی کو ناگواری ہوتی ہے، اور ان کاموں کو آدمی برا سمجھتا ہے، اور دلیل میں میں نے یہ بات پیش کی کہ وہی آدمی اگر توبہ کرلے اللہ تعالی کے آگے گڑگڑا کر اپنے گناہ معاف کرالے اور اپنی زندگی کو درست کرلے تو اب اس سے بغض اور ناراضگی رکھنے کی گنجائش نہیں ہے، اور ذات تو اس کی جو پہلے تھی وہ اب بھی ہے، صرف صفات میں تبدیلی پیدا ہوئی ہے، تو دار و مدار صفات پر ہے۔

انسان دنیا سے ایمان کے ساتھ رخصت ہوجائے اس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں ہے

فرمایا کہ: مولانا شاہ یعقوب ننھے میاں صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب مجھے یہ خبر ملتی ہے کہ کوئی آدمی کلمہ پڑھکر دنیا سے رخصت ہوا ہے تو مجھے اتنی خوشی ہوتی ہے کہ مبارک بادی دینے کو جی چاہتا ہے، اور اس کے گھر والوں کو مٹھائی اور تحفہ بھیجنے کو جی چاہتا ہے بطورِ تبریک اور مبارک بادی کے، اس لئے کہ یہ اتنی بڑی سعادت ہے کہ اسکے برابر کوئی سعادت نہیں ہے کہ انسان دنیا سے کلمہ پڑھکر رخصت ہوجائے۔

اسلام اپنے اندر حقانیت لئے ہوئے ہے

فرمایا کہ: اسلام اپنے اندر حقانیت لیے ہوئے ہے مگر بدقسمتی اور افسوس کی بات

ہے کہ مسلمانوں کا ہی عمل اس پر پورا نہیں ہے۔ آج مسلمانوں کا حال ویسا ہی ہے کہ ’’مسلمانان در گور، ومُسلمانی در کُتُب‘‘ اور یہی ہمارے لیے سب سے بڑا المیہ ہے۔

اخلاص بڑی چیز ہے

فرمایا کہ: ایک مرتبہ ایک جماعت کسی شہر میں پہنچی تو تشکیل کی کوئی شکل نہیں ہوتی تھی لوگ تیار نہیں ہوتے تھے، بات نہ جمتی تھی، نہ بنتی تھی، نہ ذہن میں لوگوں کے آتی تھی، بالآخر انہوں نے یہ طے کیا کہ چار آدمی بستی کے چار کونوں میں پہنچ جائیں اور رات کو اٹھ کر گڑگڑا کر دعا کریں کہ پروردگار عالم! قلوب آپ کے اختیار میں ہیں ہماری تو کوئی حیثیت نہیں ہے، ہمارا کام تو بس یہ ہے کہ ہم سعی وکوشش کریں، نتیجہ مرتب کرنا آپ کا کام ہے، چاروں نے دعا کی اور صبح حق تعالیٰ نے اہلِ بستی کے دل میں تبدیلی پیدا کی اور ان کو اس کام سے ایک گونہ مناسبت پیدا ہوئی، تو درحقیقت اخلاص بڑی چیز ہے۔

ایسی عبادت سے توبہ کیجئے

فرمایا کہ: امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ رات میں کوئی تہجد پڑھے اور صبح اگر وہ اس کا خواہشمند ہو کہ لوگ میرا اکرام کرے تو وہ اپنے تہجد کا بدلہ چاہتا ہیں، اس سے توبہ کیجئے، استغفار کیجئے، کیسی عجیب بات ہے۔

ان الذین آمنوا کا ایک خاص مرض

فرمایا کہ: بڑے افسوس کی بات ہے کہ حسد کی بیماری ان الذین آمنوا میں بہت زیادہ ہے، مسلمانوں میں بہت زیادہ ہے، ہم نے ہندوستان میں بھی دیکھا اور ہندوستان کے باہر بھی دیکھا کہ اپنا کوئی بھائی خوشحال ہو اور پیٹ میں جلن شروع ہو جاتی ہے، حالانکہ ایک مسلمان اگر خوشحال ہو اسکی پوزیشن اور کنڈیشن اچھی ہو تو مسلمان کو خوش ہونا چاہئے، مگر یہ حسد کی بیماری اور بلا ایسی لگی ہوئی ہے کہ بس جسے دیکھئے وہ اس میں

مبتلا ہے، چھوٹا ہو، بڑا ہو، عالم ہو، غیر عالم ہو، نیک ہو، بد ہو، کسی میں کم، کسی میں زیادہ، باقی ایک عام بیماری ہے۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

سبھی اس مرض میں گرفتار ہیں اس لئے اس سے بچنے کا خاص اہتمام ہونا چاہئے۔

علامہ اقبالؒ کی ایک عجیب وغریب دعا

فرمایا کہ: علامہ اقبالؒ نے ایک شعر میں بڑی اچھی بات کہی کہ اے اللہ! ہم سے تعلق ہے نبی کریم ﷺ کو اور ظاہر بات ہے کہ جس بڑے کو اپنے چھوٹے سے اور چھوٹے کو اپنے بڑے سے لگاؤ ہو تو اگر چھوٹے پر کوئی حال آجائے، کوئی مصیبت آجائے، تو بڑے کے لئے بھی تکلیف دہ بات ہے اور چھوٹے کے لئے بھی شرمندگی کی بات ہے مثلاً کوئی بچہ ہے اس نے کوئی جرم کیا اب ظاہر بات ہے کہ اسے سزا ہوگی تو اس کے لئے شرمندگی کی بات ہے اور بڑے کو بھی تکلیف ہوگی، تو وہ فرماتے ہے کہ اے اللہ! قیامت میں ہمارا حساب اگر آپ لے اور عتاب ہوگا تو نبی کریم ﷺ سے پردہ فرما کر حساب لے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور ﷺ کو ہم سے تکلیف ہو اور ہمیں ان سے شرمندگی ہو جائے، فرماتے ہیں ؂

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
گر تو می بینی حسابم ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

بڑا عجیب وغریب مضمون ہے۔

اللہ تعالیٰ کی جس صفت سے فائدہ اٹھانا ہے اس کی نفی کرتے چلے جاؤ

فرمایا کہ: تفسیرِ مظہری میں ایک بہت اچھا نکتہ لکھا ہے کہ جب فرشتوں نے یہ کہا کہ "سُبْحٰنَکَ لاَ عِلْمَ لَنَا، یعنی جب اعتراف کیا تو اللہ میاں نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ" أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَآئِهِم،، معلوم ہوا کہ اب جو جان رہے ہیں وہ" لا علم لنا " کے نتیجہ میں ہے، تو نتیجہ یہ نکلا کہ جب ہم یہ کہیں گے کہ ہم نہیں جانتے تو اللہ میاں علم کھولیں گے۔ اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک فقیر جب کسی بڑے در پر مانگنے کے لیے جاتا ہے تو جو حصہ اس کے کشکول کا بھرا ہوا ہوتا ہے وہ پیش نہیں کرتا ہے، اگر وہ بھرا ہوا کشکول پیش کرتا ہے تو ظاہر ہے اس میں کون ڈالے گا، معلوم ہوا مانگنے کے لیے خالی ہونا ضروری ہے، اس لیے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جس صفت سے فائدہ اٹھانا ہے اس سے اپنی نفی کردو، اگر خدا تعالیٰ کے علم سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو یوں کہو ہمارے پاس کچھ بھی علم نہیں اور پھر کوشش کرو علم کے لیے، تو خدا تعالیٰ کی طرف سے علم کا فیضان ہوگا، اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کی قدرتوں سے فائدہ اٹھانا ہے تو اپنا عجز ظاہر کرو اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا مظہر بن جاؤ گے، تو اللہ تعالیٰ کی جس صفت سے فائدہ اٹھانا ہے اس کی نفی کرتے چلے جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سکون کا ذریعہ ہے

فرمایا کہ: سٹالین کے بارے میں ہے کہ وہ موت سے پہلے کہتا تھا "اللـــه،، "اللـــه،، تو کسی نے کہا کہ تم تو اللہ کو مانتے نہیں، پھر کیوں اس کا نام لیتے ہو؟ تو کہا مانتا اب بھی نہیں ہوں، مگر مجھے اس نام کے لینے سے سکون ملتا ہے۔

انکساری

فرمایا کہ: عبدیت اور انکساری بڑی چیز ہے انکساری تو آپ لوگ جانتے ہیں نا

انکم ساری تو سبھی جانتے ہوں گے، تو ایک تو ہے انکم ساری کہ آمدنی اچھی ہو، اور ایک ہے انکساری کہ اپنے کو جھکانا مٹانا اور یہی اصل چیز ہے۔

آخرت کا کام مقدم ہے دنیا کا کام مؤخر ہے

فرمایا کہ: آج کل لوگوں نے زندگی کا موضوع ہی کھانے پینے کو بنا لیا ہے، حالانکہ کھانا ضروریات میں سے ضرور ہے، مگر مقاصدِ زندگی میں سے نہیں ہے، اس کا درجہ بعد میں ہے، اسی لئے بچہ پیدا ہوتا ہے تو پہلے اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جاتی ہے یہ آخرت والا عمل ہے، اور اس کے بعد کسی بزرگ سے چھوہارا وغیرہ چبا کر اس کے تالو میں لگاتے ہیں جس کو تحنیک کہتے ہیں اور یاد رہے یہ چھوہارا بھی کسی اللہ والے سے چبوانا ہے نہ کہ کسی ایکٹر سے تو اس میں دین ہے اگرچہ دنیا بھی ہے تو یہ کھانا دنیا والا عمل ہے، اب آپ دیکھئے کہ اذان و اقامت کو مقدم کیا پہلے کیا اور یہ مسئلہ بعد میں، معلوم ہوا کہ آخرت کا کام مقدم ہے اور دنیا کا کام مؤخر ہے۔ تو روزی کا مسئلہ جو ہے اِس کام کے بعد اختیار کیا جائے، بنیادی چیز یہ ہے کہ آخرت مقدم ہونا چاہئے، تو حق تعالیٰ شانہ مدد فرمائیں گے، ویسے اسباب کے درجہ میں آدمی قدم بھی اٹھائے۔

استنجاء اور وضو پوری احتیاط سے کریں

فرمایا کہ: بہت سے لوگ جو ہیں استنجے میں بڑی بے احتیاطی برتتے ہیں، استنجے سے ایسے واپس لوٹتے ہیں جیسے لمحوں میں کام ہو گیا ہو، اعضاء ان کے ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے اسٹیل کے ہوں، حالانکہ اب ضعف کا زمانہ ہے، چائے کا زمانہ، کافی کا زمانہ، پیپسی کا زمانہ، ویجی ٹیبل کا زمانہ، گڑبڑی جو ہے چلتی رہتی ہے اس میں، ڈالڈا کا زمانہ آرٹیفیشل چیزوں کا زمانہ قویٰ چونکہ کمزور ہو چکے ہیں لہذا بڑی احتیاط کی ضرورت ہے،

میں بہت سے لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ ان کا وضو صحیح نہیں ہوتا، بعض دفعہ پانی گرم ہوتا ہے تو ہاتھ ایسے بڑھایا نہ پاؤں دھونے کی تکلیف کرتے ہیں نہ ہاتھ ملتے ہیں، نہ خلال کی تکلیف اور ایک لمحہ میں بھیگا نہ بھیگا اور بھاگے، سمجھ میں نہیں آتا کہ جب نماز پڑھنی ہے تو اتنی غفلت کیسے؟ حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے صحابہ کو دیکھا کہ عجلت میں وضو کیا، صحابہ کی ایڑیاں خشک رہ گئی، تو آپ ﷺ نے پکار کر فرمایا کہ "ویل للاعقاب من النار" جن کی ایڑیاں خشک ہیں ان کو جہنم کی آگ لگے گی، اور ان کیلئے ہلاکت کی بات ہے، تو اہتمام سے پیر دھونا چاہئے، اور میں تو کہا کرتا ہوں کہ مؤمن سے پوری زندگی منہ دھلوایا جاتا ہے اور پوری زندگی منہ دھوکر بھی اگر خدا کو منہ دکھانے کے قابل بن جائے تو کام بن جائے گا۔

ابلیس نے کہا اب مجھے آرام کا موقعہ مل جاتا ہے

فرمایا کہ: کسی نے ابلیس کو دیکھا کہ وہ سویا ہوا ہے اور سر پہ ہاتھ رکھ کر لیٹا ہے آرام سے بالکل، کسی نے کہا تم اور آرام، تم نے تو بنی آدم کو گمراہ کرنے کا کانٹراک لیا ہے اور پھر تمہارے لئے آرام کا کیا سوال؟ اس نے کہا بلاشبہ میں نے یہ عہد کیا ہے کہ میں بنی آدم کو گمراہ کروں گا، مگر اب میرے چیلے اور شاگرد کافی پیدا ہو گئے ہیں، میں نے محنت کی اس محنت کے نتیجہ میں شاگردوں کی اور چیلوں کی کثرت ہے، تو اب مجھے آرام کا موقعہ مل جاتا ہے۔ پوچھا تمہارے چیلے کون؟ کہا جتنے سینما کے ایکٹرس ہیں وہ ہمارے چیلے ہیں اور اخلاق کو خراب کرنے والی ناول لکھنے والے وہ ہمارے چیلے ہیں، فحش اور عریانیت کا درس دینے والے وہ ہمارے چیلے ہیں، خیر سے ہٹا کر بدی کی طرف لے جانے والے وہ سب ہمارے مرید و شاگرد ہیں، تو میں نے محنت کی اسلئے کافی بڑا میرا حلقہ ہے، جو علاقوں میں اور ملکوں میں محنت کر رہا ہے اس وجہ سے اب مجھ کو کچھ سکون و

راحت ملی، ورنہ ہم کو تو ہر وقت مصروف رہنا پڑتا تھا، تو شیاطین کے بھی بہت چیلے ہیں۔

آج ان کے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں

فرمایا کہ: ہمارے والد بزرگوار جب ہم گھر سے باہر نکلتے تھے اور آنگن میں کھیلتے تب تو جان بخشی ہوتی، اور اگر آنگن سے باہر چلے گئے تو وہ زور سے پکارتے تھے، اس وقت ہم لوگوں کو بڑا غصہ آتا تھا کہ یہ بڑے میاں مرجائیں تو اچھا ہو، کیونکہ ہم تو چھوٹے تھے، تو بہت غصہ آتا تھا، سمجھ ہی کیا تھی اس وقت، لیکن آج ان کے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں، اور ان کی قبر میں ان کی روح کو خوشی ہوتی ہوگی، وہ یہ کہتے تھے کہ گھر سے باہر کے ماحول کی کوئی گارنٹی نہیں کہ بچہ گالی سیکھ کر آئے، بے ادبی سیکھکر آئے، کوئی بری عادت سیکھ کر آئے، کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم

فرمایا کہ :ایک موقعہ پر نبیٔ کریم ﷺ معتکف تھے اور ان کی زوجۂ محترمہ تشریف لائی تھیں آپ ﷺ سے ملنے کی غرض سے، ظاہر ہے اعتکاف کی حالت میں صحبت اور اس کے مقدمات نہیں کئے جائیں گے، یہ ملنا وہ تھا کہ کسی ضرورت سے آئی تھیں، جب وہ جانے لگیں تو حضور ﷺ دروازے پر تھے اور وہ بھی تھیں اندر، اتنے میں وہاں سے دو شخصوں کا گذر ہوا انہوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ ایک عورت سے گفتگو میں مشغول ہیں تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ”علیٰ رِسلِکمآ“ ٹھہر جاؤ تم، وہ ٹھہر گئے اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ابھی اپنی فلاں بیوی سے گفتگو کر رہا تھا، انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! بھلا آپ کے بارے میں ہمیں کوئی خیال پیدا ہو، تو اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا ”ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم“ کہ شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے، اگر تمہارے دل میں میرے باب

میں کوئی وسوسہ پیدا ہو جائے کوئی خیال پیدا ہو جائے، تو نبی کے باب میں بدگمانی تو ایمان ہی کو لے ڈوبنے والی ہے اور ختم کر دینے والی ہے، تو شیطان انسان کا دشمن ہے۔

اجنبی مرد و عورت تنہائی میں جمع نہ ہو

فرمایا کہ: کتابوں میں ابلیس کا قول لکھا ہے کہ جب بھی کہیں تنہائی میں کوئی مرد اور عورت جمع ہوتے ہیں تو ابلیس یہ کہتا ہے کہ میں تیسرا ہوتا ہوں، اسی لئے حدیث شریف میں نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی اجنبی مرد اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں جمع نہ ہوں، بلکہ آپ کو تعجب ہوگا، ''اغاثة اللهفان'' میں حافظ شمس الدین ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جب ایسی شکل ہوتی ہے کہ ایک اجنبی مرد اور ایک اجنبی عورت تنہائی میں جمع ہو تو شیطان ادھر بھی وسوسہ پیدا کرتا ہے اور ادھر بھی وسوسہ پیدا کرتا ہے حتیٰ کہ شیطان کی ذریت میں بعض یہ کام بھی انجام دیتے ہیں کہ مرد کے عضوِ مخصوص اور شرمگاہ میں پھونک مارتے ہیں تا کہ اس میں ایک قسم کی گُدگُدی پیدا ہو اور شہوت ابھرے اور کسی طریقہ سے زنا میں مبتلا ہو جائے، تو ہر ممکن کوشش ہوتی ہے معصیت میں مبتلا کرنے کی۔

ابلیس کی اذان کی آواز سن کر بھاگنے کی وجہ

فرمایا کہ: حدیث شریف میں ہے کہ ابلیس جب اللہ اکبر کی آواز سنتا ہے تو وہ بھاگتا ہے اور بھاگتا بھی کیسے ہے؟ ریح خارج کرتے ہوئے، ہوا چھوڑتے ہوئے، اور اس کے بھی گویا دوم منشاء ہیں، ایک وجہ تو یہ لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت سے اس کی ریح خارج ہو جاتی ہے، ہوا نکل جاتی ہے اس کی، اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ وہ اتنا بدنیت ہے اور اتنا خبیث طینت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ زور سے ریح خارج کی جائے تو اس آواز میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی آواز سننے میں نہ آئے، جیسے آپ نے دیکھا ہوگا ہندوستان میں کہ شہروں میں لوگ سنیما دیکھ کر آتے ہیں اور گلیوں سے گذرتے ہیں ان کو جب ڈر

لگتا ہے تو وہ کچھ گنگناتے ہوئے اور کچھ پڑھتے ہوئے چلتے ہیں، چونکہ پڑھنے میں اور گنگنانے میں خود کا ذہن خود کی آواز کی طرف متوجہ ہے، اور خاموش رہے اور جہاں کہیں کوئی آواز آئی تو فوراً ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے، تو یہ ایک فطرت ہوتی ہے آدمی کی کہ وہ خود کو مشغول کرنا چاہتا ہے، تو وہ ابلیس جو ہے وہ چاہتا ہے کہ گویا کسی طریقہ سے اللہ تعالی کے نام کی بڑائی نہ سنوں، اور مجھے شہادت دینا نہ پڑے، اس لئے کہ حدیث شریف میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے تو درخت، پتھر، لکڑ، ہر شئی قیامت کے میدان میں اس مؤذن کے حق میں گواہ بنیں گی اور گواہی دے گی کہ اس نے آپ کی عظمت کا آوازہ بلند کیا تھا، اور آپ کی وحدانیت کی شہادت دی تھی، تو نبی کریم ﷺ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شئی گواہی دے گی، ممکن ہے گواہی سے بچنے کیلئے ایسا کرتا ہو، یا ممکن ہے عظمتِ الٰہی کے تاثر کی وجہ سے ایسا کرتا ہو، اور بہت ممکن ہے کہ وہ کان اس آواز کو سننے ہی نہ پائے، یہ سارے احتمالات ہیں، اور محدثین نے اس کی طرف کتبِ حدیث میں تفسیر کرتے ہوئے اشارات کئے ہیں۔

ابلیس کے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے بھاگنے کی وجہ

فرمایا کہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں ہے کہ وہ جس گلی سے گذرتے ہیں ابلیس اس گلی سے نہیں گذرتا، یہ بات حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں نہیں فرمائی گئی، حالانکہ رتبہ اور درجہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کا بڑا ہے، اور اسی طریقہ سے حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ جب اذان دی جاتی ہے تو شیطان بھاگتا ہے اور تقریباً روحہ مقام تک جو مدینہ سے چھتیس (۳۶) میل دور ہے اتنی دور تک وہ بھاگتا ہے اور اس کے بعد پھر لوٹ آتا ہے، کب؟ جب نماز شروع ہوتی ہے، اور نمازی کو بہکاتا ہے اور کہتا ہے کہ ''اُذکر کذا، اذکر کذا، فلاں فلاں شئی

یاد کرو، تو ہر بھولی بسری چیز کو یاد دلاتا ہے، اور بہت سی چیزیں یاد آ بھی جاتی ہے، اسی لئے مثل مشہور ہے کہ جو بات یاد نہ آتی ہو یا تو بیت الخلاء میں یاد آئے گی، یا نماز میں یاد آئے گی، تو بیت الخلاء میں گندی جگہ ہونے کی وجہ سے شیطان سے مناسبت ہے، اور یہ اعلیٰ حالت ہے تو اس سے بہکانے کی وجہ سے شیطان کی سعی ہوتی ہے اور کوشش ہوتی ہے کہ وہ ہٹانا چاہتا ہے، مگر سوال یہ ہے کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا درجہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ سے بڑھ کر ہے؟ اور یہ موٹی سی بات ہے کہ ان سے بڑھ کر نہیں ہے، اسی طرح اذان کا درجہ نماز سے بڑھ کر نہیں ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے بھاگتا ہے، اذان سے بھاگتا ہے، اور نماز جب شروع ہوتی ہے تو اس وقت جو ہے وہ آ کر بہکاتا ہے، اس کا جواب بعض کتبِ تفاسیر میں میری نظر سے گذرا تھا عرصہ پہلے، حاصل اس جواب کا یہی ہے کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کسی شہر میں کچھ گنڈے رہتے ہو، اوباش، بدمعاش دادا قسم کے لوگ جن کا کام ڈکیٹی، چوری، اٹھا پٹک، مار پیٹ، اور غلط قسم کے کام انجام دینا ہے اور اسی میں ان کی زندگی صرف ہوتی ہے، تو ایسے گنڈے اور ایسے اوباش بادشاہِ وقت سے اور وزیرِ اعظم سے اتنے نہیں ڈرتے جتنے اپنے ضلع کے فوجدار سے یا اپنے یہاں کے پولیس افسر سے وہ ڈرتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا ڈنڈا ہم پر برسے گا اور وہ اس کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں، تو فوجدار سے ڈرنا یا پولیس افسر سے ان کا ڈرتے رہنا یا، ڈی، ایس، پی، سے ان کا ڈرتے رہنا اور بادشاہ یا وزیر سے ان کا خائف نہ ہونا، یہ اس کا پتہ نہیں دیتا کہ بادشاہ اور وزیرِ اعظم کا رتبہ ان سے بڑھ کر نہیں ہے، درجہ اور جلالتِ شان تو ان ہی کی بڑھ کر ہیں، مگر چونکہ ان کا معاملہ ان سے پڑتا ہے یا شاید انہوں نے ان کو بھگت لیا ہے، دیکھا ہے، اس وجہ سے ان سے ڈرتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے باب میں کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین دفعہ ابلیس سے کشتی ہوئی اور تینوں مرتبہ ابلیس کو پچھاڑا اور پچھاڑنے کے بعد مونڈھے اور کندھے پکڑ کر اسے ہلایا اور کہا کہ اسی طریقہ سے جن اور ابلیس بودے ہوتے ہیں، گویا اس کی بڑی ذلت ہوئی، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ خصوصیت گویا قرار دی گئی ہے، باقی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ بڑھ کر نہ ہو، یا اذان جو ہے اس کے باب میں موجود ہے کہ اس سے بھاگتا ہے اور نماز سے ورغلانے کی کوشش کرتا ہے، تو عظمت اور رتبہ تو نماز ہی کا بڑھ کر ہے اذان سے، حتیٰ کہ حنفیہ کے یہاں تو یہ مسئلہ ہے کہ اذان جماعت خانہ میں نہیں دی جائے گی، معلوم ہوا کہ عبادت ہے اور عبادتِ غیر مقصودہ کی کیفیت ہے، اور نماز جو ہے وہ عبادتِ مقصودہ ہے، یہی وجہ ہے کہ انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے نمازیں تو پڑھائی ہیں، مگر اذانیں دینا اس میں گفتگو ہے، خود نبیٔ کریم ﷺ نے اذان دی ہے یا نہیں اس میں گفتگو ہے، صرف ایک روایت ایسی آتی ہے صحاحِ ستہ میں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اذان دی، اور اس میں بھی بعض محدثین نے توجیہ کی ہے اور مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ''امر الاذان'' کہ آپ نے ﷺ اذان کا امر فرمایا ہے، تو معلوم ہوا کہ نماز کا رتبہ اذان سے بڑھ کر اور اذان سے اعلیٰ ہے، اور صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فائق ہے، اس لئے وہ ساری چیزیں اپنی جگہ برتر ہیں، البتہ ایک جہتِ خاص کے اعتبار سے ان چیزوں کی یہ خصوصیت بیان کی گئی ہیں۔

اللہ میاں سے میری لڑائی ہوگئی ہے

فرمایا کہ: حدیث شریف میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بعض خستہ حال، پراگندہ بال، پھٹے پرانے کپڑے والے کہ پیغام دیں تو قبول نہ ہو، کہیں جائیں تو انہیں بٹھلایا نہ جائے، دروازوں سے دھکّا دے کر نکال دیا جائے، مگر انہیں میں بعض ایسے پہنچے ہوئے

ہوتے ہیں خدا رسیدہ ہوتے ہیں کہ اگر کسی بات پر قسم کھالیں تو حق تعالیٰ ان کی خاطر سے قسم پوری فرمادیں گے، ایسے بھی ہوتے ہیں، ایک مجذوب تھے ان سے ایک آدمی نے کہا کہ حضرت! دعا فرمائیں میرا فلاں کام پورا ہوجائے، کہنے لگے کہ اللہ میاں سے میری لڑائی ہوگئی ہے، اللہ میاں سے آجکل میں بالکل خلاف چلتا ہوں، اور وہ مجھ سے خلاف، اس نے کہا کہ ہیں! کہا ہاں بالکل، نہیں سمجھ میں آتا ہو تو چلو میرے ساتھ، گئے ندی پر اس نے کرتہ اتارا اسے دھویا اور سکھانے کیلئے ڈالا، تو جب تک یہ کام ہوا دھوپ تھی، جب کرتہ سکھانے کیلئے ڈالا تو بادل آنا شروع ہوگئے اور بارش برسی، تو اس مجذوب نے کہا کہ دیکھا! میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ اللہ میاں سے آجکل میری کٹّی ہے، دشمنی ہے، اس کے ساتھ بنتی نہیں ہے۔

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی کڑھن

فرمایا کہ: حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کسانوں کے پاس پہنچ کر ڈاڑھی میں ہاتھ ڈال کر اس کی کوشش کرتے تھے کہ کسی طریقہ سے بیچارہ راہ پر آجائے۔

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کا ایک ملفوظ جس کا غلط مفہوم لیا گیا

فرمایا کہ: حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ تقریر اصل نہیں، کام اصل ہے، اور اس میں بھی میں ایک اصلاحی بات کہدوں کہ حضرت کی نگاہیں دیکھتی تھی کہ کام پھیلے گا، بھیڑ ہوگی، اور آج الحمدللہ پوری دنیا میں یہ کام پھیلا ہوا ہے اور عوام اس میں لگے ہوئے ہیں اور ایک بڑا عالَم اس سے جڑا ہوا ہے، تو اگر تقریر پر بنیاد ہوتی تو ہوسکتا تھا کہ کمپیٹیشن پیدا ہوجائے، ہوسکتا تھا کہ کبر وعجب پیدا ہوجائے، ہوسکتا تھا کہ اپنے بارے میں یہ خیال پیدا ہوجائے کہ میری کوئی حیثیت ہوگئی ہے، اور یہ خیال تو سب کو ہوسکتا ہے، خود مجھے یاد ہے جب ابتدائی زمانہ میں میری تقریریں ہوتی تھی تو گجرات

کے مختلف اخباروں میں اس کا تذکرہ ہوتا تھا، تو میں دیکھتا تھا کہ اس سے نفس خوش ہوتا تھا، بعد میں پھر یہ کیفیت تھی کہ اب تو رونا آتا ہے، اور ایک اعتبار سے ہنسی بھی آتی ہے، مگر یہ کہ ابتداء میں ایسی حالت تھی، یہ تو جب تھا کہ علم پڑھا تھا، بزرگوں کے پاس رہا تھا تب یہ کیفیت، تو پھر بیچارے عوام کی کیا حیثیت! حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کو ایک آدمی نے کہا کہ حضرت! فلاں مولوی صاحب کو فلاں بستی میں بھیجدیں تو بہت نفع ہوگا، حضرت نے فرمایا کہ نفع کی بات کرتے ہو وہ چند مصافحوں کے ہیں گویا ابھی بالکل ابتدائی حال ہے، ذرا آؤ بھگت ہوئی تو ہوسکتا ہے قلب میں کبر پیدا ہوجائے، تو بڑے لوگوں کی بڑی نگاہیں ہوتی ہیں، تو حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کا منشاء یہ تھا کہ کمپیٹیشن کی شکل نہ ہو، دعوی کی شکل نہ ہو، تعلّی کی شکل نہ ہو، مگر کم علمی کی وجہ سے بعض لوگ اس جملہ کا ایک اور مطلب لے لیتے ہیں وہ اس طرح نقل کرتے ہیں کہ تقریر و بیان مقصود نہیں ہے، تو اس میں درحقیقت مولانا کا جو منشاء اور مقصد تھا اس سے ہٹ کر ایک اور مطلب لیتے ہیں کہ جن لوگوں نے اپنی زندگیاں قرآن وحدیث میں کھپائی اور لگائی ان کے بیان کو بے وقعت کرنے کیلئے بعض لوگ اس جملہ کو استعمال کرتے ہیں کہ تقریر مقصود نہیں ہے، تو یہ درحقیقت مولانا کی روح کو ایذاء پہنچانا ہے، اس لئے کہ وہ بے پناہ اکرام کرتے تھے اربابِ علم کا، ہمیں تو صرف اپنی سطح کو ملحوظ رکھنا ہے۔

امیر کیسا ہونا چاہئے

فرمایا کہ: امیر کی پوزیشن بھی وہی ہونی چاہئے کہ ''سید القوم خادمهم'' جسکو کہا گیا ہے کہ وہ دوسروں کی خدمت کو ملحوظ رکھے اور جوڑنے کی کوشش کرے، بعض دفعہ ایک اچھا امیر نرم امیر اور موقع شناس وہ کتنے سخت دل انسانوں کو جوڑ لیتا ہے۔

اسمائے صاحبزادگاں چہ داری

فرمایا کہ: فیضی کو پلےّ پالنے کا بہت شوق تھا تو وہ کتے کے بچے پالے تھے اس نے، تو عرفی نے پوچھا کہ ''**اسمائے صاحبزادگاں چہ داری**، کہ ان صاحبزادوں کا نام کیا رکھا ہے یعنی اس کو کتے کا باپ بنایا، تو اس نے کہا کہ ''**باسم عرفی**، ، یعنی عرف میں جو نام ہوتا ہے اور وہ عرفی کہلاتے تھے سامنے والے، تو دیکھئے کیسی چوٹ کی، فیضی جو تھے وہ پلے پالتے تھے تو عرفی ایک شخص تھے عرفی یعنی عرفِ عام تو عرفی نے پوچھا کہ ''**اسمائے صاحبزادگاں چہ داری**، ، ان صاحبزادوں کا نام کیا رکھا ہے، تو اس نے کہا کہ ''**باسم عرفی** ، ، یعنی عرف میں جو نام ہوتا ہے وہی، جیسے نواب یوسف علی خاں کھانے بیٹھے ان کے ایک بے تکلف دوست تھے وہ بھی کھا رہے تھے، اور وہ ننگے سر کھا رہے تھے، نواب صاحب کو کچھ شرارت سوجھی تو ان کے سر پہ طمانچہ مارا، تو ان کے جو ساتھی تھے وہ چپ چاپ کھاتے رہے کچھ بولے نہیں تھوڑی دیر بعد کہا کہ واقعی اللہ تعالی جزائے خیر دے والد مرحوم کو فرمایا کرتے تھے کہ جو آدمی ننگے سر کھانا کھاتا ہے شیطان اس کے سر پر تھپڑ مارتا ہے، تو نواب صاحب کو شیطان بنا دیا، یہ ان کی ذکاوت کی بات ہے۔

اصل چیز نسبت مع اللہ ہے

فرمایا کہ: ہم کچھ بھی نہیں صرف اپنے بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کی ہے اس کی برکت ہم دیکھتے ہیں کہ افریقہ کے ملکوں میں اور ادھر کینیڈا اور دوسرے بڑے بڑے ملکوں میں بڑے بڑے لوئیر، ڈاکٹر، اور تاجر، اور ہندوستان میں بھی دیکھا بے چارے ہاتھ دھلانے کو شرف سمجھتے ہیں، پیچھے چلنے کو شرف سمجھتے ہیں، اور دعوت قبول کرلو تو ان کی عید ہو جاتی ہے، صرف یہ ہم نے ملحوظ رکھا کہ دھوکہ نہیں دیا بلکہ ہمیشہ اس کی کوشش کی کہ ان کو صحیح

لوگوں کی طرف متوجہ کیا اور ان کے سامنے حقیقتیں پیش کی، تو میں نے دیکھا افریقہ کا علاقہ اور پانامہ کا علاقہ اور اس طرف کینیڈا اور ویسٹ انڈیز اور کہاں کہاں دیکھا وہ مانتے ہیں یعنی بات کرتے ہوئے بعض ڈرتے ہیں حالانکہ ہم بالکل بے تکلف رہتے ہیں ہنسی مذاق بھی کرتے ہیں مگر میں نے دیکھا کہ اصل جو جان ہے وہ نسبت مع اللہ کی ہے یعنی بزرگوں کے ساتھ جو وابستگی ہے وہ اپنا اثر کر کے رہے گی، اور دلوں میں عظمت ہوگی، اور پھر اس کے بعد کروڑ پتی اس سے متاثر ہوگا وہ کروڑ پتی سے متاثر نہیں ہوگا، اور اگر دنیا ہی سے وہ متاثر ہے تو پھر اس میں اور غیروں میں فرق کیا ہوا، حدیث شریف میں ہے جس نے اپنی ایک فکر بنالی آخرت جو ہے اپنے سامنے کر لی تو دنیا ناک رگڑتے ہوئے آئے گی اس پر آپ کو ایک واقعہ سنائے، حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے پاس حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی تشریف لائے اور حضرت کے داماد کو کچھ ہدیہ پیش کیا وہ حضرت کے پاس پہنچے کہ حضرت! آپ کی اجازت ہو تو قبول کرلوں میں وہاں موجود تھا حضرت کے پاس، حضرت نے فرمایا اور آنکھوں میں آنسو آگئے فرمایا کہ شوق سے قبول کرو اور پھر ایک جملہ فرمایا اور اکثر فرماتے تھے، فرماتے تھے کہ خدائے پاک سے اپنا اندر کا معاملہ صحیح کرلو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے، اکثر یہ جملہ فرماتے تھے خدا تعالی سے معاملہ صحیح کرلو پھر دیکھو اور کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر ہم کو اپنے رب پر ایسا اعتماد ہو جائے جیسے اعتماد کی کیفیت بچے کو اپنے والدین سے ہوتی ہے تب بھی کام بن جائے گا۔

انسانی مزاج بھی عجیب ہوتا ہے

فرمایا کہ: انسانی مزاج عجیب ہوتا ہے آج بھی اس دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ لاکھوں انسان ایسے ملیں گے جس میں بھائی بھائی کو کھا رہا ہے، چنانچہ حضرت مولانا

حفظ الرحمٰن صاحب نوراللہ مرقدہ ایک بات بڑے پتہ کی فرماتے تھے کہ اگر حق تعالیٰ شانہ جنگل کے جانوروں کو زبان عطافرمائے، درندوں کو، شیر کو، بھیڑیئے کو، چیتے کو، ان کو حق تعالیٰ زبان عطافرمائے بولنے والی اور ایسی بولی جس کو لوگ سمجھ سکیں، اور کوئی آدمی جنگل کے کنارے کھڑے ہوکر آواز لگائے اور وہ یہ پوچھے کہ تمہیں حق تعالیٰ اگر روپ بدلنے کی اجازت دے تو تم کیا بننا چاہتے ہو، کس مخلوق کے روپ میں اپنے کو ڈھالنے کی خواہش رکھتے ہو، تو مولانا فرماتے تھے کہ اگر جنگل کے جانوروں کو حق تعالیٰ زبان دے تو وہ یہ کہیں گے کہ ہم ساری مخلوق بننے کے لئے تیار ہیں مگر حضرتِ انسان بننا نہیں چاہتے ہیں، اور اگر ان سے وجہ پوچھی جائے تو وہ یہ کہیں گے کہ اس وقت عالم میں کیفیت یہ ہے کہ انسان انسان کا جتنا خون کر رہا ہے کوئی قوم جانوروں میں اپنی نوع کا اتنا خون نہیں کرتیں جتنا وہ کر رہا ہے، جانوروں میں آپس میں لگاؤ ہوتا ہے، اب آپ دیکھ لیجئے، کوّے کا انتقال ہوجاتا ہے تو وہ فوراً اپنی قوم کو جمع کرتا ہے کائیں کائیں کرکے یعنی کہاں گئے، کہاں گئے کرتا ہے اس کے نتیجہ میں سارے جمع ہوجاتے ہیں، اور میں تو اس کی وجہ یہی سمجھتا ہوں کہ قابیل نے جب قتل کیا ہابیل کو تو وہ لاش کو دفن کرنے کا طریقہ نہیں جانتا تھا، اللہ تعالی نے کوّے کو بھیجا اس نے زمین کو کُریدا اور مردہ کوّے کو اس میں دفنایا، اس کو دیکھ کر اسنے بھی یہ تدفین والا عمل اختیار کیا، تو انسانوں کے حق میں کوّا چونکہ معلّم ہے اس لئے جب کسی کوّے کا انتقال ہوتا ہے تو ساری قوم جمع ہوجاتی ہے کہ چلو جنازہ میں جانا ہے یہ گویا کیفیت ہے، تو منشاء یہ ہے کہ جانوروں میں تو ایک قسم کا لگاؤ ہے، مگر اپنی ہی نوع کو اس طریقہ سے برباد کرنا وہ اور مخلوق میں نہیں ہے، کتّا بلاشبہ کتّے کو نہیں دیکھ سکتا وہ برداشت نہیں کرسکتا ایک بہت بڑا جانور مردہ پڑا ہے کتا اسے کھا رہا ہے اور اس وقت کوئی

اور کتّا آجائے گا تو اس کا چہرہ دیکھنے کے لائق ہوگا وہ غرّائے گا، منہ بگاڑے گا مگر یہ کہ اس کی ہلاکت کا سبب بن جائے اس طرح سے نہیں، اور آج اس وقت پورے ورلڈ میں آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ ملک اور وہ تنظیمیں جو پوری دنیا کو مساوات کا درس دیتے تھے کہ کمیونزم قائم ہونا چاہئے، پچھلے دس سالوں میں پورے ورلڈ میں بعض سیاستدانوں کے انداز کے بموجب تقریباً ڈھائی کروڑ کے قریب انسانوں کا خون ان کے سر پر ہیں، ڈھائی کروڑ انسان آپ اندازہ لگایئے، ڈھائی کروڑ کتنے ہوتے ہیں ساڑھے بارہ ملین انسان تقریباً اتنے انسانوں کا خون بلکہ تین کروڑ کے قریب لوگوں کا مختلف ملکوں میں مختلف طریقوں سے خون کیا گیا یہ آج کے مساوات کی کیفیت ہے۔

ایک صالح شخص کی ملک الموت سے گفتگو

فرمایا کہ: پچھلے زمانے کے کسی نبی نے یا کسی صالح شخص نے ملک الموت سے پوچھا کہ آپ تشریف لاتے ہیں تو آمد سے پہلے خبر دیدیا کرے تو بڑا اچھا ہوا چانک آپ کی آمد ہو جاتی ہے، ایک دم سے گویا آپڑتے ہیں آنے سے پہلے کوئی خط آجائے، خبر آجائے تو اچھا ہو، تو ملک الموت نے کہا ہم دنیا میں آتے ہیں تو آنے سے پہلے کئی خطوط لکھتے ہیں اور اُن خطوط کے بعد پھر لفافہ بھیجتے ہے، اور لفافہ کے بعد پھر اخیر میں ہمارا ٹیلی گرام بھی آتا ہے اور پھر ہم پہنچتے ہیں، ہم ویسے نہیں آتے، تو انہوں نے ملک الموت سے پوچھا کہ آخر اس کا کیا مطلب ہے، کہا کہ دنیا کا ہر حادثہ اور ہر بیماری وہ ہماری آمد کی ایک خبر ہے، ایک خط ہے، گویا بیمار ہو جائے، کوئی حادثہ پیش آجائے تو وہ درحقیقت ہماری آمد کی خبریں ہیں اور خطوط ہیں ہماری طرف سے۔

اسراف اور تبذیر کا فرق

فرمایا کہ: اسراف اور تبذیر دو الگ الگ چیزیں ہیں، اسراف تو یہ ہے کہ کسی محل

اور مصرف میں خرچ ہو زیادتی کے ساتھ، اور تبذیر یہ ہے کہ موقعہ ہی نہیں ہے، جیسے مثال کے طور پر آپ کھانے کیلئے ہوٹل میں تشریف لے گئے اور دس روپیہ میں آپ کا پیٹ بھر سکتا ہے دس پاؤنڈ خرچ کر کے آپ کا پیٹ بھر سکتا ہے وہاں آپ نے پچاس پاؤنڈ خرچ کیا یہ اسراف کہلائے گا، تو تبذر یہ ہے کہ سرے سے محل ہی نہیں، کہیں ڈانس کی محفل ہو رہی تھی اس میں آدمی نے پیسہ لگا دیا تو یہ تبذیر کہلائے گی جو ابتداء ہی سے قطعاً غلط ہے۔

اِس عالم میں غموم وہموم زیادہ ہیں اور مسرّتیں اس کی بنسبت کم ہیں

فرمایا کہ: حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر تیّار کیا گیا جس سے ان کو بنانا تھا تو بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انتالیس دن ان پر غم کی بارش ہوئی اور ایک دن خوشی کی بارش، پتہ چلا کہ اس عالم میں غموم وہموم زیادہ ہیں اور مسرّتیں اس کی بنسبت کم ہیں، دارالسرور اور خوشی کا مقام جنّت ہے اور یہاں پر خوشی یا غم سب کے سب عارضی ہے۔

اصلاح کا ایک اصول

فرمایا کہ: حق اور صحیح بات محبت واپنائیت کے ساتھ کہی جائے تو قبولیت کا درجہ پا لیتی ہے، میں اس کی ایک مثال دیتا ہوں، حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمہ اللہ صاحب امانی الاخبار شارح طحاوی شریف فرماتے ہیں کہ قیاس کا تقاضہ یہی تھا کہ کوئی مصلی امام کو لقمہ دے تو اس سے بھی نماز فاسد ہو جائے، مگر اس مقام پر نص کی وجہ سے ہم نے قیاس چھوڑ دیا، ورنہ نماز میں سو فیصد اپنے اندر کا علم استعمال ہوتا ہے، تو نماز جیسا عمل جس میں انسان کے اپنے اندر کا علم استعمال ہوتا ہے اور آدمی پورے طور پر حق تعالی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس میں بھی اگر کوئی لقمہ دے بشرطیکہ نماز میں وہ داخل ہو تو اسکا لقمہ قبول کیا جاتا ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، اسی طرح محبت، اپنائیت، اور اخلاص کے

ساتھ آپ صحیح کڑوی باتیں بھی کہیں گے تو ضرور قبول کی جائیں گی۔

انا وارث من لا وارث له

فرمایا کہ: بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بندے کی تدفین ہو جاتی ہے تو حق تعالی ملائکہ سے پوچھتے ہیں میرے بندے کی قبر کا نام ونشان ہے، ملائکہ عرض کرتے ہے کہ رب العلمین! ابھی نشان باقی ہے، پھر دریافت کرتے ہیں وہ عالم الغیب ہے پھر بھی ایک نظام ہے اس کا، ملائکہ کہتے ہے کہ رب العلمین! اب بھی قبر کا نشان باقی ہے، کچھ اور عرصہ کے بعد پوچھتے ہیں تو ملائکہ کہتے ہے کہ پروردگارِ عالم! آپ کے بندے کی قبر کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہا، تو حق تعالی فرماتے ہیں کہ انتقال کے بعد لوگ اسے بھول گئے اور پھر اس نشان کو دیکھ کہ کوئی کچھ پڑھ دیتا تھا دعا کر دیتا تھا اب اس کی قبر کا بھی نشان باقی نہیں ہے وہ انتہا درجہ کی عجز ومسکنت اور بے چارگی کی حالت میں ہے، لہٰذا تم گواہ رہو کہ میں نے اس کی مغفرت کردی اس لئے کہ " انا وارث من لا وارث له "، میں اس کا وارث ہوں جس کا کوئی وارث نہیں۔

اوپر کے عالم میں تغیر یہ قیامت کی علامت ہے

فرمایا کہ: حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مکان بنتا ہے تو نیچے سے اٹھایا جاتا ہے اور مکان گراتے ہے تو کلر نکالتے ہے، پتھر ہٹاتے ہے، اور ٹیوب لائٹ نکالتے ہے، اس کے بعد اٹھا پٹھک شروع ہوتی ہے، تو زمین سے ابتداء ہوئی مخلوق کی اور جب قیامت آئے گی تو کہیں آسمان کے پھٹنے کا ذکر، تو کہیں ستارے کا ذکر، تو کہیں چاند سورج کے بے نور ہونے کا ذکر، معلوم ہوا کہ اوپر کے عالم میں تبدیلی ہے اوپر کے عالم میں انقلاب ہے یہ قیامت کی علامت ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ کے علمی مقام کی ایک جھلک

فرمایا کہ: امام رازی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں صرف سورۂ فاتحہ سے دس ہزار مسائل نکال سکتا ہوں، امام رازی لکھتے ہیں میرے اس جملہ کو میرے ساتھیوں نے چھیک چھاک سمجھا، بنڈل کہ گویا ایسی ہی بات ہے، اس کے بعد جب میں نے بحث شروع کی ہے تو صرف **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم** تعوذ جسے کہتے ہیں اسی سے جو میں نے بحث کا دروازہ کھولا ہے تو ان پر یہ واضح کردیا کہ سورۂ فاتحہ تو دور ہے صرف تعوذ سے دس ہزار مسئلے نکل سکتے ہیں۔

اہل اللہ کے ملفوظات کو ان کی صحبت کا بدل قرار دیا گیا ہے

فرمایا کہ: انسان کو کسی صالح کی صحبت کسی بزرگ کی صحبت اختیار کرنی چاہئے اور کسی مجبوری سے نہ کر سکے تو ان کے ملفوظات کو ان کی صحبت کا بدل قرار دیا گیا ہے کہ اہل اللہ کے ملفوظات دیکھے، ارشادات دیکھے، تو اس سے بڑا نفع ہوتا ہے، بعض دفعہ ایک ہی جملہ سے دل کی کایا پلٹ جاتی ہے، زندگی بدل جاتی ہے کوئی وقت ہوتا ہے ایسا کہ جس میں ایک جملہ زندگی کا حال بدل دیتا ہے، فضیل ابن عیاض رحمہ اللہ بہت بڑے ڈاکو تھے، مگر جس زمانے میں ڈاکا ڈالتے تھے اس زمانہ میں بھی تکبیرِ اولی فوت نہیں ہوتی تھی، یہ عجیب کیفیت ہے، بلکہ یہی تکبیرِ اولی انہیں ادھر لے آیا، کسی جگہ ڈاکا ڈالنے گئے وہاں کوئی آدمی قرآنِ کریم پڑھ رہا تھا اور یہ آیت پڑھ رہا تھا ''**الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ**،، کیا اہلِ ایمان کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ تعالی کے ذکر سے نرم ہوجائے، خدا تعالی کی طرف متوجہ ہو، اثر لے، بس ہدایت کا وقت تھا کان میں آواز پڑی فرمایا کہ ''قد حان،، آچکا وقت اور اس کے بعد توبہ کی تو ایسے

ہوئے کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے لوگ ان سے دعائے کراتے تھے، مستجاب الدعوات تھے، عبّاد اور زہّاد جو ہے ان کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور ان سے دعائے کرواتے تھے۔

اہل اللہ کا تذکرہ یہ اللہ کے لشکروں میں ایک لشکر ہے

فرمایا کہ: بزرگوں کے ملفوظات دیکھے ان کی سوانح دیکھے ان سے کتنے لوگوں کی زندگیاں بدل گئی، حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اہل اللہ کا تذکرہ یہ اللہ کے لشکروں میں ایک لشکر ہے اس سے قلوب کو تقویت ہوتی ہے، اور قرآنِ کریم میں ہے ''و کلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت به فوادک،، کہ ہم جو نبیوں کی خبریں آپ کو سناتے ہیں اس سے ہم آپ کے قلب اور فواد جو اندرونی حصہ ہے اس کی تسکین کرتے ہے، تو اہلِ قلوب کی مجلس بہت بڑی چیز ہے۔

آج ہم تقوی پہ آتے ہے تو کسی سے بات کرنے کو بھی تیار نہیں ہوتے

فرمایا کہ: آج مصیبت یہ ہے کہ ہم تقوی پہ آتے ہے تو کسی سے بات کرنے کو بھی تیار نہیں، گردن جھکائیں گے تو اٹھانے کو تیار نہیں۔

ایک نئی تحقیق

فرمایا کہ: روڈیشیا میں ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ جدید تحقیق یہ ہے کہ اصل جو موت ہے طبعی موت اس میں جو تکلیف ہے جانور کو اس کی بنسبت ذبح میں سہولت ہے گو بظاہر تڑپتا ہوا نظر آتا ہے۔

العین حق

فرمایا کہ: بمبئی میں حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم (رحمہ اللہ) نے ایک مجلس میں فرمایا کہ ندوہ سے کچھ علماء حضرت مولانا احمد صاحب پرتا بگڈھی

رحمہ اللہ کی خدمت میں الہ آباد آئے ہوئے تھے، آجکل ان کی بڑی شہرت ہے، بڑے درجہ کے بزرگ ہیں صاحبِ حال ہیں، تو مولانا پرتا بگڈھی صاحب نے یہ بات فرمائی کہ جب حدیث میں یہ فرمایا گیا کہ ”العین حق“ نظر لگنا حق ہے یعنی نظر لگ جاتی ہے تو آدمی بیمار پڑ جاتا ہے، آدمی پر اثرات ہو جاتے ہیں، بلکہ موت تک واقع ہو سکتی ہے، تو جب بری نظر کا لگنا حق ہے تو کسی صاحبِ دل اور اہل اللہ کی نظر بھلا نہیں لگے گی، یقیناً اللہ والوں کی نظر پڑنے سے دوسری تبدیلی پیدا ہو جائے گی اور حالت بدل جائے گی۔

ایک احمق کی بوکھلاہٹ

فرمایا کہ: ہندوستان میں ایک گدھا تھا عبدالحمید بلوائی اسکو گدھا ہی کہنا چاہیے مالیگاؤں میں ایک تقریر میں کہا کہ میں اعلان کرتا ہوں کہ جس طرح ایک مرد چار بیوی کو رکھ سکتا ہے اسی طرح ایک عورت بھی چار مرد کو رکھ سکتی ہے، اور کبھی کبھی اللہ میاں فوری پکڑ فرماتے ہیں، جب اس نے کہا کہ میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ جس طرح ایک مرد چار بیوی رکھ سکتا ہے اسی طرح ایک عورت بھی چار مرد رکھ سکتی ہے، یہ کہنا تھا کہ ایک جوان کھڑا ہوا اور یہ کہا کہ آپ لوگ گواہ رہو عبدالحمید صاحب کی بیوی سے میں شادی کرنے کیلئے تیار ہوں، ادھر سے دوسرا کھڑا ہوا اور ادھر سے تیسرا کھڑا ہوا اور کہا کہ تین ہم ہوئے اور چوتھے آپ ہم چاروں مل کر آپ کی بیوی کو استعمال کریں گے، وہ بوکھلا گیا، تو یہ فطرت کے خلاف ہے۔

ایک غلط سوچ

فرمایا کہ: ہندوستان میں بہت سے لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ کوئی انگلینڈ یا افریقہ گیا خلاص حالانکہ وہاں ان پر کیا گزرتی ہے وہ وہی جانتے ہیں، انڈیا والے تو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگ ائیر پورٹ پر اترتے ہوں گے تو وہاں ان کا استقبال ہوتا ہوگا کہ ”او تمے آیوا“ (تم

آئے) لو یہ پاؤنڈ، میں نے کہا ایسا نہیں ہے، میں نے کہا راتوں کو بیچارے اٹھتے ہیں، صبح کو بھاگتے ہیں، سردی میں اکڑتے ہیں اور پاپڑ بیلتے ہیں تب جا کے کچھ دنوں کے بعد کچھ ہوتا ہے، ایسا نہیں ہے تمہاری طرح کہ کھاپی کے چار راستے پر بیٹھ گئے اور باتیں کر رہے ہیں اور نظر پوسٹ مین کی طرف ہے کہ وہ گذرتا ہے تو پوچھتے ہیں کہ ''کئی منی آرڈر آ ویلو چھے کے نی'' (منی آرڈر آیا ہے کے نہیں)۔

انسان کا ایک روگ

فرمایا کہ: ایک کام کی بات سن لیں، بہت بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے چاند کا مسئلہ ہو یا سورج کا مسئلہ ہو یا کوئی ذاتی اندرونی مسئلہ ہو، ہوتا یہ ہے کہ بعض دفعہ آدمی ایک بات طے کر لیتا ہے اپنے جذبۂ نفس سے اور طبیعت سے اور دلائل اس کے بعد فراہم کرتا ہے، اس کی میں آپ کو ایک مثال دوں، ہمارے یہاں مدرسوں میں بعض دفعہ کسی طالب علم کو یہ شوق ہوتا ہے کہ مجھے سورت جانا ہے لیکن چونکہ مدرسہ کا ایک نظام ہے تو طبیعت میں اگر یہ شوق ہوا اور نفس میں جذبہ ابھرا کہ سورت تفریح کرنے جانا ہے تو یہ ایک خواہش اور رغبت ہے جو اس کے نزدیک طے شدہ ہے، اب دلائل وہ فراہم کرے گا کہ چونکہ ماموں کا خط آیا ہے اور چونکہ طبیعت بھی علیل ہے، نزلہ بھی ہو رہا ہے اور چونکہ فلاں صاحب سے بھی ملنا ہے اور فلاں کام بھی ہے وغیرہ تو یہ جو پچیس (۲۵) دلائل قائم کرے گا وہ سب بعد میں فراہم ہوتے ہیں، یہ ایک فطری چیز ہے کہ بعض دفعہ نفس ایک چیز طے کرتا ہے پھر اس کے دلائل کی تلاش میں رہتا ہے۔

اچار کا تجزیہ

فرمایا کہ: اچار میں خاص طور سے چار چیزیں ہوتی ہیں، میتھی، مرچ، نمک اور کیری اور چاروں اپنی اپنی خصوصیت لئے ہوئے ہیں میتھی بڑی کڑوی ہوتی ہے وہ کہتی

ہے کہ میں بہت کڑوی ہوں بلکہ سردی سے تو کہتی ہے تو آئی کیوں جبکہ میں تھی اور مرچ کہتی ہے ہماری تیزی مشہور ہے، کیری کہتی ہے ہماری ترشی اور کھٹاس مشہور ہے اور نمک کہتا ہے کہ ہمارا کھاراپن مانا ہوا ہے، تو نمک کا کھاراپن، کیری کی کھٹاس، مرچی کی تیزی اور میتھی کا کڑواپن یہ چاروں بداخلاق ہیں پھر بھی برسوں برنی میں ساتھ رہتے ہیں، ایسا کیوں؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ تیل اپنی نرمی اور اخلاق سے سب کو جوڑے ہوئے ہیں۔

ایک عورت کی عجیب ذکاوت

فرمایا کہ: ابنِ جوزی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ایک عورت تھی وہ طب میں بڑی ماہر تھی، اس کی آزمائش کے لیے چند لوگ اس کے پاس گئے اور جانے سے پہلے یہ کیا کہ ایک شخص کی پنڈلی میں زخم کردیا اور پھر ایک لکڑی سے اس کو کھرچا اور پھر اس کے پاس علاج کے لیے صبح کے وقت پہنچے، وہ ایسی ماہر تھی کہ اس نے زخم کو دیکھ کر کہا کہ اس زخم کو جس لکڑی سے کھرچا گیا ہے اس پر سانپ کا زہر پڑا تھا، سُن لو! سورج نکلنے کے بعد اس کا انتقال ہوجائے گا اور ایسا ہی ہوا، بڑی ذکاوت کی بات ہے۔

اسلامی نظام کا تعلق عبادات سے ہے اور مادّی نظام کا تعلق کھانے پینے سے ہے

فرمایا کہ: اسلامی نظام یہ ہے کہ انسانی زندگی جو ہے اس کے سارے نشیب و فراز اور اسکے سارے انتقالات جو ہے وہ عبادات سے متعلق ہے۔ اور مادّی نظام کو آپ دیکھ لیجئے تو کھانے پینے سے ہے، شریعت کہتی ہے کہ نیند سے اٹھو تو دعا پڑھو، طہارت ضرورت سے فارغ ہوکر نماز پڑھو، یہ فجر کا نظام ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ نیند سے اٹھے تو چائے پیو بیڈ کی بغیر کلّی کئے ہوئے بلکہ اُسی سے کلّی کرو، تو دیکھئے نیند سے اٹھو تو کھانے پینے ہی کی فکر ہے، اسکے بعد شریعت نے فجر کے بعد اشراق کا نظام رکھا ہے اور اسکے علاوہ

پھر ظہر کا نظام طعام سے قبل کہہ لیجئے یا بعضوں کے لئے بعد، پھر عصر کا، پھر غروب کا نظام، پھر سونے سے پہلے کا، تو یہ جو اوقات متعیّن کئے ہیں وہ زندگی کے لئے ایک بہترین نظام اور اصول ہے اور دنیا کے سارے نظامات کہیں لنچ پے چلتے ہیں، تو کہیں بریک فاسٹ ے چلتے ہیں، تو کسی مقام پر ڈِنر پر چلتے ہیں، کہیں ٹی پارٹی ہو رہی ہے، تو کہیں آپس میں پِکنک کی شکلیں ہیں۔

ایک کام کی بات

فرمایا کہ: بہت سے واعظین اور مقررین حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہ کیریکٹر اور سیرت کو اس انداز سے پیش کرتے ہیں جس سے کوئی یہ سمجھے کہ وہ ہٹلری کرتے تھے ڈنڈا اور کوڑا لئے پھرتے تھے اور جو مل گیا اسکی آ بنی، حالانکہ اگر آدمی بدخلق ہو ہر وقت غصہ میں ہو تو اسکو مخلوق بھی پسند نہیں کرتی اور جب مخلوق ہی پسند نہ کرے تو پھر احکم الحاکمین کے مقرب کیسے بن سکتے ہے، حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک شخص نے آپ سے کہا،، **یا عمر اتق اللہ**،، تو فوراً سجدہ میں گر گئے اور پیشانی زمین پر رکھی اور کہا،، **انا اتق اللہ** ،، میں اللہ سے ڈرتا ہوں، آپ اندازہ لگایئے کیسی کیفیت رہتی ہوگی۔

بایزید اور یزید

فرمایا کہ: بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو سیٹنگ روم میں تو انتہائی با خلاق ہوتے ہیں اور بایزید بن جاتے ہیں اور بیڈ روم میں جا کر وہ یزید بن جاتے ہیں۔

بیوی کے ساتھ بے تکلف رہنا چاہئے

فرمایا کہ: ابوداؤد شریف کی حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوڑ لگائی ہے مسابقت کی

ہے یہ ایک ایسی سنت ہے جس پر ہم مولوی و ملا قسم کے لوگ بھی عمل نہیں کرتے ہیں شرماتے ہیں، یہ روایت پتہ دے رہی ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ بے تکلف رہنا یہ وقار اور پوزیشن کے خلاف نہیں ہے، ورنہ بعض لوگ گھر میں جا کر بھی آفت مچاتے ہیں اور قیامت برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ ٹھیک نہیں ہے۔

بیت اللہ پر ہر وقت نور کی بارش ہوتی ہے مگر جو لال پیلیوں کو گھورتے رہتے ہیں ان کو وہ نور نہیں دِکھتا ہے

فرمایا کہ: حضرت مولانا احمد اللہ صاحب راندیری مرحوم بہت سادہ سادہ بولتے تھے، کہنے لگے بیت اللہ پر ہر وقت نور کی بارش ہوتی ہے دھڑ دھڑ دھڑ دھڑ دھڑ دھڑ دھڑ دھڑ دھڑ دھڑ مگر جو لال پیلیوں کو گھورتے رہتے ہیں ان کو وہ نور نہیں دِکھتا ہے۔

بعض لوگوں کا پیٹ جہنمی بنا ہوتا ہے

فرمایا کہ: میں نے بعض ملکوں میں دیکھا ہے کہ لوگ ہر پندرہ بیس منٹ کے بعد کھانے کو سعادت سمجھتے ہیں جیسے جانور کی حالت ہوتی ہے کہ اِدھر سے آیا تو منہ مارا اور اُدھر سے آیا تو منہ مارا اور حق یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا پیٹ صحیح معنوں میں جہنّمی بنا ہوتا ہے، وہ ایک صاحب خوش مزاج تھے وہ کہا کرتے تھے کہ رمضان میں جو ہے جہنم کا دروازہ بند ہوتا ہے وہ بالکل صحیح ہے، یہ پیٹ ہمارا جہنم ہے، اللہ میاں نے اس کا دروازہ بند کر دیا ہے کچھ گھنٹوں کے لئے کہ اندر کچھ جانے ہی نہ پائے، ورنہ ہر وقت یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ھل من مزید۔

بڑھاپا سب سے بڑی نصیحت ہے

فرمایا کہ: کتابوں میں لکھا ہے کہ سب سے بڑی نصیحت جو انسان پہ خود پے

حالات آتے ہیں وہ ہیں اوران میں بھی خاص طور سے بڑھاپا اس سے بڑھ کرکوئی نصیحت نہیں ہے،سب سے بڑی نصیحت یہی ہے۔

برطانیہ میں ۳ چیزیں نا قابلِ اعتبار

فرمایا کہ: برطانیہ میں تین چیزوں کا کوئی بھروسہ نہیں ،ورک (کام)ومن (عورت)ویدھر(موسم)تھری ڈبلیوکی کوئی گارنٹی نہیں۔

بداعتقادی

فرمایا کہ:ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ ایک آدمی چھتری لیکر جارہا تھا اس میں ایک کوّا پھنس گیا،اب کوّا بیچارہ بڑا پریشان،کسی نے کہا کہ تم تو بہت دفعہ پھنستے ہو اس دفعہ کیوں اتنے پریشان ہو؟ تو وہ کوّا کہنے لگا کہ اس دفعہ مولوی کی چھتری میں پھنسا ہوں،معلوم نہیں مجھے حلال کردے بجائے حرام کے،تو کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بدعقیدہ ہوتے ہیں تو وہ اس قسم کی شقھیں قائم کرتے ہیں۔

بلّی کے خواب میں چھیچھڑے

فرمایا کہ: ڈابھیل میں ایک شخص میرے پاس آئے اورآ کر کہنے لگے کہ میں نے خواب دیکھا ہے، میں نے کہا کیا دیکھا؟ کہا خواب یہ دیکھا ہے کہ ایک آدمی میرے بارے میں یعنی ان کے بارے میں میرے بارے میں نہیں، یہ کہتا ہے کہ ان کو چھپّن کروڑ کی چوتھائی مل جائے،تو وہ مجھے ملیں گے،یانہیں؟ وہ مجھ سے پوچھتا ہے،اس بیچارہ کو چھپّن کروڑ کی چوتھائی چاہئے تھی وہی تصور لیکر سویا ہوگا تو بلّی کے خواب میں چھیچھڑے ہوتے ہیں،تو وہی تصور تھا تو وہ یہ پوچھتا تھا مجھ سے آکر کہ مجھے ملے گا یانہیں؟ تو میں نے ان سے کہا کہ میں تو آپ کو کیا جج مینٹ دوں کہ ملے گا یانہیں،تو ہم لوگوں کے خواب

ویسے ہی ہوتے ہیں کہ جو تصور قائم ہے بس وہی چیز دکھتی ہے۔

بدترین آدمی

فرمایا کہ: حدیث شریف میں فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ بدترین آدمی وہ ہے جس کے ضرر سے بچنے کیلئے لوگ اس کا لحاظ کرے، چنانچہ ہم اس دنیا میں دیکھتے ہیں کہ جو جتنا زیادہ لفنگا ہوتا ہے کسی کو مار دے یا کوئی اور ایسا معاملہ کر دے تو لوگ اس کی عزت کرتے ہیں، یہ درحقیقت عزت نہیں بلکہ اس کے شر سے بچنا ہے، کالا ناگ آرہا ہے تو آپ بھاگتے ہیں اس سے، اسی طرح بچھو آرہا ہے تو آپ بھاگتے ہیں اس سے، یہ کوئی عزت کی بات تھوڑی ہی ہے یہ تو اس کے ضرر سے بچنے کیلئے آدمی اس طرح کا قدم اٹھاتا ہے۔

براق کی حقیقت

فرمایا کہ: یار لوگوں نے جو گھروں میں براق کی تصویر لگا رکھی ہے اس تصور میں نہ رہیں کہ،،ھذا براق النبی،، نبی کریم ﷺ کا براق ایسا تھا، کون گیا تھا براق دیکھنے؟ جب صحابہ نے براق کو نہیں دیکھا تو آج یہ چودہ سو سال بعد براق کا تخیلی وجود کہاں سے آگیا؟ آج یہ حال ہے کہ لوگوں نے اپنا ایک تخیل قائم کرلیا ہے، کہتے ہیں کیونکہ براق جنتی تھا لہذا اسکی ،،خوبصورتی،، ثابت ،تیز رفتار تھا لہذا،،پر،،ثابت ،جانور،،دابۃ الارض،،تھا لہذا چار پیر ثابت، آپ یہ نہ سمجھیں کہ براق النبی ﷺ گھر میں لگا دیا اب بڑی برکت ہوگی، ذرہ برابر بھی برکت نہیں ہوگی ،برکت تو نبی ﷺ کا حکم ماننے میں ہے، اسطرح کی تصاویر گھر میں رکھنے پر وعیدیں آئی ہیں اسکا رکھنا حرام ہے۔

بے حیثیت کا مطلب

فرمایا کہ: تبلیغی جماعت والے ایک لفظ بولتے ہیں کہ اپنے کو ’’بے حیثیت،، بنا

کر کام کیا جائے، ترکیسر میں اجتماع تھا تو ان میں خواص میں انہوں نے بندے کی بات رکھی تھی، تو میں نے ان سے ذکر کیا کہ یہ ''بے حیثیت،، اردو والا ہے کہ دین کیلئے انسان فکر کرے اور اپنے جان و مال کی قربانی کو لیکر چلے اور اپنے آپ کو بے حیثیت بنا کر تو میں نے ان سے کہا کہ یہ بے (دو) گجراتی والا نہیں ہے کہ دین کی حیثیت بھی اور اپنی حیثیت بھی، گویا دو حیثیت، بلکہ یہ ''بے،، نفی کے معنی میں ہے کہ اپنے آپ کو بے حیثیت بناؤ۔

بہت سے طبقے اور فرقے تعبیرات کی غلطی سے پیدا ہوئے

فرمایا کہ: حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ نے ایک رسالہ لکھا تھا اور اس میں یہ ثابت کیا تھا کہ بہت سے طبقے اور فرقے تعبیرات کی غلطی سے پیدا ہوئے۔

بدنظری بڑا خطرناک گناہ ہے

فرمایا کہ: آخرت کے احوال عجیب ہے، عبداللہ بن بزار رحمہ اللہ ایک بزرگ گذرے ہیں ان کو ایک شخص نے خواب میں دیکھا، پوچھا کیسے گذری؟ فرمایا پوچھومت، معاملہ عجیب وغریب رہا، بہت تکلیف میں ہوں، پوچھا کیا تکلیف ہے، فرمایا کہ حق تعالی نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور کھڑا کرنے کے بعد یہ کہا کہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے جاؤ اور یہ کہتے جاؤ کہ میں نے فلاں فلاں گناہ کیا تسلیم کرتے جاؤ میں معاف کرتا جاؤں گا، انہوں نے عرض کیا کہ مولی میں نے فلاں گناہ کیا، حق تعالی کی طرف سے فرمایا گیا کہ معاف، انہوں نے کہا میں نے فلاں گناہ کیا، حق تعالی کی طرف سے فرمایا گیا کہ معاف، اس کے بعد ایک گناہ پر آکر رک گئے کہ زبان ہی نہیں کھلتی ہے، تو پوچھا کہ وہ کونسا گناہ، انہوں نے کہا کہ بدنگاہی کی عادت تھی بری نظر سے میں دیکھتا تھا، تو حق تعالی کے سامنے زبان ہی نہیں کھلتی تھی کہ میں یہ کہوں کہ آپ کے غیر کو میں نے شہوت کی نگاہ

سے اور بری نگاہ سے دیکھا ہے، تو اس قدر شرمندگی اور پسینہ اور یہ کیفیت ہے کہ چہرے کا گوشت رخصت ہو چکا ہے اور سخت اذیت میں ہوں زبان نہیں کھلتی کہ خدا تعالی سے یہ کہوں کہ آپ کے غیر کو دیکھا، ہم اندازہ لگائیں آج کے اس ماحول میں کہ ہم مسجد سے نکلتے ہیں اور دیکھا کہ کوئی لڑکی گذر رہی ہے، میں نے دیکھا کہ اچھے اچھے لوگ ہاتھ میں تسبیح لے کر پڑھتے جارہے ہیں ذکر و شغل بھی جاری ہے اور اس کے ساتھ مشاہدہ بھی ہو رہا ہے اور اس معاملہ میں بوڑھے حضرات بھی پیچھے نہیں ہے، بلکہ بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ خدا تعالی کی قدرت کا نظارہ ہے، یہ کفریہ قسم کے جملہ ہیں، اس لئے کہ ایک تو چوری اور اوپر سے سینہ زوری کی بات ہے، لہذا اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

پیغمبر کا صحبت یافتہ ظالم نہیں ہوسکتا

فرمایا کہ: حق تعالی شانہ نے اپنی کتابِ عظیم میں ایک عجیب واقعہ ذکر فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام اپنے لشکر کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے اللہ تعالی نے ان کو بڑا نوازا تھا، تو ایک چیونٹی یا ایک چیونٹا کہنا چاہئے جو چیونٹیوں کی گویا سردار تھی اسنے اپنی قوم سے خطاب کر کے یہ بات کہی کہ ''یا ایھا النمل اد خلوا مسکنکم،، اے چیونٹیوں! اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ''لا یحطمنکم سلیمن وجنودہ وھم لا یشعرون،، کہ مبادا کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر تمہیں کچل دیں، تمہیں روند دیں، تمہیں اپنے پیروں میں رگڑ دیں اور انہیں اس کا علم بھی نہ ہوں، انہیں اسکی خبر بھی نہ ہوں، اب عجیب بات یہ ہے کہ ایک قوم ایسی ہے شیعوں میں جو یہ کہتی ہیں کہ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ ظالم تھے اور خلافت کے مستحق در حقیقت حضرتِ علی رضی اللہ تعالی عنہ تھے ان کو شروع میں خلیفہ بنانا چاہئے تھا، مگر

صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے ظلم وستم کیا، تو حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ دیکھو اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک چیونٹی بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ جو پیغمبر کی صحبت میں رہیں وہ جان بوجھکر دوسری چیونٹیوں کو کچل نہیں سکتا اور اس پر ظلم و ستم نہیں کرسکتا اور خاص طور سے لشکریوں کو تو ویسے بھی صحبت کم نصیب ہوتی ہیں آرمی اور لشکر جو ہوتا ہے وہ عموماً دور رہتا ہے وقتی مصاحبت اور صحبت نصیب ہو جائے ہو جائے، تو جب پیغمبر کی تھوڑی سی صحبت جو لشکریوں کو نصیب ہیں اور چیونٹی بھی یہ سمجھتی ہے کہ جو پیغمبر کی صحبت میں رہیں وہ ظلم نہیں کر سکتے، اگر ان سے یہ عمل وجود میں بھی آتا ہے تو اس صورت میں انہیں پتہ بھی نہیں چلے گا، لاعلمی میں چیونٹی پیروں میں آجائے گی، تو جب چیونٹی کا علم یہ ہے کہ پیغمبر کی صحبت میں رہنے والے ایک معمولی چیونٹی کو بھی جان بوجھ کر نہیں کچلتے ہیں اور روندتے ہیں اور ظلم نہیں کرتے ہیں۔ تو بھلا بتائیے کہ نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں رہنے والے صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کہ جو یارِ غار ہیں اور یارِ غار کی مثل بھی وہیں سے مشہور ہوئی ہے کہ آپ غار میں بھی ساتھ تھے اور اس کے علاوہ اور بھی واقعات ہیں کہ جب معراج میں تشریف لے گئے نبی اکرم ﷺ تو آسمانوں کے اوپر ایک فرشتہ کا ظہور ہوا جس کی شکل صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ جیسی تھی اور آواز بھی ویسی ہی تھی کہ جس سے آپ کو انس ہو اور مانوسیت پیدا ہو۔ تو ایسے خلیفہ اور صحابی کے باب میں یہ کہنا کہ انہوں نے گویا ظلم کیا ہے تو درحقیقت اس چیونٹی کا جو علم ہے اس سے بھی زیادہ گیا گذرا علم ہے ان لوگوں کا جو صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کو ظالم قرار دیتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ چیونٹی تو یہ سمجھتی ہے کہ پیغمبر کی صحبت میں رہنے والا عادل ہیں، اس میں انصاف ہے وہ ظلم نہیں کرتا، اور یہ عقلمند یہ سمجھ رہے ہیں کہ جو پیغمبر کے ساتھ ہمیشہ رہا وہ ظلم وستم کا معاملہ کر رہا ہے، کتنی بڑی غضب کی بات ہے، اسی لئے حق تعالی نے اپنی

کتابِ مبین کی ایک صورت کی نسبت ہی اس کے نام کی طرف کی جو سورۃ النمل کہلاتی ہے۔

پیغمبر خلقاً اور خِلقۃً کامل ہوتا ہے

فرمایا کہ: پیغمبر اپنی ظاہری ہیئت میں بھی ایسے ہوتے ہیں کہ کوئی عضو ان کا ایسا نہیں ہوتا جو موجبِ نفرت ہو کیونکہ ان کی محبت ایمان کے لیے لازم ہے، اس لیے پیغمبر کی کوئی ادا کوئی عضو موجبِ نفرت نہیں ہوتا۔

حضرتؒ کے پسندیدہ اشعار

اللہ اللہ ایں چہ شیریں است کلام
شیروشکر می شود جانم تمام

ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے
اور تیری ہستی کا رنگ وبو نہ رہے

ارض وسماں کہاں تیری وسعت کو پاسکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں توسما سکے

استفادہ کے لیے ہے چار شرطیں لازمی
اطلاع واتباع وانقیاد واعتماد

یہ مقفّٰی قول ہے رنگین بھی سنگین بھی
حضرت مرشد کا یہ ارشاد رکھ تا عمر یاد

بیٹھے گا چین سے اگر کام کے کیا رہیں گے پر
گو نہ نکل سکے مگر پنجرے میں پھڑ پھڑائے جا

تو ہو کے ترش رو مجھے گالی ہزار دے
یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

وہ محرومِ تمنا کیوں نہ سوئے آسماں دیکھے
کہ جو منزل بمنزل اپنی محنت رائیگاں دیکھے

غیر ممکن ہے محبت میں پریشانی نہ ہو
عشق بن جائے جنوں اور غیر عنوانی نہ ہو
محبت امتحاں میں مشکلیں آسان کرتی ہے
مگر اس فتنہ گر کی ابتداء مشکل سے ہوتی ہے
کتنے ناداں ہیں جو کرتے ہیں ترقی پے غرور
ہم نے بڑھتے ہوئے سورج کو بھی ڈھلتے دیکھا ہے
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ
ید بیضاء لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
جنہیں میں ڈھونڈ تا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضاء لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
گوشت ، چمرا ، ہڈی جتنا تھا جسمِ زار میں
کچھ پک گیا ، کچھ بچ گیا ، کچھ بک گیا بازار میں
کل پاؤں کاسۂ سر پر جو آگیا
یکسر وہ استخوان شکستہ سے چر تھا
کہنے لگا سنبھل کہ چل اے راہئی بے خبر
میں بھی کبھی کسی کا سرِ پرِ غرور تھا

مپندار سعدی کہ راہِ صفا
تواں یافت جز برپئے مصطفٰے
خلاف پیمبر کسے رہ گزیر
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

کافر کی یہ پہچان کے آفاق میں وہ گم ہے
اور مؤمن کی یہ پہچان کہ گُم اس میں ہے آفاق

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں لیکن
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز ونزاکت والے

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
بس مان گیا میں تیری پہچان یہی ہے

بھلا بیٹھا ہے یورپ آسمانی باپ کو
بس خدا سمجھا ہے اس نے برق کو اور بھاپ کو

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ ایک عارضی شئی تھی
نہیں دنیا کہ آئین مسلم سے کوئی چارہ
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا
جو آکر نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا
جو جاکر نہ آئے وہ جوانی دیکھی
رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر
اور برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر
گو ہوا دشمن زمانہ ہو مگر اے دل ہمیں
دیکھنا یہ ہے مزاجِ یار تو بر ہم نہیں
سیرت اگر بری ہو تو صورت کو کیا کریں
کس کام کی وہ صورت کہ جس میں حیا نہ ہو
ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں
ناؤ کاغذ کی سدا چلتی نہیں
سونے چاندی کی چمک بس دیکھنے کی بات ہے
چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات ہے
رہے نہ دل کے لئے کوئی مستقل مرکز
یہی ہے عقل تو پھر اس سے دور ہی اچھا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

خونِ دل پینے کو لختِ جگر کھانے کو
یہ غذا ملتی ہے جاناں تیرے دیوانے کو

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہ کامل نہ بن جائے

اے داغ ہم نے وصل کی تدبیر بتادی
تقدیر کا ذمہ تو یہاں ہو نہیں سکتا

کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
کہیں گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا

قبیلہ قبیلہ کا بت ایک جدا تھا
یہ عزیٰ پہ وہ نائلہ پہ فدا تھا

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

انہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں
زباں میری ہے بات ان کی
انہیں کی محفل سجا رہا ہوں
چراغ میرا ہے رات ان کی

اب تو جاتے ہیں مے کدہ سے میر
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

ہم وہ نہیں کہ جن کو زمانہ بنا گیا
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں
ہم کو مٹا سکے یہ زمانہ میں دم نہیں
زمانہ ہم سے ہے ہم زمانے سے نہیں
صداقت کو صدیق کی جستجو ہے
عدالت مزاجِ عمر ڈھونڈھتی ہے
ادھر ہے حیاء عثمان پر صدقے
شجاعت علی کو ادھر ڈھونڈھتی ہے
جلوہ تیرا ممکن نہیں چشمِ بشر سے
ہر ایک نے دیکھا ہے تجھے اپنی نظر سے
چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم
پہلے ایسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم
اس چاند میں دھبہ ہے رخِ انور پر نہیں ہے
ثانی تیرا کونین کی کشور میں نہیں ہے
حق نے جس سانچہ میں ڈھالا تھا جمالِ لا زوال
توڑ کر اس کو انہیں یکتائے دوراں کردیا
صداقت ہو تو دل سینوں سے کھنچنے لگتے ہیں واعظ
حقیقت خود کو منوا لیتی ہے مانی نہیں جاتی

چوں ردو قبول ہمہ در پردۂ غیب ست
زنہار مگو عیبِ کسے را کہ عیب ست

فکرِ حبیب ذکرِ خدا یادِ رفتگاں
دو دن کی زندگی میں بھلا کوئی کیا کرے

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یونہی تمام ہوتی ہے

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز ایک کملی والے نے سمجھا دیا چند اشاروں میں

بے گناہوں میں چلا زاہد جو اس کو ڈھونڈھ نے
مغفرت بولی ادھر آ میں گنہگاروں میں ہوں

وہ کرشمے شانِ رحمت نے دکھائے روزِ حشر
چیخ اٹھا ہر بے گناہ میں بھی گنہگاروں میں ہوں

کچھ تو ہوتے ہیں محبت میں جنوں کے آثار
کچھ لوگ بھی دیوانہ بنا دیتے ہیں

تکلف بر طرف دوستو جب شام آتی ہے
نہ تقوی کام آتا ہے نہ توبہ کام آتی ہے

جامِ مے توبہ شکن توبہ میری جامِ شکن
دور تک ڈھیر ہیں ٹوٹے ہوئے پیمانوں میں

الفت میں تب مزہ ہے کہ وہ بھی ہو دردمند
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوس نا کے نداند جام و سنداں باختن

ہمارے شیشۂ دل کو سنبھل کر ہاتھ میں لینا
نزاکت اس میں اتنی ہے نظر سے جب گرا ٹوٹا

مردِ حقانی کی پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور

قدرت کو نا پسند تھی سختی زبان میں
پیدا نہ کی اسی لئے ہڈی زباں میں

کہہ رہا ہے موجِ دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگی داماں بھی ہے

دل کو تھاما ان کا دامن تھام کے
اور ہاتھ اپنے دونوں نکلے کام کے

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالیست
شاید کہ پلنگے خفتہ باشد

بسا سوار کہ آنجا پیادہ خواہد شد
بسا پیادہ کہ آنجا سوار خواہد شد
پڑا کبھی فلک کو دل جلوں سے کام نہیں
اور جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں
گناہ گار بے چارے چھوٹیں گے سارے
جہنم کو بھر دیں گے شاعر ہمارے
ساری دنیا کے ہوئے میر میرے سوا
میں نے دنیا چھو ڑدی جن کے لئے
نشہ پلاکے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزہ تو جب ہے کہ گرتے کو تھام لے ساقی
ہزار کام ہیں دنیا میں داغ کرنے کے
جو کچھ نہیں کرتے کمال کرتے ہیں
الفت میں تب مزہ ہے کہ وہ بھی ہو دردمند
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی
نہ توبہ پر نہ طاعت پر نہ زہد و اتقا پر ہے
ہمارا ناز جو کچھ ہے محمد مصطفیٰ پر ہے
قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کردے

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے
کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
کیا فردوسی مرحوم نے ا یران کو زندہ
خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ
مجھے ڈر ہے اے دلِ زندہ کہیں تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے
قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
ہر شخص کو جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پر وانے کو جلنا
غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا
خواہش کا نام عشق بناوٹ کا نام حسن
کیا بوالہوس نے دونوں کی مٹی خراب کی
وہ دنیا تھی جہاں تم بند کرتے تھے زباں میری
یہ محشر ہے یہاں سننا پڑے گی داستاں میری
جی ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہے تصورِ جاناں کئے ہوئے

دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں
یک جا رہتے نہیں عاشقِ بدنام کہیں
ایک ہی رٹ ہے نہیں ہے کا کہیں نام نہیں
دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں
اے قوم بحج رفت کجا ئید کجائید
معشوق دریں جا ست بیائید بیائید
حسنِ یوسف ،دمِ عیسی،یدِ بیضاء داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری
آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا کل کی خبر نہیں
نیکی میں جس بشر کی جوانی گزر گئی
یہ سچ ہے اس بشر کی ضعیفی سنور گئی
خم کھاتی ہے اس واسطے بڑھاپے میں کمر
جُھک جُھک کے ڈھونڈھتی ہے جوانی کدھر گئی
ہوش و حواس تاب و تواں داغ سب گئے
ساماں تو جا چکے ہیں بس اب ہم بھی جائیں گے
برسوں فلاسفہ کی چنیں و چناں رہی
لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہاں رہی

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں
ڈور کو سُلجھا رہا ہے اور سِرا ملتا نہیں

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر
شریکِ زمرۂ لا یحزنوں کر
خرد کی گُھتّھیاں سلجھا چکا میں
مرے مولی مجھے صاحب جنوں کر

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی
جان ٹھہری جانے والی جائے گی
پھول کیا ڈالوگے تربت پر میری
خاک بھی تم سے نہ ڈالی جائے گی

بے سود جلاتا پھرتا ہے سینے میں چراغ امیدوں کے
اس پر بھی کبھی کوئی غور کیا کہ ہر سانس ہوا کا جھوکا ہے

خدا دیتا ہے جن کو عیش ان کو غم بھی ہوتا ہے
جہاں بجتے ہے نقّارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہے

زاہد غرور داشت سلامت نہ برد راہ
دل از رہے نیاز بدار السلام رفت

اجالا اپنی یادوں کا ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہوجائے

یا رب تو کریم و رسولِ تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

فہمِ سخن تا نہ کند وہ مستمِع
قوتِ طبع از متکلم ظاہر نہ شوے

کامیابی تو کام سے ہوگی نہ کہ حسنِ کلام سے ہوگی
ذکر کہ التزام سے ہوگی فکر کہ اہتمام سے ہوگی

وقت دو گزرے ہیں مجھ پر سب سے مشکل ساری عمر میں
ایک تیرے آنے سے پہلے ایک تیرے جانے کے بعد

ہم نے بھی سیل جہانِ فانی دیکھی
ہر شئ یہاں آنی جانی دیکھی

جو آکر نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا
اور جو جاکر نہ آئے وہ جوانی دیکھی

نہ دیکھ آزمائشِ نشانِ بندگانِ محترم
آزمائش ہوتی ہے انہی کی جن پہ ہوتا ہے کرم

ہم ایسی کل کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کر بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

درسِ قرآن نہ زمانے نے بھلایا ہوتا
یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

ستاروں کے آگے جہاں اور بھی ہے
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہے
عجب سلگتی ہوئی لکڑیاں ہے رشتہ دار
الگ رہے تو دھواں دے پاس ہو تو جلنے لگے
ہم نے بھی سیرِ جہانِ فانی دیکھی
ہر شکل ہر شئی یہاں کی آنی جانی دیکھی
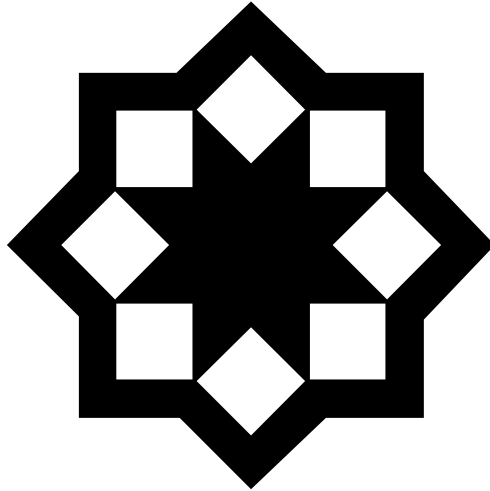
توریہ

فرمایا کہ: حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے خلیفۂ وقت مامون نے پوچھا جو خلقِ قرآن کا قائل تھا کہ آپ قرآنِ کریم کو مخلوق مانتے ہیں؟ یادرہیں کہ قرآنِ کریم مخلوق نہیں ہے، اس لئے کہ جو مخلوق ہوتی ہے وہ حادث ہے، اور قرآنِ کریم اللہ تعالی کا کلام ہے اور اللہ تعالی کی جتنی بھی صفات ہیں وہ دائمی ہیں، لیکن صورتِ حال ایسی تھی کہ اس کی طرف سے زیادتی ہورہی تھی، تو امام شافعی رحمہ اللہ سے جب پوچھا گیا کہ کیا آپ قرآنِ کریم کو مخلوق کہتے ہیں؟ تو فرمایا کہ قرآنِ کریم کیا زبور، تورات، انجیل، ''ھذہ اربعة مخلوقة'' یہ چاروں کی چاروں مخلوق ہیں، وہ یہ سمجھا کہ تورات بھی مخلوق، زبور بھی مخلوق، انجیل بھی مخلوق، قرآنِ کریم بھی مخلوق، اور امام شافعی رحمہ اللہ یہ بتلانا چاہتے تھے کہ یہ چاروں انگلیاں مخلوق ہیں، انہوں نے اس طرح گنوادیا انگلی سے اشارہ کرکے کہ قرآنِ کریم، زبور، تورات، انجیل، یہ چاروں مخلوق ہیں کہ ''ھذہ اربعة مخلوقة'' تو امامِ شافعی رحمہ اللہ اس سے انگلیاں مراد لے رہے تھے اور وہ کچھ اور سمجھ رہا تھا، تو وہاں چونکہ جابر و قاہر بادشاہ تھا اس لئے یہ شکل اختیار کی گئی اسکو توریہ کہتے ہے۔

تین گناہوں سے خاص طور سے بچیں

فرمایا کہ: حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی خاص طور سے تین گناہوں سے بچیں، حسد سے، تکبر سے اور حرص وخواہش سے اور دیکھئے عجیب بات ہے آسمان میں سب سے پہلا گناہ جو ہوا ہے وہ کبر کا ہوا ہے کبر سے کام لیا ابلیس نے تو وہ مردود ہوگیا اور جنت میں جو سب سے پہلے بات ہوئی حضرت آدم علیہ السلام سے وہ خواہش کی ہے کہ ان میں دانہ کھانے کی خواہش پیدا ہوئی، اب اس میں ہزاروں حکمتیں ہیں اللہ تعالی

کی کہ اس عالم میں آئیں گے، خلافت سے سرفراز کئے جائیں گے وغیرہ مگر اس کے نتیجہ میں ہوا یہ کہ جنت چھوٹی، اسی طرح دنیا میں قابیل کو اپنے بھائی ہابیل پر حسد ہوا، قصہ یہ ہوا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کثرت سے پیدا ہونا شروع ہوئی صبح کا حمل، شام کا حمل، تو یہ کیفیت ہوتی تھی کہ ہر حمل سے ایک بچہ اور ایک بچی پیدا ہوتی تھی، تو جب پیٹ بدل جائے اور حمل بدل جائے تو گویا نسب بدلنے کے قائم مقام تھا شروع میں، مثلاً ایک لڑکا لڑکی آج پیدا ہوئے اور دوسرے دن پھر ایک لڑکا لڑکی پیدا ہوئے، تو آج کا لڑکا کل کی لڑکی سے اور آج کی لڑکی کل کے لڑکے سے نکاح کرتے تھے، اب ایک بیٹا تھا قابیل اس کی بہن زیادہ خوبصورت تھی اور ایک بیٹا تھا ہابیل اس کی بہن زیادہ خوبصورت نہیں تھی، تو حضرت آدم علیہ السلام نے ضابطہ بیان فرمایا کہ قابیل کی شادی ہابیل کی بہن سے اور ہابیل کی شادی قابیل کی بہن سے ہوگی، مگر قابیل نے یہ بات کہی کہ میری بہن خوبصورت ہے میں اس کے ساتھ شادی کروں گا، ظاہر ہے قوموں میں رواج ہو تو ہو، باقی شریعت نے اسے پسند نہیں کیا، تو حضرت آدم علیہ السلام نے منع فرمایا مگر اس نے ضد کی اور اسے حسد پیدا ہوا اور اس کے نتیجہ میں بات بڑھتی گئی آگے۔ خلاصہ یہ کہ اس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر ڈالا، اس میں متشابہات لگ جاتی ہے، اس لئے اس کو یاد رکھنے کے لئے یہ ذہن میں رکھے کہ "قاتل" میں بڑا "قاف" ہے اور "قابیل" میں بھی بڑا "قاف" ہے، تو ایک مقام پہ تکبر ہوا جس میں ابلیس مردود ہوا، حضرت آدم علیہ السلام سے ایک بات ہوگئی بہت احتیاط سے لفظ بولنا چاہئے، بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ "آدم سے ہوئی نادانی اور جنت سے چھوٹا دانہ پانی" یہ مہمل اشعار ہے، اس میں بڑی احتیاط ہونا چاہئے، پیغمبر کے معاملات میں اللہ تعالیٰ کی عجیب عجیب حکمتیں ہوتی ہیں۔

تبلیغ کے راستہ میں بھی علم کی ضرورت ہے

فرمایا کہ: تبلیغ کے راستہ میں بھی علم کی ضرورت ہے، فضائل کا شوق انسان کو عمل پر لائے گا اور اس کے بعد جب شوق پیدا ہوگا تو وہ پوچھے گا اور خود بخود تلاش کرے گا تحقیق ہوگی تو مسائل کا علم اس کے عمل کو بنائے گا، اور اس اعتبار سے اس کے لئے کامیابی کی شکل ہوگی۔

تعویذ ملفوف ہوتو اس کو پہن کر آدمی بیت الخلاء جاسکتا ہے

فرمایا کہ: اگر تعویذ پورا ملفوف اور محفوظ ہو، چاہے اس میں قرآنِ کریم کی آیتیں لکھی ہوں تو اسکو پہن کر آدمی بیت الخلاء جاسکتا ہے۔

تیس پاروں پر مشتمل خدا تعالی کا انسانوں کے نام ایک خط

فرمایا کہ: امامِ غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ پہلے ایسا ہوتا تھا کہ جب کسی کے پاس کوئی ٹیلی گرام آیا، کسی کے نام کوئی خط آیا، کسی کے نام کوئی لفافہ آیا اور وہ اس کے مضمون کو نہ جانتا ہو اس کے مفہوم کو نہ سمجھتا ہو تو آج بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ آدمی دوسروں کے پاس لیکر دوڑتا ہے کہ یہ میرا ٹیلی گرام ہے اس کو پڑھ کر بتاؤ کہ اس میں کیا لکھا ہے، کیونکہ جب تک معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک طبیعت میں تشویش رہتی ہے اور بے چینی رہتی ہے اور یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اس میں جو بات ہوگی زیادہ سے زیادہ کوئی خوشی کی بات ہوگی، یا غم کی بات ہوگی اور خوشی بھی زیادہ سے زیادہ یہ کہ کوئی بچہ پیدا ہوا ہوگا، یا یہ کہ کوئی امتحان میں کامیاب ہوا ہوگا، یا یہ کہ کوئی ڈلّہ (مال ودولت) مل گیا ہوگا، اس سے زیادہ خوشی کی بات اس دنیا میں کیا ہے اور غم کی خبر یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ کسی کی موت ہوگئی ہو، بڑے سے بڑا غم یہی ہے، یا یہ کہ کوئی امتحان میں فیل (ناکام) ہوگیا ہو، یا کوئی اور ایمرجنسی حادثہ ہوگیا ہو، تو خوشی کی خبر، یا غم کی خبر، اور خوشی بھی محدود اور مختصر اور غم بھی محدود

اور مختصر، مگر آدمی اس مضمون کو سمجھنے کیلئے اور اس پر واقف ہونے کے لئے بے چین ہو کر دوسروں کے پاس دوڑتا ہے اور کہتا ہے کہ بھائی یہ ٹیلی گرام پڑھ کر بتاؤ، یہ خط پڑھ کر بتاؤ، یہ لفافہ پڑھ کر بتاؤ، امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں اللہ تعالی کا بڑا انعام ہے اللہ جل جلالہ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے تمام فرشتوں میں مکرم فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ اور یہ جملے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے ہیں کہ حضرتِ جبرئیل کے ذریعہ جو تمام فرشتوں میں مکرم ہیں، اور مہینہ نہایت بابرکت رمضان المبارک کا ''شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن،، اور مکان نہایت مکرم جس کو حرم شریف سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جن کے پاس یہ کتاب لائی گئی ہے وہ تمام انسانوں میں سب سے بہترین انسان، تو زمانہ بہترین، مکان بہترین، لانے والے بہترین، جن پہ لایا گیا وہ بہترین اور جو مضمون اور کتاب ہے وہ ساری آسمانی کتابوں میں سب سے بہترین، سب سے اشرف، تو اشرفِ کتب، اشرفِ رسل کے ذریعہ سے، اشرف مکان میں، اشرف زمان میں، اشرف انسان پر، حق تعالی کی طرف سے نازل فرمودہ ہے یہ حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ لکھ رہے ہیں۔امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوا خط ہے تیس پاروں پر مشتمل یہ خط انسانوں کے نام ایک پیغام ہے خدا تعالی کا اور تفصیلی پیغام ہے کہ یہ ،یہ، یہ، چیزیں تمہیں کرنی ہیں اور یہ، یہ، یہ، چیزیں تمہیں چھوڑنی ہیں، مگر خدا تعالی کی طرف سے آئے ہوئے یہ لفافے اور خدا کی طرف سے آئے ہوئے اس خط کے مضمون سے لوگ ناواقف ہیں، اس کو نہیں جانتے اور اس کو نہیں سمجھتے، اس کا تقاضہ یہ تھا کہ انسانوں میں بے چینی ہو جاتی اور خود دوڑتے اور پہنچتے جاننے والوں کے پاس کہ ہمیں معلوم ہو جائیں کہ ہمارے مہربان رب کی طرف سے اور ہمارے مشفق اور رحمٰن

پروردگار کی طرف سے ہماری طرف آئے ہوئے اس خط کا مضمون کیا ہے، ان کا خطاب ہم سے کیا ہیں، وہ ہم سے کیا کہنا چاہتے ہیں، وہ کچھ کروانا چاہتے ہیں، یا کسی چیز سے ہم کو بچانا چاہتے ہیں، یا وہ ہم سے متعلق کوئی مستقبل کی اور فیوچر کی خبر دینا چاہتے ہیں، یا کوئی بشارت ہے، یا کوئی ڈر کی چیز ہے، کیا پیغام ہے، یہ ہم سمجھنا چاہتے ہیں اس بے چینی کو لیکر ایک آدمی جاننے والے کے پاس پہنچتا اور اس کو سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ خط میرے نام پہنچا ہے اور کتنے اچھے اچھے اور قیمتی اور اعلی واسطوں سے پہنچا ہیں مجھے اس کو سمجھا دو مگر افسوس آج مسلمانوں کی اکثریت اس طرف سے بے توجہی برتے ہوئے ہیں۔

تبلیغ اور دعوت میں فرق ہے

فرمایا کہ: تبلیغ اور دعوت میں فرق کیا گیا ہے، دعوت ہر شخص دے سکتا ہے کہ کوئی نماز نہیں پڑھتا تو اس سے کہے بھائی نماز پڑھو جیسے گشت ہوتا ہے، تبلیغ ہر شخص نہیں کر سکتا اسکے لئے کچھ اصول ہے۔

تقریروں کا مقصد

فرمایا کہ: تقریروں اور وعظوں کا حاصل یہی ہے کہ آدمی کو کم ازکم یہ تو احساس ہو جائے کہ مجھ میں کمزوری ہے مجھے قبر میں جانا ہے صرف ہنسی مذاق اور دلچسپی وعظ سے مقصود نہیں۔

پھر فرمایا کہ: کچھ کمزوری تو واعظین کی ہوتی ہے واعظ و مقرر یہ چاہتا ہے کہ ایسا بیان ہو کہ واہ واہ ہو جائے، یہ تو ہوئی مقرر کی بات، سننے والے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ذرا بیان میں انٹرسٹ ہو، مزہ آجائے، کہیں الفاظ، کہیں آواز، کہیں اشعار دیکھے جاتے ہیں، بعض دیکھتے ہیں کہ مجمع کتنا ہے غرض یہ کہ مختلف نیتیں ہوتی ہیں، اور واعظین و سامعین کی نیتیں

صحیح نہ ہوں تو وہ نفع نہیں ہوتا جو ہونا چاہئے۔

ثابت قدمی

فرمایا کہ: آج کے دور میں سب سے بڑی کرامت استقامت ہے کہ آدمی دین پر جما رہے، حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے ایک عرصہ تک رہ کر واپسی کی اجازت چاہی، وہ سمجھ گئے، دریافت فرمایا کیوں جاتے ہو کیا بات ہے؟ انہوں نے صحیح صحیح بات بتلادی کہ حضرت! آپکی بزرگی کا بہت تذکرہ اور شہرت سنتے تھے مگر یہاں آکر کوئی خاص بات نہیں دیکھی، حضرت نے فرمایا کہ سنو! تم جتنی مدت میرے ساتھ رہے کھانے پینے میں، چلنے پھرنے میں، سونے میں اٹھنے میں جتنے میرے معاملات ہیں کوئی چیز ان میں خلافِ سنت دیکھی؟ اسنے کہا نہیں، فرمایا ،،الاستقامة فوق الف كرامة،، یہ استقامت کرامتوں سے ہزار درجہ بڑھ کر ہیں۔

جو حماقت میں نے بچپن میں کی تھی اس میں بڑے بڑے لوگ مبتلا ہے

فرمایا کہ: ایک فلسفی کہتا ہے کہ میرا ایک دوست سیٹی لے آیا اور اس نے وہ سیٹی بجائی، اسکی آواز بہت اچھی تھی، تو میں نے بھی اپنی ماں سے پیسے لئے اور سیٹی خرید لایا، میں بہت خوش تھا، ماں نے، باپ نے، بھائی نے، پوچھا کتنے کی لایا، میں نے قیمت بتائی تو انہوں نے کہا تم نے بیوقوفی کی، تم نے اس کے زیادہ پیسے دیئے، پیسے زیادہ خرچ کیئے تم نے، وہ کہتا ہیں مجھے بہت صدمہ ہوا اور میری ساری خوشی پہ پانی پھر گیا، لیکن جب میں بڑا ہوا اور میں نے دنیا پہ نظر ڈالی تو مجھے یہ اندازہ ہوا کہ میں نے بچپن میں جو بیوقوفی کی تھی اس میں بڑے بڑے لوگ مبتلا ہے، پوچھا گیا کیا مطلب اس کا، کہا سیٹی کی حقیقت یہ ہے کہ اس سے آواز نکلتی ہے، تو آدمی چاہتا ہے کہ میری شہرت ہو، میرا تذکرہ ہو، میری آواز ہو، جو حماقت میں نے بچپن میں کی تھی وہی حماقت دنیا کر رہی ہے، اسکے

لئے سب کچھ صرف کردیتی ہے، دین بھی ترک کردیتی ہے، پیسے بھی کھوتی ہے کہ میرا نام ہو، میرا تذکرہ ہو، میری شہرت ہو۔

جمالِ مصطفیٰ

فرمایا کہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مصر کی عورتوں نے حضرت یوسفؑ کا جمال دیکھا تو انگلیاں کاٹ لی، وہ میرے محبوب کو دیکھتی تو جگر کے ٹکڑے کرڈالتی۔

جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے

فرمایا کہ: ابوجہل ایک دفعہ ہاتھ میں کنکریاں لیکر آیا اور کہا اے محمد! آپ اگر یہ بتلادے کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو میں کلمہ پڑھ لوں گا، تو دیکھئے، جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے ہاتھ میں جو چیز ہے وہی اگر کہدے کہ میں کون ہوں، تو وہ کہنے لگا اگر ایسا ہوا تو میں ایمان قبول کرلوں گا آپ ﷺ اتنا فرمانا تھا کہ کنکریوں سے آواز آئی "اشھد ان لاالٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ" مگر ظالم نے بجائے ایمان لانے کے کنکریاں پھینکدی اور کہنے لگا کہ تم پر بھی جادو ہوگیا ہے۔

جنہوں نے دین کا اہتمام کیا ان کی زندگیوں کو میں نے اچھا دیکھا

فرمایا کہ: ہم نے مختلف ملکوں میں دیکھا امریکہ، کینیڈا، پاناما وغیرہ میں جنہوں نے دین کا اہتمام کیا ان کی زندگیوں کو میں نے اچھا دیکھا، فرانس کے علاقوں میں، افریقہ کے علاقوں میں، میڈلیسٹ کے علاقوں میں، پاکستان، ہندوستان، جہاں جہاں ہم نے سفر کئے ہم نے جن کی زندگیوں میں تقویٰ اور دین دیکھا ان کو خوش پایا، دنیا کے چار کھنڈ کا میں نے سفر کیا ہے تو میں یہ دیکھا کہ جن کی زندگیوں میں تقویٰ ہے وہ خوشحال ہے اور

جہاں تقویٰ نہیں ہے تو بڑے بڑے ارب پتی ہم نے دیکھے ہیں مگر ان کو سکون نصیب نہیں ہے، وہ پریشانی کا شکار ہے، بے لطفی کا شکار ہے۔

جبریلِ امین کی ڈانٹ کا اثر

فرمایا کہ: حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں پہنچے تو بعض تفسیروں میں میری نظر سے گذرا کہ حضرت جبریلِ امین نے تشریف لاکر جتنے جانور تھے کنویں کے ندا دی کہ یوسف صدیق تم میں آئے ہیں ان کا لحاظ کرو، ہر جانور سرک گیا، پیچھے چلا گیا، مگر سانپ ظالم جو ہے وہ آگے بڑھا اور پہلے سانپ کی آواز بڑی ہوتی تھی، جبرئیلِ امین نے دیکھا کہ یہ بڑا اخفش آگے بڑھ رہا ہے، تو اس کو ڈانٹ پلائی اس کا اثر یہ ہوا کہ سانپ کی آواز ختم ہوگئی، اس کے بعد سے سانپ جو ہے کتنی ہی طاقت میں ہو اور اس میں کتنی ہی گرمی کتنا ہی پوئیزن اور کتنی ہی حرارت ہو مگر پھوں سے زیادہ نہیں ہوتا، سانپ میں سب سے زیادہ خطرناک ناگ ہوتا ہے مگر اس کی بھی آواز پھوں، پھوں جیسے ٹیلیفون ہوتا ہے بلکہ وہ بھی نہیں اس سے بھی کم اور زیادہ سے زیادہ اس کا پاور یہی ہوتا ہے وہ سارے اوں، پھوں جو ہے یہ اس وقت شروع ہوئی جب سے حضرت جبرئیلؑ کی ڈانٹ پڑی ہے۔

جوانی ایسے ہے جیسے رات کا وقت ہے اور بڑھاپا ایسا جیسے صبح کا وقت ہے

فرمایا کہ: بعض حکماء لکھتے ہیں کہ جوانی ایسے ہے جیسے رات کا وقت ہے اور بڑھاپا ایسا جیسے صبح کا وقت ہے، وجہ اسکی یہ ہے کہ رات میں سیاہی اور تاریکی اور کالا پن ہوتا ہے، اور شباب میں بھی بال کالے ہوتے ہیں جذباتِ نفس ہوتی ہے جو ظلمات کا باعث ہے، تو اس کا مطلب یہ نکلا کہ اگر رات میں کسی کو ٹھوکر لگ جائے تو کسی درجہ میں جو

ہے یہ کہا جا سکتا ہے کہ بھائی اندھیرا تھا ٹھوکر لگ گئی، مگر دن نکلنے کے بعد ٹھوکر لگے تو لوگ کہتے ہیں جناب! دن میں تارے دیکھ کر چل رہے ہیں، اس لئے کہ اُجالا موجود پھر ٹھوکر لگنے کے کیا معنٰی ہے، تو شباب میں اگر کسی وجہ سے گڑبڑی ہوگئی تو شباب کی وجہ سے سمجھا جاتا ہے، اگر چہ تکلیف دہ وہ بھی ہے یہ مطلب نہیں کہ اسکی گنجائش ہے اور جائز ہے، مثلاً رات میں کسی کہ پیر میں ٹھوکر لگے اور اس کا انگھوٹھا ٹوٹ جائے تو تکلیف تو ہوگی صحیح، مگر یہ کہ دن میں لگے تو لوگ کہیں گے اور زیادہ عجیب بات ہے، تو شباب جو ہے وہ درحقیقت رات کے مشابہ ہے اور رات میں غفلت ہوتی ہے، غفلت میں ٹھوکر لگ جاتی ہے، اور بڑھاپا وہ دن کے مشابہ ہے اور دن جاگنے بیدار ہونے کا وقت ہے، تو معلوم ہوا کہ بالوں میں سفیدی شروع ہوئی پتہ چلا کہ دن کے آثار شروع ہوئے صبحِ صادق ہوگئی ہے، یا کہیں طلوعِ شمس کی شکل ہو رہی ہے، اور بال اتنے سفید ہوتے ہیں کہ "**واشتعت الراس شیبا**"، معلوم ہوتا ہے دوپہر کی کیفیت طاری ہوگئی ہے، تو غرض یہ کہ بڑھاپا تو دن کے مشابہ ہے اور شباب اور جوانی جو ہے وہ رات کے مشابہ ہے۔

جنت کا ماحول دیکھنا ہو تو طلباء کو جا کر آپ دیکھ لے

فرمایا کہ: طالبِ علمانہ زندگی ہم نے دیکھی ہے اسی لئے جنت کی وہ فضا جس کے باب میں ذکر کیا گیا کہ نہ خوف ہے نہ حزن ہے پڑھنے کے زمانہ میں جو فضا ہوتی ہے وہ ایسی ہی ہے طلباء کو جو ہے نہ خوف ہوتا ہے نہ حزن ہوتا ہے اور اگر جمعرات آگئی تو کیا لوگوں کو انگلینڈ، امریکہ، کینیڈا، میں وہ خوشی ہوگی جو طلباء کو نصیب ہوتی ہے کڑکی کے نقشوں میں، کڑکی کے نقشوں میں خدا تعالی وہ لذت نصیب فرماتے ہیں کہ انگلینڈ افریقہ اور امریکہ کے ڈالر و پاؤنڈ میں وہ لذت نہیں ہے جو پڑھنے کے زمانہ میں دارالاقامہ میں ہم لوگوں کو لذت آتی تھی، یا جنہیں آتی ہے کہ اگر جمعرات آگئی پھر ان سے بڑھ کر کوئی

بادشاہ نہیں اور اگر دس روپیہ کا منی آرڈر آ گیا تو بڑے بڑے ملینیر اور بلینیر ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے ہے اس کی خوشی کو آپ پوچھئے ،تو وہ معمولی کھانا کھاتے ہے معمولی کمروں میں رہتے ہیں معمولی حالت میں ہے مگر خوف کے اعتبار سے اور حزن کے اعتبار سے بالکل بادشاہ ہے کہ فقیری میں شاہی جسے کہتے ہے کہ نہ امروز وفردا کی فکر ہے، کوئی فکر نہیں ہے۔

جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد ہوگی

فرمایا کہ: جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد ہوگی ، ویسے ساری ان کی اولاد ہیں مگر باپ کے لئے شرف کی بات یہ ہے کہ سب سے بلند قسم کا جو بیٹا ہے اسکی طرف نسبت ہو،تو جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد ہوگی۔

جنت کے لباس کا نقشہ دنیا میں دیکھنا ہو تو پرندوں کے بالوں کو دیکھ لیجئے

فرمایا کہ: جنت کے لباس کبھی میلے نہیں ہوں گے جنت کے لباس میں میل کچیل نہیں ہوگا ، دنیا میں اس کا نقشہ اگر دیکھنا ہو تو پرندوں کے بالوں کو دیکھ لیجئے کسی مینہ کو دیکھ لے، کسی فاختہ کو دیکھ لے، کسی تیتر بٹیر کو دیکھ لے ،معلوم ہوتا ہے ابھی غسل کر کے جناب تشریف لائے ہے کبھی لباس میں میلا پن ہی نہیں آتا ہے،تو جنت کا لباس سمجھنا ہو تو ان پرندوں کو دیکھ لو۔

جہنم کا سب سے بھاری عذاب بھوک ہے

فرمایا کہ: ترمذی شریف کی روایت ہے کہ جہنم میں جتنے عذابات ہیں اس میں ایک عذاب بھوک کا بھی ہوگا اور ایسی شدید بھوک ہوگی جہنمیوں کو کہ دوسرے سارے عذاب اس کے سامنے ہلکے معلوم ہوں گے،تو بھوک جو پیٹ کی مار، جلن اور آگ ہے، یہ بڑی چیز ہے، اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے محفوظ رکھے ہم تو جو ہیں کمزور ہیں، بعض دفعہ

اس کی وجہ سے آدمی ایمان بھی کھو بیٹھتا ہے، تقویٰ تو کھو ہی دیتا ہے آدمی۔

جس نے اپنا اندر بنالیا اس کا مسئلہ آسان ہے

فرمایا کہ: ایک دفعہ ایسا ہوا کہ چینیوں نے کہا کہ تعمیرات میں نقش ونگار کے ہم ماہر ہیں اور رومیوں نے کہا کہ ہم زیادہ شان وشوکت والا نقش بناتے ہیں سلطان وقت نے کہا اچھا ہم تم دونوں کا امتحان کرتے ہیں اہلِ چین نے بادشاہ سے کہا کہ ہم کو ایک گھر نقش ونگار بنانے کے لئے دیدیا جاوے اور اس کو پردوں سے مخفی کردیا جائے تاکہ اہل روم ہماری نقل نہ کرسکیں ان شرائط پر انہوں نے پردے کے اندر نقاشی کا بہترین کام دکھایا۔ اہل روم نے کہا کہ ہم ٹھیک اسی منقش گھر کے سامنے جو اہل چین بنارہے ہیں دوسرا گھر نقش ونگار والا تیار کرتے ہیں تاکہ آپ اس تقابل سے فیصلہ کرسکیں کہ کون بہتر ہے، اہل روم نے بھی پردہ کے اندر مخفی کام شروع کیا مگر انہوں نے کوئی نقش نہ بنایا بس خوب صیقل اور صفائی کرتے رہے یہاں تک کہ پورا گھر مثل آئینہ چمکنے لگا بوقت امتحان اور مقابلہ جب درمیان سے پردہ ہٹایا گیا تو اہل چین کے تمام نقش ونگار کا عکس رومیوں کے بنائے ہوئے گھر پر اس طرح پڑا کہ وہ زیادہ خوبصورت معلوم ہورہا تھا۔ بادشاہ آیا اور اس نے ان نقوش کو دیکھا جو اہل چین نے بنائے تھے ایسے خوبصورت نقوش تھے جو عقل و فہم کو اڑا رہے تھے۔ شاہ نے وہاں جو دیکھا تھا یہاں اس سے بہتر نظر آیا حتی کہ کمال حسن نقاشی کی کشش سے حلقۂ چشم سے نکلی پڑتی تھیں، تو بادشاہ نے رومیوں کو انعام دیا جنہوں نے دیوار چمکائی تھی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایسا کمال تھا کہ اپنا کمال تو بتایا دوسروں کا کمال بھی انہوں نے کھینچ لیا، سلب کرلیا، اُن کا اِدھر چلا آیا اِن کا اُدھر نہیں گیا ہے، تو معلوم ہوا کہ جو اپنے باطن کو بنائے گا وہ دوسروں کو سلب کرسکتا ہے اور اس کے پاس سے کچھ نہیں جائے گا، اور اگر اندر اس کے کچھ بھی نہیں بنا ہے کھوکھلا ہے اندر بالکل تو

اوپر کے ڈیکوریشن سے ہوتا کیا ہے، کچھ بھی نہیں۔

جالینوس کا اقرار

فرمایا کہ: جالینوس کو کسی نے خبر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مادرزاد اندھے کی آنکھ پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو وہ بینا ہوجاتا ہے، اس نے کہا طِب میں آج تک اس کا علاج دریافت نہیں ہوا، اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو وہ نبی ہیں، چونکہ اُس زمانے میں طِب کا غلبہ تھا، اِس لیے آپ کو معجزہ بھی ایسا ہی دیا گیا۔

چلت پھرت کا مقصد

فرمایا کہ: حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ اس چلت پھرت (تبلیغی جماعت) کا مقصد یہ ہے کہ زندگیوں میں دین آجائے۔

چھ نمبر کا انتخاب بڑا عجیب ہے

فرمایا کہ: چھ نمبر (تبلیغی جماعت کے چھ نمبر مراد ہے) کا جو انتخاب ہے یہ بڑا عجیب ہے، بلکہ میں اپنے اس مزاج کے تحت جو میری عادت ہے میں یہ کہدوں کہ اس کو صحیح طریق پر انجام دے تو چھ سمت میں اور چھ جہت میں اس کی برکات پھیلے گی، اس لئے کہ جہتیں بھی چھ ہی ہیں، ایک اوپر ایک نیچے، ایک دائیں اور ایک بائیں، اور ایک آگے اور ایک پیچھے، تو چھ نمبر کی برکات چھ سمت اور چھ جہت میں پھیلے گی بشرطیکہ اس کو اصول کے ساتھ انجام دیا جائے۔

حکومت کے لئے عظمت وشوکت ضروری ہے، نہ کہ نزاکت

فرمایا کہ: حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ نے ایک پنڈت سے پوچھا کہ آپ کے یہاں خدائے پاک کے عرش کا کیا تصور ہے، اس نے کہا کہ تالاب کے پھول میں

کنول میں پرمیشور رہتے ہیں، تو حضرت فرماتے ہیں کہ میرا ذہن فوراً ''وکان عرشہ علی الماء، ، کی طرف گیا کہ اللہ تعالی کا عرش پانی پر ہے،'' وکان عرشہ علی الماء، ، اسی لئے شیطان متکبر ہے، تو وہ شام میں سمندر پر پانی پر اپنا عرش بچھاتا ہے وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ میری بھی پوزیشن ویسی ہی ہے معاذ اللہ، تکبر کی بنا پر، تو حکیم الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرا ذہن ادھر منتقل ہوا حضرت فرماتے ہیں کہ عرش جس سے عظمتوں کا ظہور ہوتا ہے بڑائی کا ظہور ہوتا ہے، وہب ابن منبہ کی روایت حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے گیارہویں پارے میں نقل کی ہے کہ اللہ تعالی کا عرش سرخ یاقوت کا ہے اور اتنا بڑا اتنا بڑا کہ تصور بھی نہیں ہوسکتا، تو وہاں تو عظمتیں بتانا ہے، حضرت فرماتے ہیں کہ حکومت کے لئے عظمت شوکت ضروری ہے اور پھول پنکھڑیاں تو نزاکت کی بات ہے، یہ تو لطافت کی چیز ہے اس کا حکومت سے کیا جوڑ تو'' وکان عرشہ علی الماء، ، کی حقیقت کو نہیں سمجھے اور تعبیر کی غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے کنول کے پھول میں اللہ تعالی کے لئے جگہ قرار دی۔

حسد بھی عجیب بلا ہے

فرمایا کہ: حسد بھی عجیب بلا ہے رشتہ داروں میں بھی ہو جاتی ہے، آپ خود دنیا میں دیکھ لیجئے کہ رشتہ داروں کو رشتہ داروں سے حسد ہو جاتا ہے، بلکہ جگر مرحوم نے تو بڑی عجیب بات کہی کہ رشتہ داری کا مسئلہ تو ایسا ہے کہ بہت دن ہو جائے اور ملاقات نہ ہو تو کہتے ہیں کہ تم بھول گئے، تم کو محبت نہیں رہی اور یہ اور وہ، تو محبت کا ایک دھواں اٹھتا ہے، اور جہاں ملنے لگے تو پھر گرانی ہے، پھر شکوہ ہے، آپس کی رنجش ہے تو وہ لکھتے ہیں کہ ؎

عجب سلگتی ہوئی لکڑیاں ہیں رشتہ دار
الگ رہیں تو دھواں دے اور ملے تو جلنے لگے

یہ لکڑی جب الگ ہو جائے تو محبت کا دھواں اٹھتا ہے اور ملنے کی شکل میں جلنا شروع ہو جاتی ہے، تو رشتہ داری میں تو شکوہ ہے ہی، آپ یہاں سے ہندوستان تشریف لے جائیں اور پچاس ہزار کا مال لے جائیں رشتہ داروں میں تقسیم کرنے کیلئے، اس کے بعد جب آپ واپس آئیں گے تقسیم فرما کر تو بعض رشتہ دار یہ کہیں گے کہ میرے لئے تم نے کیا کیا؟ تو یہ شکل ہے کیونکہ بعضوں کا مزاج ہی ہے شکوہ شکایت کا، تو آدمی سب کو کیسے راضی رکھ سکتا ہے۔

حکیم صاحبؒ کی حکمت بھری بات

فرمایا کہ: حکیم فخر الدین صاحب رحمہ اللہ جب آپ بہت چھوٹے تھے تو آپ سے آپ کے ماموں نے دریافت کیا کہ تم اربابِ وصال سے ہونا پسند کرتے ہو، یا ارباب ہجر سے؟ اربابِ وصال یعنی محبوب کی ملاقات رہے اور ارباب ہجر یعنی جس میں محبوب سے جدائی رہے نہوں نے کہا کہ ارباب ہجر سے، وجہ پوچھی تو کہا کہ اس میں بیتابی اور بیقراری بہت ہوتی ہیں۔

حاجی اور نمازی

فرمایا کہ: بعض لوگوں کو خود کو حاجی کہنے کا اور دوسروں کے منہ سے اپنے بارے میں لفظِ حاجی سننے کا بہت شوق ہوتا ہے، ایک صاحب سے پوچھا گیا کہ تمہارا نام کیا ہے، تو کہا حاجی فلاں، انہوں نے کہا آپ کا نام کیا ہے، تو کہا نمازی فلاں، کہا یہ کیا، تو کہا آپ نے زندگی میں ایک دفعہ حج کیا حاجی کہلانے لگے، یہاں برسوں سے نماز پڑھ رہے ہیں تو نمازی کہنے میں کیا حرج ہے۔

حج میں خلافِ مزاج کاموں پر صبر پیدا کرنے کا ایک نسخہ

فرمایا کہ: حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی دامت برکاتہم (رحمہ اللہ)

نے بہت اچھی بات کہی، فرمایا کہ: سفرِ حج میں حاجیوں سے اگر تکلیف پہنچے تو سمجھ لو کہ شاہی مہمانوں سے تکلیف پیش آئی اور صبر سے کام لو اور اگر مقامی لوگوں سے تکلیف پیش آئے تو سمجھ لو کہ درباریوں سے تکلیف پہنچی ہیں اور صبر سے کام لیں۔

حجِ بیت اللہ میں مسائل کی تیاری بہت ضروری ہے

فرمایا کہ: حج کے سفر میں مسائل کی تیاری بہت ضروری ہے، بہت مسائل ہیں حج کے، بڑے بڑے علماء کو ضرورت ہوتی ہے پوچھنے کی اور کتاب دیکھنے کی اور وہ مقام ایسا ہے کہ وہاں حواس گم ہو جاتے ہیں، صاحبِ کنز کے بارے میں بعضوں نے کہا اور بعضوں نے ملا علی قاری رحمہ اللہ کے بارے میں کہا کہ انہوں نے جب طواف شروع کیا تو دائیں طرف کی بجائے بائیں طرف سے شروع کیا، تو کسی نے بتایا کہ یہ مسئلہ اس طرح ہے اور انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے اور وہی مصنف تھے۔

حجِ مبرور کی ایک علامت

فرمایا کہ: سفرحج سے آکر زندگی کا رخ اگر بدل گیا تو سمجھ لو کہ حج مبرور ہے اور اگر آنے کے بعد وہی زندگی میں اگڑم بگڑم ہے یا اور زیادہ ڈاؤن ہوگئی حالت اسکی تب تو بہت ڈرنے کی بات ہے کہ وہ بھٹی ہے وہاں پر اصلیت کھلتی ہے۔

حرم اور رحم

فرمایا کہ: حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! حرم شریف بہت چھوٹا ہے اور اتنے زیادہ افراد اس میں سما جاتے ہیں، سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ کس طرح سما جاتے ہیں؟ تو حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حرم کی مثال رحم کی سی ہے اور رحم کا حال یہ ہے کہ بچہ بڑھنے لگتا ہے تو اس میں بھی بڑھوتری ہوتی جاتی ہے، اسی طرح سے جب لوگ کثرت سے حرم پاک میں آتے ہیں تو منجانب اللہ یہ ایک نظام ہے کہ حرم

شریف بڑھ جاتا ہے۔

حاجی کے لئے عرفہ کا روزہ مستحب نہیں ہے

فرمایا کہ: فقہاء لکھتے ہیں کہ حاجی عرفہ کا روزہ نہ رکھے اس لئے کہ دن میں دعاؤں کی اور وقوف کرنے کی اور اِدھر اُدھر آنا جانا پڑتا ہے اور ہجوم کی شکل ہے، تو وہ جو مشغولی ہے تو مشقّتِ روزہ سے اس پر اثر پڑتا ہے، ویسے وہ روزہ غیر حاجی کے لئے مستحب ہے مگر حاجی کے لئے اس لئے مستحب نہیں ہے کہ روزے سے اس کے اعمال پر زد پڑتی ہے، کوئی آدمی بہت ہی قوی ہو تو الگ بات ہے، باقی یہ کہ مسئلہ یہ ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام میں ہر چیز کا لحاظ ہے۔

حبِّ جاہ حبِّ مال سے زیادہ خطرناک ہے

فرمایا کہ: امامِ غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بعض لوگ تو مال کے طالب ہوتے ہیں اور بعض لوگ جاہ کے طالب ہوتے ہیں، تو جو جاہ کے طالب ہیں وہ لوگوں کے مال پر قبضہ کرنے کی بجائے لوگوں کے دلوں پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں، یہ زیادہ خطرناک ہیں، کہ یہ تو طالبِ مال ہے اور وہ طالبِ پوزیشن ہے اور قلوب پر متصرِّف ہونا چاہتا ہے۔

حکیم الاسلام فی دار السلام

فرمایا کہ: حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ دار السلام تشریف لے گئے تھے اور بیان فرمایا تو وہاں قرآنِ کریم کی یہ آیت پڑھی، ،**واللہ یدعوا الی دار السلام یھدی من یشاء الی صراط مستقیم** ،، پھر فرمایا کہ تم اسلئے خوش نہ ہونا کہ تمہارے شہر کا ذکر قرآن کریم میں ہے، بلکہ خوشی کی بات یہ ہے کہ قرآن کریم کا ذکر تمہارے شہر میں ہو رہا ہے۔

حکیم الاسلام رحمہ اللہ کا ایک حکیمانہ ملفوظ

فرمایا کہ: حدیث شریف جو ہے دین کی ایسی اصل ہے جو مرکزی ہے اور بقول حکیم الاسلام رحمہ اللہ کہ حدیثِ پاک شرعی اصل ہے جس سے شریعت کھلتی ہے اور قرآنِ کریم تشریعی اصل ہے جس سے شریعت بنتی ہے اور فقہ تفریعی اصل ہے جس سے شریعت پھیلتی اور منضبط ہو کر آئین کی صورت اختیار کرتی ہے، تو قرآنِ کریم سے بنتی ہے، حدیث شریف سے کھلتی ہے اور فقہ سے پھیلتی ہے۔ اور قرآنِ کریم میں جو فرمایا کہ ” وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ ،، ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کیا“ اس سے قرآنِ کریم مراد ہے۔

اور ” لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ ،، تا کہ جو چیز ان کی طرف نازل کی گئی ہے آپ اس کی وضاحت کریں“ اس سے حدیث ثابت، اور” وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْن ،، اس سے فقہ ثابت۔

اب ایک سوال یہاں رہ جاتا ہے کہ جب آپ ﷺ قرآنِ کریم کی وضاحت فرمادے پھر فقہ کا کیا حاصل؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ” وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْن ،، اس سے ادھر اشارہ ہے کہ نبوی کلام میں جتنی مراداتِ ربانی کھولی گئی ہیں اور نبی کریم ﷺ نے جس طرز پر قرآنِ کریم کی تصریح فرمائی ہے اسی دائرہ میں فکر مطلوب ہے، اس سے ہٹکر مذموم ہے، اس لیے کہ فرمایا ” وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْن ،، تو” لتبين للناس “ یہ تو گویا غایت ہوئی کہ آپ وضاحت کریں اور آپ کی وضاحت کے بعد تفقہ ” وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ،، ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ کی بیان کردہ اشیاء میں سے تفکر وفکر سے آدمی کام لے تو اس سے حقائق کھلیں گے اور علماء ربانیین مجتہدین نے اسے ہی اختیار کیا ہے۔

حسنِ خدمت بہترین تعویذ ہے

فرمایا کہ: آج کل باواؤں کا اور باپوؤں کا اور تعویذوں کا بڑا چکر ہے، میں نے ایک جگہ ایک تقریر میں کہا کہ عورتیں یہ چاہتی ہیں کہ ان کے جو ہسبنڈ ہے ان کا دل ان کی مٹھی میں رہے، تو میں نے کہا آج میں مجمعِ عام میں اس کا تعویذ بتاتا ہوں تو سب عورتیں متوجہ ہوگئیں اس لئے کہ تعویذ کا ذکر آگیا، میں نے کہا بیچاری ماں بہنیں سوچتی ہوگی کہ کیا تعویذ ہے؟ میں نے کہا بہترین تعویذ حسنِ خدمت ہے یعنی شوہر کے حقوق پہچان کر شرعی نقطۂ نظر سے خدمت، پھر میں نے سمجھایا دیکھو ایک عورت ہے اس کا شوہر گھر میں آتا ہے آنے کے بعد کہتا ہے کہ یہ کوٹ ہمارا تانگ دو، پانی لے آؤ، دسترخوان بچھادو، پنکھا چلادو اور وہ یہ سب کام شوہر کے کہنے سے کر رہی ہے اور ایک شکل یہ ہے کہ عورت کی مزاج شناسی کی بات ہے کہ وہ دیکھتی ہے کہ شوہر کے گھر میں آنے کا وقت ہے وہ پہلے سے تیار ہے اور یہ سب کام اس کے کہے بغیر کرلے تو شوہر کا دل کتنا خوش ہوگا، تو حسنِ خدمت یہ سب سے بہتر تعویذ ہے۔

خلافت کا استحقاق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہیں؟

فرمایا کہ: حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے کسی نے یہ بات کہی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کا استحقاق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تھا اور یہ کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہیں تھا۔

حضرت نے فرمایا کہ: ایک بات سنو! ایک استاذ ہو اور اس کے بہت سے شاگرد ہو وہ اپنے شاگردوں میں کسی کو منتخب کرے اپنی نیابت کے لئے یعنی اپنی جگہ اس کو رکھے تو استاذ کا نائب بنانا اور اس کو اپنی جگہ رکھنا اور اپنے بعد اس کو اپنا اہل قرار دینا اس کا اعتبار ہوگا، یا ایرے غیرے نتھو خیرے کوئی بھی جو کہے اس کا اعتبار ہوگا، کس کا اعتبار ہوگا؟ اس

نے کہا کہ استاذ کے فیصلے کا اعتبار ہوگا۔فرمایا کہ یہی تمہارے سوال کا جواب ہے۔

خواب کی تعبیر دو آدمیوں سے پوچھو

فرمایا کہ: ترمذی شریف کی حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ خواب دو آدمیوں سے بیان کیا جائے، یا تو آدمی لبیب سے خواب بیان کرے، یا حبیب سے خواب بیان کرے،لبیب کا مطلب یہ ہے کہ وہ عقلمند ہواور صاحبِ علم ہواور وہ اپنے علم و عقل کی وجہ سے اور فہم ودانش کی وجہ سے اچھی اور عمدہ تعبیر دے، یا حبیب سے بیان کرے کہ خواب سن کر اسے حسد نہ ہو بلکہ محبت کی وجہ سے اس کو کوئی اچھا مفہوم ومعنی پہنائے۔

خدائی راہ میں خودرائی سے کام نہیں چلے گا خودکورائی کرنا پڑے گا

فرمایا کہ: حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نوراللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ خدائی راہ میں خودرائی سے کام نہیں چلے گا،خودکورائی کرنا پڑے گا، رائی جانتے ہیں نا بہت باریک ہوتی ہے یعنی اپنے کو مٹانا پڑے گا ۔شاعر کہتا ہے ؎

مٹنے والوں کی رہی ہمیشہ اونچی منزل　　　پیس گیا سرمہ تو آنکھوں میں جگہ پائی

کہ جو اپنے کو مٹاتا ہے وہ آنکھوں میں بسایا جاتا ہے سرمہ کو دیکھئے پیسا گیا پیسا گیا جب بہت پیسا تو پھر اس کے بعد وہ آنکھوں میں بسایا گیا۔

خاص وقت میں دعاؤں میں یادرکھے

فرمایا کہ: حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ حضرت! خاص وقت میں دعاؤں میں یادرکھئے،تو میں ان سے کہتا ہوں کہ جب تم یاد آگئے تو وہ وقت خاص کیا ہوا؟ وقتِ خاص تو یہ ہے کہ آدمی سارے ناسوتی عالم کو اور ساری دنیا کو بھلادے اوراُدھر ہی گم ہوجائے، جب غیر یادآگئے تو وہ وقتِ خاص کیا رہا۔

دو ہی بنیاد ہیں جھگڑے کی

فرمایا کہ: دو ہی بنیاد ہیں جھگڑے کی ایک حب جاہ، دوسرے حب مال، آگے سے پیٹ ہے اور پیچھے سُرین ہے اور پیچھے سُرین اور دُبُر کا تعلق کرسی سے ہے، پیٹ کا تعلق کھانے سے ہے، تو مال کا مسئلہ نکلا اور جاہ کا مسئلہ نکلا۔

دعاؤں کے شروع میں " اللّٰھم " اور " رَبَّنَا " کیوں؟

فرمایا کہ: ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ دعاؤں سے پہلے عامۃً " اللّٰھم " آتا ہے یا " ربنا " اس کی کیا وجہ؟ تو ''ملا آں باشد کہ چپ نہ شود'' تو میں نے کہا کہ ایک بات تو یہ کہ یہ لفظ " اللّٰھم "اصل میں تھا" یا اللہ " اور عربی کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی چیز ہٹا دی جاتی ہے تو اس کے عوض میں کچھ دے دیا جاتا ہے جیسے مثال کے طور پر'' مضارع'' پر" لم ''آجائے تو وہ ماضی کہ معنی میں ہوجاتا ہے تو ظاہر ہے کہ'' دنیائے مضارع'' میں ایک قسم کی تشویشات پیدا ہوگی کہ ماضی نے ہمارا ایک کھینچ لیا، تو صرفیوں نے انصاف یہ کیا کہ " إنْ " لگا دیا گیا ماضی پر تو وہ' استقبال '' کے معنی میں آجاتا ہے تو ایک لفظ انہوں نے کھینچا تو ایک انہوں نے کھینچا اس طرح سے۔

تو اصل میں یہ " یا اللہ "تھا تو" یا " ہٹالیا تو اب" اللّٰہُ '' ہے، تو آخر میں میم بڑھا دیا، تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سارے حروفِ تہجی میں سے میم ہی کا انتخاب کیوں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ میم جمع کے لیے آتا ہے یہ عربی کا قاعدہ ہے" ھو ، ھما ، ھم ، مم ، علیکم " ، پھر اشکال یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے لیے تو توحید لگی ہوئی ہے، وحدت اس کے لیے ذاتیات سے ہے، پھر جمع کیوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ذات ایک ہے، مگر صفات اس کی متعدد ہیں،، تو اس صورت میں گویا بندہ ذات مع جمیعِ صفات حق تعالیٰ سے دعا کر رہا ہے اور" ھم " میں ضمیر سے التباس تھا اس لیے مشدد کر دیا اور فتحہ " أخف الحرکات " ہے، اس لیے وہ دے دیا گیا۔

دو کام ہیں، ایک نبیوں والا، دوسرا بنیوں والا

فرمایا کہ: تبلیغی جماعت کے کام کو نبیوں والا کام کہا جاتا ہے ایک ہے پیسوں کا جمع کرنا اور مال کا جمع کرنا یہ بنیوں والا کام ہے اور یہ حرکت ذرا بدل دے تو وہی نبیوں والا کام ہوگا، تو نبیوں والا کام اعمال پر محنت ہے اور بنیوں والا کام مال پر محنت ہے، تو یہ آخرت بنانے والی محنت ہے۔

دو کاموں میں شرم سے کام نہیں چلتا

فرمایا کہ: دو کاموں میں شرم سے کام نہیں چلتا ایک علم حاصل کرنے میں، دوسرا ناچنے میں، اس لیے فرمایا کہ علم میں جیسی عزت ہے ویسی اس کے حصول میں ذلت بھی ہے۔ اور صاحبِ کشف الظنون تو لکھتے ہیں کہ استاذ کے سامنے دو زانو بیٹھنا اور طلب ظاہر کرنا یہ تواضع ہے اور اسی پر علم کا فیضان ہوتا ہے، چنانچہ ہم نے بھی تجربہ کیا کہ استاذ سے اس ہیئت میں بیٹھکر کوئی چیز پوچھی تو پوچھتے ہی وہ چیز حل ہوگئی۔

دین، بدن، اور روح کی سلامتی کے اسباب

فرمایا کہ: شیخ یحییٰ منیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بدن کی سلامتی کم کھانے میں ہے اور دین کی سلامتی لوگوں سے کم ملنے میں ہے اور روح کی سلامتی نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود شریف پڑھنے میں ہے۔

دنیوی علوم بھی بیکار نہیں ہے

فرمایا کہ: علم انسان کے لئے نافع ہی ہے چاہے علم دنیوی ہو یا علم دین اصل علم تو علم دین ہی ہے مگر دنیوی علوم بھی بیکار نہیں ہے۔ دیکھئے ایک وکیل ہوتا ہے اپنی آفس میں بیٹھتا ہے ایک خط لکھنے کے لئے ہزاروں روپئے کی فیس لیتا ہے اسی طرح دیگر لوگ مگر بے چارہ جاھل پورا پورا دن محنت کرتا ہے مگر چند روپیہ لیکر آتا ہے اس لئے طلباء کو کہتا ہوں

’’جاہل،، کے معنی جا اور ہل تیرے مقدر میں چین سے بیٹھنا نہیں ہے۔ (بروایت حضرت مولانا منور حسین صاحب سورتی دامت برکاتہم العالیہ)

ڈیکوریشن

فرمایا کہ: ڈیکوریشن اصل میں تھا ’’دیکھو رے شان،، جس زبان کو آج سب سے زیادہ اہمیت دی جارہی ہے اس نے یہ لفظ ہماری زبان سے چرالیا اور معمولی سا تغیر کر کے کہہ دیا ’’ڈیکوریشن،، (بروایت حضرت مولانا محفوظ الرحمٰن (شاہین جمالی) صاحب دامت برکاتہم العالیہ)

ذکر کی تین قسمیں ہیں

فرمایا کہ: ذکر کی تین قسمیں ہیں، ایک ذکر ہے عملی کہ جس موقعہ سے متعلق جو حکم خدا تعالیٰ کا ہے اس کو اختیار کرنا یہ عملاً ذکر ہے مثلاً لین دین کررہے ہیں دھوکہ نہیں دیا، جھوٹ نہیں بولا، شرعی حکم کو ملحوظ رکھا تو یہ لین دین جو ہوا ذکر والا ہوا یہ عملاً ذکر ہے، آپ ترازو تول رہے ہیں ڈنڈی نہیں مارتے یہ عملاً ذکر ہے اور اگر ہاتھ میں تسبیح لے کر بیٹھے ہیں اور ڈنڈی بھی مار رہے ہیں تو لسان سے ذاکر ہے مگر عمل سے غافل ہے۔

اور دوسری صورت ہے ذکرِ لسانی زبان کا ذکر حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ ’’ **لا یزال لسانک رطباً من ذکر اللّٰہ أو کما قال علیه الصلاۃ و السلام** ‘‘

ایک صحابی نے آپ ﷺ سے نصیحت کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہمیشہ تر رہے ’’ **رطب اللسان** ‘‘محاورہ بھی ہے کہ آدمی کسی کا تذکرہ کرتا رہتا ہے تو کہتے ہیں کہ فلاں نہ فلاں نے کے ذکر میں رطب اللسان رہتا ہے یعنی اس کی زبان اس کے ذکر سے تر رہتی ہے۔ اور صوفیاء تو لکھتے ہیں کہ واقعۃً بھی حلاوت محسوس ہوتی ہے حسی طور پر بھی۔

اللہ اللہ ایں چہ شیریں است کلام شیروشکر می شود جانم تمام

تو یہ ذکرِ لسانی ہے۔

اور تیسرا درجہ جو ہے وہ سب سے اعلیٰ ہے وہ ذکرِ قلبی ہے مگر ہے دشوار، زبان سے ذکر وہ ذکر ہے اور وہی قلب میں چلا جائے تو اس کو ذکر بھی کہتے ہیں اور فکر بھی کہتے ہیں۔

روزے کا مزاج انسان کے نفس کے کنٹرول کیلئے ہے

فرمایا کہ: روزے کا مزاج انسان کے نفس کے کنٹرول کیلئے ہے، یہ نہیں کہ صرف ۲۹ دن یا ۳۰ دن بھوکے رہیں، حدیثِ پاک کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے بھوکے پیاسے رہنے کی حاجت نہیں ہے، روزے کا عمل صرف اسلئے ہے کہ ہمارے اندر سدھار ہو جائے۔

اسکو ایک مثال سے سمجھیں! دیکھئے آپ کے گھر کا برتن ہے وہ بگڑ جائے، میلا ہو جائے اس میں میل اور خرابی ہو جائے تو آپ سوچتے ہیں اسکی قلعی کرادی جائے، اسکی شکل یہ ہوتی ہے کہ قلعی گر برتن کو لیتا ہے اور آگ پر رکھتا ہے اور اسے تپاتا ہے گرماتا ہے اس تپانے اور گرمانے کے بعد پھر شکل یہ ہوتی ہے کہ جب خوب اسکا میل ابھر آتا ہے اسے ہٹا کر ذرا سی قلعی لگادی اور ہاتھ پھیرا سارا برتن جگمگانے لگتا ہے سارا برتن چمکنے لگتا ہے، تو شروع میں تپایا گیا اور بعد میں قلعی لگا کر جگمگایا گیا۔

یہ رمضان کیا ہے؟ یہ رمضان دن میں تپانے کیلئے ہے، دن میں گرمانے کیلئے ہے، روزے کے ذریعہ سے نفس کا میل اوپر آجائے، روزے کے ذریعہ خواہشات کا میل اوپر آجائے، اندر کی گندگی ابھر جائے اور پھر تراویح میں قرآنِ کریم کی قلعی لگا کر اسکے باطن کو جگمگایا جاتا ہے کہ رات کو قرآن مجید سنے تو دن بھر کا تپا ہوا نفس اور دن بھر کا گرم نفس

رات میں قرآن سنکر اسکے باطن میں ایک قسم کا جلاء اور روشنی اور لائٹ کی شکل پیدا ہو جائے اسکا باطن منور ہو جائے۔

زمزم سب سے افضل ترین پانی ہے

فرمایا کہ: نبی کریم ﷺ کی جب معراج ہوئی ہیں تو قلبِ اطہر کو نکالا گیا اور سونے کے طشت میں اسے رکھا گیا اور آبِ زمزم سے اسے دھویا گیا اس سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ تمام پانیوں میں افضل ترین پانی اگر کوئی ہے تو آبِ زمزم ہے، ورنہ قلب اطہر کے دھونے کے لئے کسی اور پانی کا انتخاب ہوتا۔

زکوۃ نماز کی تکمیل کے لئے ہے، اور روزہ حج کی تمہید کے لئے ہے

فرمایا کہ: عقیدے کے بعد جو چار بڑی عبادتیں ہیں، ارکان، نماز، زکوۃ، روزہ اور حج، اس میں دو بنیادی عبادتیں ہیں نماز اور حج، زکوۃ نماز کی تکمیل کے لئے اور روزہ حج کی تمہید کے لئے ہے یعنی اس سے تائید ہوتی ہے تقویت ہوتی ہے۔

زہد کا مطلب

فرمایا کہ: عجیب بات ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے باب میں قرآنِ کریم میں فرمایا کہ بھائی بے رغبت تھے اور سمجھ میں آتا ہے کہ بھائیوں کی بے رغبتی بھی نفس کا اثر تھی ورنہ ''زہد'' کا لفظ قرآنِ کریم نے استعمال کیا ہے اور زہد کی تو حقیقت ہی یہ ہے کہ جس چیز کی طرف طبیعت چلتی ہو اس سے طبیعت کو جبر کر کے ہٹایا جائے، جیسے زہد فی الدنیا کا مطلب یہی ہے کہ دنیا کی طرف انسان کی طبیعت چلتی ہے تو زاہد بنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا سے طبیعت کو ہٹائے، آپ راستے پہ جا رہے ہیں دیکھا کہ کوئی حسن و جمال کا مرقع سامنے ہے اب اپنی نگاہوں کو وہاں سے ہٹاتا ہے یہ زہد کی کیفیت

ہے، تو زاہد بننے کا حاصل یہ ہے کہ کسی شئ سے اپنی طبیعت کو ہٹانا اور یہ وہیں ہوتا ہے عموماً جہاں طبیعت ادھر چلتی ہے، مثال کے طور پر آپنے مٹھائی دیکھی طبیعت چاہتی ہے کہ مٹھائی کھائے اب طبیعت کو روکتے ہیں یہ زہد کہلائے گا، نجاست دیکھی اور اس سے آپ ہٹے تو زاہد تھوڑی کہلائیں گے اس لئے کہ طبیعت کو تو ازخود اس سے نفور ہے تو گویا لفظ ''زہد'' سے یہ بھی نکلا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں پر ایک کیفیت خاصّہ غالب تھی اور جس میں حسد کی شرکت تھی اور دوسرے جو ہے کیدِ شیطانی کا کوئی اثر کہہ لے، غرض یہ کہ وہ کیفیت تھی جو سبب بن گئی بے رغبتی کا ورنہ اپنے اندر سے تو وہ خود بھی حضرت یوسف علیہ السلام کو چاہتے تھے۔

زبان ہلاکت کا باعث بھی ہے اور موجب نجات بھی بن سکتی ہے

فرمایا کہ: حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ حضرت کیسے گذری؟ آپ اپنی زبان پکڑ کر یہ فرمایا کرتے تھے دنیا میں کہ اس زبان نے مجھے ہلاکتوں میں ڈالا، تو خواب میں دیکھنے والے نے پوچھا کہ حضرت! آپ دنیا میں یہ فرمایا کرتے تھے تو کیسے گذری، تو فرمایا کہ اس زبان سے کلمہ توحید پڑھتا تھا اس کی برکت سے حق تعالی نے مغفرت فرمادی، تو معلوم ہوا کہ زبان ہلاکت کا باعث بھی ہے اور اگر وہی توحید میں اور ذکر میں مشغول ہوجائے تو موجبِ نجات بھی بن سکتی ہے۔

سلوک میں ترقی علم ومعرفت سے ہوتی ہے

فرمایا کہ: حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں اس نقطہ پر پہنچا ہوں کہ سلوک میں شروع میں علم وعمل کی ضرورت پڑتی ہے مگر جب آدمی پختہ ہوجاتا ہے تو پھر ترقی علم ومعرفت سے ہوتی ہے اور اسکی دلیل یہ آیت کریمہ ہے،، **رب زدنی علما**،، اے اللہ! میرے علم کو بڑھائیے۔

سفرِ حج میں پہلے کہاں جائے مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ؟

فرمایا کہ: امامِ نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ عشاق کے لئے پہلے مدینہ منورہ کا قیام مناسب ہے اور عباد کے لئے عابدین کے لئے مکہ مکرمہ کا قیام مناسب ہے، ہر ایک کے پاس اسکی وجہیں ہیں اپنی اپنی، وہ ذوقی چیزیں ہیں گنجائش دونوں کی ہیں چاہے آدمی پہلے مکہ مکرمہ جائے یا مدینہ منورہ جائے۔

سورۂ یوسف کے فوائد

فرمایا کہ: بعض حدیثوں میں ہے کہ سورۂ یوسف اگر غلاموں کو پڑھائی جائے تو ان کی غلامی ختم ہو جائے، سورۂ یوسف کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے کہ سورۂ یوسف اگر کوئی شخص پڑھتا رہے تو اس کی کڑکی دور ہو جائے، اس کی تنگ دستی دور ہو جائے اور خدا تعالی اس کو غنا کی شکلیں عطا فرمائیں گے، سورۂ یوسف کا ایک فائدہ یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوگا اور جو سورۂ یوسف کا ورد کرے اور اس کے تقاضے پر چلے تو وہ کیسا ہی ذلیل ہو اللہ تعالیٰ اسے عزت عطا فرمائیں گے، سورۂ یوسف کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص گھر سے بے گھر ہو اور وطن سے بے وطن ہو مگر سورۂ یوسف کا ورد رکھے تو حق تعالیٰ اسے اپنے اقرباء سے اور اور اپنے رشتہ داروں سے اسے ملائیں گے۔

ساری دنیا کے حکماء جمع ہو جائے تو اس سے بہتر بات نہیں کہہ سکتے

فرمایا کہ: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک موقعہ پر حضرت ابن عباس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے لئے سب سے مبارک مہینہ وہ ہے جس کو رمضان المبارک سے تعبیر کیا جاتا ہے اور انسان کے حق میں سب سے بہترین دن وہ ہے جس کو جمعہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور عمل میں سب سے بہترین عمل اول وقت میں نماز

پڑھنا ہے،تو حضرت علی ﷺ کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس ﷺ نے جو بات فرمائی ہے اگر مشرق ومغرب کے حکماء جمع ہو جائے تو اس سے بہتر بات نہیں کہہ سکتے۔مگر یہ کہ میں ایک بات کہتا ہوں کہ انسان کے لئے بہترین مہینہ وہ ہے جس میں اس کو توبہ نصوح نصیب ہو جائے،وہاں تو انہوں نے فرمایا تھا بہترین مہینہ رمضان المبارک کا اور یہ فرمارہے ہیں کہ جس مہینہ میں گناہوں سے پکّی سچّی توبہ نصیب ہو جائے وہ سب سے بہتر مہینہ ہے اسکے حق میں اور انہوں نے کہا تھا کہ سب سے بہترین دن جمعہ کا دن ہے اور یہ بات فرمائی تھی کہ سب سے بہتر عمل اول وقت میں نماز پڑھنا ہے،ان دو کے باب میں حضرت علی ﷺ فرمارہے ہیں کہ سب سے بہتر عمل وہ ہے جس کو حق تعالی قبول فرما لے اور سب سے بہتر دن وہ ہے جس میں انسان ایمان کے ساتھ رخصت ہو جائے اس سے بہتر کوئی دن نہیں ہے۔

سیاہی از رخ رفت، نہ از روح

فرمایا کہ:ایک بزرگ تھے آئینہ دیکھا انہوں نے تو اپنے چہرے پہ ان کو ڈاڑھی کے کچھ بال سفید دکھائی دیئے،تو بڑی حسرت سے فرمایا کہ ؎

سیاہی از رخ رفت نہ از روح

کالا پن جو ہے وہ چہرے سے تو چلا گیا کہ پہلے بال کالے تھے اب کالے نہیں رہے سفید ہو گئے،مگر روح کا کالا پن ابھی تک نہیں گیا ہے اندر سیاہی باقی ہے تو

سیاہی از رخ رفت نہ از روح

کہ چہرے سے تو سیاہی چلی گئی مگر روح کا کالا پن ابھی تک باقی ہے روح گناہوں کی وجہ سے متاثر ہے۔(پھر فرمایا ہماری بھی ڈاڑھی تو سفید ہو گئی مگر ابھی تک دل سیاہ

ہے۔(بروایت حضرت مولانا منور حسین صاحب سورتی دامت برکاتہم العالیہ)

سارے پیغمبر اصول میں متحد ہیں

فرمایا کہ: سارے پیغمبر اصول میں متحد ہیں، قرآنِ کریم نے فرمایا کہ ’’کذبت قوم نوح ن المرسلین ،، حضرتِ نوح علیہ السلام کی قوم نے مرسلین کی تکذیب کی، حالانکہ نوح علیہ السلام کے زمانے میں تو صرف وہی موجود تھے اوران کی قوم نے ان کو جھٹلایا اور یہاں فرمایا گیا کہ قومِ نوح نے جو ہے مرسلین کی تکذیب کی، اسکی وجہ یہ ہے کہ پیغمبر اصول کے اندر متحد ہیں، لہٰذا پہلا پیغمبر جو خبر دے گا آخری پیغمبر بھی وہی خبر دے گا کہ خدا تعالیٰ ایک ہے، آخرت برحق ہے توحید پر ایمان لائیے، اس لئے اگر ایک کو بھی جھٹلا دیا تو سب کو جھٹلانا ہے، اسکی بالکل ویسی مثال ہے کہ ایک حکیم صاحب تھے ان کا ایک خادم تھا وہ مطب کرتے تھے دوا خانہ چلاتے تھے اور خادم تھا بھینگا اس کو ایک آنکھ سے دو چیزیں دکھائی دیتی تھی، تو اس سے کہا کہ اندر کے روم میں فلاں مقام پہ ایک بوتل رکھی ہے جا کر وہ بوتل لے آؤ، وہ گیا اور آ کر حکیم صاحب سے کہا کہ وہاں تو ایک نہیں دو بوتل ہے، حکیم صاحب نے خفا ہو کر بھیجا کہ ایک ہی ہے اسے اٹھا کر لے آؤ، اسنے آ کر پھر وہی خبر دی کے وہاں پر تو ایک کی بجائے دو بوتل رکھی ہے، اسنے جو یہ خبر دی تو حکیم صاحب نے خفا ہو کر کہا کہ اچھا جاؤ ایک کو چھوڑ دو اور دوسری اٹھا کر لے آؤ دو تمہیں دِکھتی ہے تو، اب وہ صاحب پتھر لے کر گئے ایک کو جو پھوڑا تو دونوں ہی رخصت ہوگئی، اس لئے کہ وہ دِکھتی تھی دو مگر حقیقۃً ایک تھی، تو ٹھیک اسی طریقہ سے انبیاء کرام علیھم السلام کئی ہیں اور متعدّد ہیں مگر حق یہ ہے کہ وہ جس چیز کی تعلیم دیتے ہیں اس میں وحدت ہے اس لئے ایک کو جھٹلانا سب کو جھٹلانے کے قائم مقام ہے۔

شریعت میں ہر چیز کی رعایت موجود ہے

فرمایا کہ: نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت میں بڑی رعایتیں ہیں اور بڑا لحاظ ہے، طبیعتوں کا لحاظ، اوقات کا لحاظ، حالات کا لحاظ اس لئے نفلی طاعتوں میں سب کو سمجھنا ہوگا۔

شاعروں کے یہاں مبالغہ ہوتا ہے

فرمایا کہ: شاعروں کے یہاں مبالغہ ہوتا ہے، قرآنِ کریم کا بیان اس طریق پر نہیں ہے۔ جیسے انوری نے مبالغہ کیا تھا، بادشاہ نے اسکو گھوڑا دیا شاہی گھوڑے کی وہ پوری نگرانی نہیں کر سکے اور گھوڑے کا رات میں انتقال ہوگیا، ان کو خیال ہوا کہ کوئی دشمن حسد کے مارے بادشاہ کو خبر کرے تو نتیجۃً کوئی سزا نہ ہو جائے، تو خود ہی بادشاہ کے پاس پہنچ گئے اور پہنچنے کے بعد جا کر فارسی میں اشعار کہے اور بادشاہ سے کہا کہ حضور جہاں پناہ! آپ نے جو گھوڑا دیا تھا وہ اتنا تیز رفتار تھا اور اتنا برق رفتار اور اتنا دوڑنے والا کہ ایک رات میں سارے ورلڈ اور ساری دنیا کا سفر طے کر کے اس نے آخرت میں قدم رکھ دیا، یعنی انتقال ہوگیا اس کا، تو وہ تعبیر اس انداز سے کی کہ بادشاہ نے انعام دیا۔

شیطان انسان کو نظر نہیں آتا تو پھر وہ اس کا کھلا ہوا دشمن کیسے ہے؟

فرمایا کہ: قرآنِ کریم نے بہت سے مقام پر یہ بات کہی ہے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شیطان نظر ہی نہیں آتا، جب شیطان کا وجود نظر نہیں آتا جو موصوف ہے تو اس کی دشمنی کا نظر آنا تو اور دور کی بات ہے، تو پھر کھلا دشمن کیسے ہوا؟ پھر قرآنِ کریم نے یہ کیسے فرمایا کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہر شئی کا کھلا پن اسی کے اعتبار سے ہوتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ جو چیز کھلی ہو، واضح

ہو، روشن ہو، وہ ظاہر کی آنکھوں ہی سے نظر آئے، جیسے مثال کے طور پر ایک بات ہے اور بات کا سمجھنا انسان کے دل و دماغ سے تعلق رکھتا ہے، پھر بھی بولتے ہیں کہ یہ بہت کھلی ہوئی بات ہے، بہت صاف بات ہے، تو بات تو آنکھوں سے نظر نہیں آتی، دل سے سمجھی جاتی ہے، دماغ سے پکڑی جاتی ہے، گرفت کی جاتی ہے اور بات کو کہا جاتا ہے کہ بہت صاف بات ہے، اس میں سمجھنا ہی کیا ہے، ایسا کہتے ہیں نا، تو بات آنکھوں سے نہیں دِکھتی، آدمی کان سے سنتا ہے اور دل و دماغ سے اس کو سمجھتا ہے، یا مثلاً کوئی مسئلہ ہے اس کی کوئی صورت ہے تو وہاں یہ کہتے ہیں کہ مسئلہ کی صورت بہت واضح ہے، بہت صاف ہے، تو ہر شئ کا صاف ہونا اسی کے اعتبار سے ہے، جیسے ہمیشگی اسی کے اعتبار سے ہے، مثلاً آپ کہے کہ فلاں حافظ صاحب جو ہے وہ ہمیشہ ہمارے یہاں آتے ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ رمضان میں آتے ہیں، حالانکہ سال بھر نہیں آتے، شوال سے لیکر شعبان تک نہیں آتے، لیکن آپ کہیں گے کہ فلاں حافظ صاحب ہمارے یہاں ہمیشہ آتے ہیں، تو یہ ہمیشگی چونکہ ''حافظ،، کا لفظ کہا آپ نے تو اس اعتبار سے سامنے والا سمجھے گا کہ یہ ہمیشگی سالانہ والی ہمیشگی ہے، یا جیسے آپ کہے کہ سورج ہمیشہ طلوع ہوتا ہے، تو ہمیشہ طلوع ہونے کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ ظہر کے وقت بھی طلوع ہوتا ہے اور جو ہے عصر کے وقت بھی طلوع ہوتا ہے اور مغرب کے وقت بھی طلوع ہوتا ہے، صبح اس کا ٹائم ہے، لیکن روزانہ صبح چونکہ طلوع ہوتا ہے اس لئے کہتے ہیں کہ ''ہمیشہ،، طلوع ہوتا ہے، چاند انسان کو دکھائی دیتا ہے، تو کہتے ہیں کہ بھائی یہ چاند تو ہمیشہ اسی طرح دکھائی دیتا ہے، ہمیشہ کا مطلب یہ تھوڑا ہی ہے کہ وہ اٹھائیسویں کو بھی دکھائی دیتا ہو، اور ستائیسویں کو بھی دکھائی دیتا ہو، تو ہر شئ کی ہمیشگی اس کے مناسب، ہر شئ کا صاف اور واضح ہونا اس کے مناسب، تو شیطان کی چالیں، اس کی مکاری، اس کی بدمعاشی، اس کا انسانوں کو بہکانا،

برائی کی طرف لے جانا یہ ایسا صاف ہے کہ اگر آدمی ذرا سی سمجھ رکھتا ہو اور ذرا سی فہم رکھتا ہو اور ذرا سی عقل رکھتا ہو تو وہ اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، تو حق تعالیٰ شانہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ آنکھوں کے سامنے کھڑا ہے اور ظاہر کی آنکھوں سے آدمی دیکھے، بلکہ اسکو آدمی سمجھتا ہے آدمی جانتا ہے کہ اس سے اس کی دشمنی ہے۔

شیاطین کی انسان دشمنی

فرمایا کہ: شیطانی معاملہ کچھ عجیب ہی ہے اسلئے کہ انسان کے دشمن کچھ تو وہ ہیں جو ساتھ رہتے ہیں اور نظر آتے ہیں اور یہ کم بخت ایسا ہے کہ ساتھ ہے اور نظر بھی نہیں آتا کیونکہ شیطان جنات کے قبیل سے ہے اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو انسان سے اتنی عداوت ہے کہ اگر ملائکہ انسانوں کی حفاظت نہ کریں تو یہ انکو ختم کر دیں، جلالین شریف کے حاشیہ میں سورۂ رعد میں کچھ آثار نقل کئے گئے ہیں اس میں لکھا ہے کہ دس فرشتے انسان کی ہمیشہ حفاظت کرتے ہیں، کچھ تو وہ ہیں جو کان کے پاس ہیں، کچھ وہ ہیں جو منہ کے پاس ہیں، حتی کہ نیند کی حالت میں بعضوں کا منہ کھل جاتا ہے تو وہ حفاظت کرتے ہیں کہ کہیں سانپ داخل نہ ہو جائے، تو پیروں کے پاس، ہاتھوں کے پاس، سینہ کے پاس، حفاظت کیلئے فرشتے موجود رہتے ہیں۔

صحت کا لحاظ بھی شرعاً فرض ہے

فرمایا کہ: صحت کا لحاظ بھی شرعاً فرض ہے، حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں سر میں تیل لگاتا ہوں، سر میں مالش کرواتا ہوں تو اس نیّت سے کہ دماغ حق تعالیٰ کی دی ہوئی ایک مشین ہے اور وہ مشین حق تعالیٰ نے ہمیں استعمال کرنے کے لئے دی ہوئی ہے، اس میں تیل کا ڈالنا یہ ضروری ہے، ورنہ جیسے کسی چیز میں گِرِیس

ختم ہوجائے تو وہ کھڑ کھڑ کرتی ہے، تو اسی طرح کھوپڑی بھی بعض دفعہ کھڑ کھڑ کرتی ہے، پھر جھگڑے ہوتے ہیں، لڑائی ہوتی ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ اسکی کھوپڑی بہت گرم ہے، بات یہ ہے کہ اس میں تیل نہیں پڑتا اور اس کی صحیح نگہداشت نہیں کی جاتی، یہ جو ڈاکٹر لوگ کہتے ہیں کہ سر میں تیل لگائے اسکی مالش کرے تو تیل اندر نہیں پہنچتا، ہم کہتے ہیں کہ اگر تیل نہ بھی پہنچتا ہو تو اثر پہنچتا ہے، آپ کہے اثر کیسے؟ ایک پتّھر ہوتا ہے اس کو اگر گلے میں باندھ دے تو قلب کے لئے مفید ہے، حالانکہ پتھر اندر نہیں گیا، اور ہم یہ کہتے ہیں لاکھوں ڈاکٹر ایک طرف نبی کریم ﷺ کثرت سے تیل استعمال فرماتے تھے۔

صحابہ کے دلوں میں ایمان پہاڑ سے جما ہوا تھا

فرمایا کہ: ایک صحابی سے کسی نے پوچھا کہ کیا دوسرے صحابہ ہنستے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں! ہنستے تھے، آپس میں خوش مزاجی بھی کرتے تھے، مگر ایمان ان کے دلوں میں پہاڑوں سے زیادہ جما ہوا تھا۔

صبر کی تین قسمیں ہیں

فرمایا کہ: حالات انسان کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور ہر تکلیف کا حل اس کے مناسب صبر ہے، اور صبر جو ہے بہت بڑی چیز ہے۔ بات یہ ہے کہ نفس ہونا چاہتا ہے بے قابو اور صبر کی حقیقت ہے **حبس النفس علی المکارہ**، اور صبر کی تین قسمیں ہیں: (۱) صبر علی الطاعۃ (۲) صبر عن المعصیۃ (۳) اور صبر علی المصیبۃ تو کوئی نہ کوئی حالت انسان کو ناگواری کی پیش آتی ہی رہتی ہے، تو اس کا حل یہ ہے کہ انسان صبر اختیار کرے۔

طلبہ اپنے طور پر بولنے کی مشق کریں

فرمایا کہ: طلبہ جو تقریریں کرتے ہیں انکو مشورہ یہ ہے کہ اپنے طور پر بولنے کی

مشق بھی کریں ،اسلئے کہ بعض دفعہ مضمون رٹا ہوا ہوتا ہے، اب اگر اتفاق سے کہیں حضرتِ نسیان بیچ میں تشریف لے آئے تو سارا مزہ ہی بگڑ جاتا ہے، تراویح کی طرح اعادہ ہونے لگتا ہے جسکو کبھی عوام بھی محسوس کر لیتے ہیں، اسلئے آدمی اپنے طور پر بولنے کی کوشش کریں غلطی تو بڑوں بڑوں سے ہوتی ہے، جو بھی ہو کوشش کر کے ہمت سے بولیں صرف رٹنے ہی پر بنیاد نہ ہو، ہاں! شروع میں ضرورت اسکی بھی پیش آتی ہے، بڑے بڑے حضرات نے بھی شروع میں کچھ تقریریں یاد کی ہیں مگر اپنے طور پر بولنے کی کوشش بھی کی جائے۔

ظالم کو ظلم کی سزا ملکر رہے گی

فرمایا کہ: مجھ سے ایک صاحب کہنے لگے کہ جب میں گھر میں قدم رکھتا ہوں تو گھر والی کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ مجھے دیکھ کر تھر تھر کانپنے لگتی ہے، یہ اخلاق ہیں! حالانکہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں،، **خیر کم خیر کم لا ھلہ، وانا خیر کم لاھلی**،، تم میں بہتر وہ ہیں جو اپنے اہل کیلئے بہتر ہو اور میں اپنے اہل کیلئے تم سب سے بہتر ہوں اور کسی شاعر نے بڑے پتہ کی بات کہی کہ اگر دنیا میں شوہر اپنی بیوی کا حق دبائے ،ظلم و زیادتی کرے اور ستائے تو یہاں خیر اسکو قدرت نے پاور اور طاقت دی ہے وہ دبا سکتا ہے، مگر اس سے سارے ظلم وستم کا بدلہ قیامت میں لیا جائے گا اور خدا کے دربار میں بیوی حاضر ہوگی تو زبانِ حال سے کہے گی ۔

وہ دنیا تھی جہاں تم بند کرتے تھے زباں میری
یہ محشر ہے یہاں سننا پڑے گی داستاں میری

کہ یہاں ساری داستانِ غم میں کہہ سناؤں گی اور حق تعالی کی طرف سے بدلہ لیا جائے گا۔

تو میاں بیوی دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرتے رہنا چاہیے، دونوں ایک دوسرے پر ظلم کرنے سے بچیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک دعا

فرمایا کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہیں کہ جب کوئی تعریف کرتا تو روتے تھے، فرماتے تھے یا اللہ! میرے اندرونی حال کی انہیں خبر نہیں ہے آپ اس پر مواخذہ اور پکڑ نہ فرمائے اور ان کے گمان کے مطابق مجھے کر دے۔

علم کا کوئی کنارہ نہیں ہے

فرمایا کہ: دین کا علم ایسا علم ہے کہ آپ پوری زندگی کتابیں دیکھیں مگر بڑھاپے میں یہی کہیں گے کہ مجھے کچھ بھی نہیں آیا۔ میری ابھی پینتالیس سال کی عمر ہے، میں نے علم کے حصول کے لیے کافی محنتیں کیں جتنی میں کرسکتا تھا، لیکن آج میرا اندازہ ہے کہ جو دین کا علم ہونا چاہیے وہ مجھے کچھ بھی نہیں آتا۔

علم پر عمل کرنے کا ایک فائدہ

فرمایا کہ: حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے جانے ہوئے پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اسے ایسا علم دیں گے جس کو وہ نہیں جانتا۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ ایک مرتبہ رات میں لیٹے ہوئے تھے کسی نے کہا کہ حضرت آپ کی بزرگی کی تو لوگوں میں دھوم ہے، فرمایا چپ رہو اس نے اس لیے یہ کہا کیونکہ وہ رات میں سوئے ہوئے تھے تو وہ فرمانے لگے کہ یہ نفلی طاعت کی برکت نہیں، یہ تقوی کی برکت ہے۔

علماء نے دینی علوم کے پھیلاؤ کے لئے بڑی محنتیں کی ہیں

فرمایا کہ: علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ایک تفسیر لکھنے کا قصد کیا'' مــجــمــع

البحرین و مطلع البدرین ‘‘ پھر اس پر انہوں نے مقدمہ لکھنا شروع کیا، وہ اِس وقت چار جلدوں میں شائع ہوا ہے، اس میں تقریباً اٹھاسی چیزوں سے انہوں نے بحث کی ہے، ان کی ایک اور کتاب ’’ اتقان ‘‘ ہے وہ بھی کافی ضخیم ہے، مگر اس میں بھی تفسیر کی تو نوبت ہی نہیں آئی۔

عمر کی لٹیا ڈوب جاتی اگر حق تعالی کا فضل شریکِ حال نہ ہوتا

فرمایا کہ: آخرت کے حالات اتنے اہم ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں، پوچھا کہ کیسے گذری، تو فرمایا کہ عمر کا محاسبہ ہو رہا تھا اور عمر کی جو ہے لٹیا ڈوب جاتی اگر حق تعالی کا فضل شریکِ حال نہ ہوتا تو میرا تو بیڑا ہی غرق ہو جاتا، اب آپ اندازہ لگائیے اتنے بڑے شخص کا یہ حال ہے، علامہ شعرانیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا اسی باب میں کہ اگر عمر پر حق تعالی کا فضل نہ ہوتا تو عمر کی کوئی حیثیت نہ تھی اس کا جنازہ زمین میں دھنس جاتا اور فنا ہو جاتا، یہ تو اس کا کرم تھا کہ جس نے مجھے اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیا اور میرا بیڑا پار ہو گیا۔

عید کے دن ایصالِ ثواب کی حکمت

فرمایا کہ: امام غزالی رحمہ اللہ نے واقعات اور دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ جو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے اسکے اثرات وہاں پہنچتے ہیں، لکھا ہے کہ بعض بزرگوں کو لوگوں نے خواب میں دیکھا پوچھا مرنے کے بعد کیا حال ہوا؟ تو کہا کہ بس قریب تھا کہ ہم پر عذاب شروع ہو جاتا لیکن ہمارے زندہ بھائیوں، رشتہ داروں، ملنے والوں، اور عام مسلمانوں کی دعائیں، اور ان کا ایصالِ ثواب ہم تک پہنچا اور بہت ہی زیادہ اہتمام و

عظمت کے ساتھ وہ ہمیں پہنچایا گیا، اوراسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم گرفتارِ عذاب سے بچا لئے گئے، زندوں نے ہمارے لئے زمین پر رہ کر دعائیں کیں اسکا اثر ہم دیکھتے ہیں کہ پہاڑوں کے برابر نور ہماری قبروں میں داخل ہورہا ہے اور ہماری قبروں کی کایا پلٹ ہو رہی ہے انکی دعاؤں اور ایصالِ ثواب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ہمیں ڈھانپ لیا اور ہمارا کام بن گیا، اسی لئے فقہاء لکھتے ہیں کہ عید کے روز قبرستان جا کر ایصالِ ثواب کرنا مستحب ہے اور علماء نے اسکی حکمت یہی لکھی ہے کہ عید کا دن خوشی کا دن ہے امراء کی خوشی تو ظاہر ہے، غرباء کی خوشی کیلئے امراء پر صدقاتِ فطر اور قربانی لازم کی گئی جسکے ذریعہ غرباء کو بھی کچھ مل جاتا ہے اور وہ بھی اپنی خوشی مناتے ہیں، تو امیر بھی خوش اور غریب بھی خوش، لیکن امیر وغریب بہرحال زندہ ہیں، مردوں کی خوشی کیلئے اسلام جیسے عالمگیر مذہب نے اپنے ماننے والوں کیلئے عید کے دن قبرستان جا کر ایصالِ ثواب کرنا مستحب قرار دیا تاکہ مردے بھی عید کی خوشی میں شریک ہو جائیں اور دنیا یہ جان لیں کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔

علم درحقیقت علمِ الٰہی ہے

فرمایا کہ: حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ حقیقۃً علم وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے چلا ہے اور دوسرے جتنے علوم ہیں وہ واقعۃً علوم نہیں بلکہ فنون ہیں جن کو ہٹ دھرمی کے ساتھ علوم کہہ دیا گیا ہے، تو علم درحقیقت علمِ الٰہی ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے چلتا ہے۔

علم بنیادی چیز ہے

فرمایا کہ: علم بہت بڑی دولت ہے، یہی وجہ ہے کہ چھ نمبر میں مستقل ایک نمبر علم

وذکر رکھا گیا، ظاہر بات ہے کہ اگر فضائل کا علم نہیں تو شوق نہیں ہوگا، مسائل کا علم نہیں تو اعمال صحیح نہیں ہوں گے، تو علم تو بنیادی چیز ہے، اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ کو کہ انہوں نے ایسی چیزیں منتخب کی اور منتخب بھی کیا کی وہ تو حق تعالی نے انکے قلب پر الہام فرمایا کہ ان کا انتخاب کیا جائے، تو یہ الہامی چیزیں ہیں، اور الحمد للہ ایک عالم اس سے فائدہ اٹھا رہا ہے، تو علم بہت بڑی چیز ہے۔

علم پر عمل کرنے کا ایک فائدہ

فرمایا کہ: حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے جانے ہوئے پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اسے ایسا علم دیں گے جس کو وہ نہیں جانتا

عبدیت

فرمایا کہ: حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے نام خط لکھا کہ حضرت! میں نے آپ کے بعض حالات سنے ہیں میں چاہتا ہوں کہ انہیں شائع کردوں تاکہ دنیا فائدہ اٹھائے، اسلئے کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی چلا جاتا ہے اور اسکے جانے کے بعد اسکی زندگی کے واقعات سامنے آتے ہیں تو لوگ پچھتاتے ہیں کہ اتنا بڑا بزرگ چلا گیا اور ہم نے فائدہ نہیں اٹھایا، حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے جواب لکھا کہ، بھائی مولوی منظور! اعتبار خاتمہ کا ہے کہ جس حال میں آدمی دنیا سے جائے گا اس کا اعتبار ہوگا اور خاتمہ کی نہ تجھے خبر، نہ مجھے خبر۔

فرمایا کہ: حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ بخاری شریف کا درس دے رہے تھے دورانِ درس ایک طالب علم نے رقعہ پیش کیا اس میں تحریر کیا تھا کہ

حضرت! آپ ایک بزرگ آدمی ہیں اور آپ کا پاجامہ ٹخنہ سے نیچے ہوجاتا ہے، طلباء بھی عجیب ہوتے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ بھائی! میرا پیٹ کچھ بڑا ہے کوشش کے باوجود نیچے ہوجاتا ہے، بہت اچھا ہوا کہ آپ نے مجھے متنبہ کردیا۔ مجھے بھی اس کا احساس ہے کبھی ایسا ہوتا ہے تو اوپر کرلیتا ہوں کبھی ممکن ہے بے خیالی ہوا اور رہا یہ کہ آپ نے جو لکھا کہ آپ بزرگ شخص ہیں تو کہاں میں اور کہاں بزرگی! میں تو ایک جانور سے بدتر ہوں ان الفاظ کا فرمانا تھا کہ وہ طالب علم کانپ کر رہ گیا، جتنے بڑے درجہ کے شخص تھے اتنی ہی زیادہ بندگی اور عبدیت کی شکل تھی نہ تعلیٰ، نہ تفاخر۔

فرمایا کہ: مسجد کو مسجد کس لئے کہتے ہیں؟ حالانکہ وہاں قیام ہوتا ہے مگر مقام اسکا نام نہیں، رکوع ہوتا ہے لیکن مرکع اسکا نام نہیں، قاعدہ ہوتا ہے لیکن مقعد اسکا نام نہیں، دو سجدوں کے درمیان جلسہ ہوتا ہے لیکن مجلس اسکا نام نہیں، ہاں! اگر اسکی نسبت ہے تو صرف اور صرف سجدہ کی طرف ہے، معلوم ہوا کہ یہ مقام اپنے کو مٹانے اور جھکانے کا ہے۔

اور ہمارا حال یہ ہے کہ مسجد میں ہی آدمی اپنی شان بتاتا ہے کیونکہ گھر میں ہوم منسٹر کے آگے تو کچھ چلتی نہیں، لہذا مسجد میں اپنی شان بتائی جاتی ہے۔ تو جو مقام اپنے کو جھکانے کا تھا وہیں آواز بلند ہو رہی ہے، وہیں مونچھوں پر تاؤ دیا جاتا ہے۔ وہیں ہم ہمے اور زم زمے، وہیں شور شرابا اور اپنی عظمت کے پھریرے، ایک عجیب وغریب بات ہے یہ بالکل معکوس قسم کا فلسفہ ہے۔

فرمایا کہ: حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی رحمہ اللہ دیوبند میں ایک بزرگ گذرے ہیں، سلسلہ نقشبندیہ کے بہت بڑے بزرگ تھے جن کے فتاوی بنام،، فتاوی دارالعلوم،، شائع بھی ہوئے ہیں، اتنے بڑے ادارے کے اتنے بڑے مفتی

کا یہ عالم تھا کہ جب بازار جاتے تو دائیں بائیں پڑوس میں جا کر پوچھتے کہ بازار سے کچھ منگوانا ہے؟ پڑوسی جو بھی سودا سلف منگواتے آپ بخوشی لے آتے، اب آپ اندازہ لگائیے کہ اتنے بڑے ادارہ کا اتنا بڑا مفتی! مگر عبدیت وتواضع کا یہ عالم، آج کے اعتبار سے تو گویا پوزیشن کے خلاف بات ہے، لیکن ہمارے بزرگوں کے نزدیک ایسی پوزیشن کی کوئی حقیقت نہیں، جو محبوبیت دلوں میں تواضع سے حاصل ہوتی ہے وہ اکڑنے اور بڑائی اختیار کرنے سے نہیں ہوتی۔

فرمایا کہ: حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ جو ہمارے سلسلہ کے سید الطائفہ ہیں فرماتے ہیں کہ: لوگ اتفاق اتفاق کا وظیفہ پڑھ رہے ہیں ضرورت ہے اس بات کی ہے کہ آدمی تواضع پیدا کرے، اسلئے کہ بغیر تواضع کے اتفاق ممکن نہیں ہے، بلکہ اگر دو آدمی جھگڑتے ہوں تو عموماً اس میں ایک متکبر ضرور ہوگا۔

فرمایا کہ: حضرت مولانا یوسف صاحب رحمہ اللہ سے حضرت مولانا عیسی صاحبؒ نے پوچھا کہ حضرت! ہم کب تک بوریاں بستر لیکر پھرتے رہیں گے، حضرت نے فرمایا کہ: ہم چاہتے ہیں کہ تین سو تیرہ تیار ہو جائیں اور اسکے بعد جملہ سنئے! فرمایا کہ: ابھی ایک بھی تیار نہیں ہوا اور فرمایا میں بھی کچھ نہیں ہوں، اب آپ اندازہ لگائیے فرماتے تھے میں بھی کچھ نہیں ہوں۔

تو حق یہ ہے کہ جس طبقہ اور جس کام سے تعلق ہو سب سے بڑی چیز فنائیت اور عبدیت ہے، ورنہ میں تقریر کروں اور سوچوں کہ شہرت حاصل ہو یہ میری حماقت کی بات ہے، میں تبلیغ کروں اور شہرت چاہوں حماقت کی بات ہے، میں مدرسہ میں تدریس کروں اور چاہوں کہ شہرت ہو علامہ کہلاؤں یہ حماقت کی بات ہے، بنیادی چیز یہ ہے کہ اپنے آپ کو مٹایا جائے اور واقعی تواضع کے بعد کوئی جھگڑا ہی نہیں رہتا۔

فرمایا کہ: ایک شاعر نے بڑی اچھی بات کہی ہے۔

شاعر کہتا ہے...

کل پاؤں کاسئہ سر پر جو آگیا

یعنی پاؤں کے نیچے پرانی بوسیدہ کھوپڑی جو آگئی تو وہ ہڈی بالکل ایسی ہوگئی تھی کہ اسے ہاتھ سے ملو تو گویا راکھ بن جائے تو اس پر کسی شاعر کا پیر پڑ گیا پیر پڑتے ہی اس نے گویا زبانِ حال سے کہا...

کل پاؤں ایک کاسئہ سر پر جو آگیا
یکسر وہ استخوان شکستہ سے چور تھا
بولا سنبھل کے چل تو ذرا راہ بے خبر
میں بھی کبھی کسی کا سرِ پر غرور تھا

وہ ہڈی یہ کہہ رہی ہے کہ کسی زمانے میں مجھ میں بھی بڑا غرور تھا مگر موت آئی اور اس کے نتیجے میں میری کھوپڑی بالکل کھوکھلی ہوگئی اور آج میں راستے میں پڑی ہوئی ہوں تو وہ کھوپڑی راستہ چلتے آدمی کے پیر کے نیچے آگئی تو اس کو کہہ رہی ہے، تو جتنا بڑا آدمی ہوگا اتنا ہی بڑا اس کا ظرف ہوگا۔

فرمایا کہ: میں طلباء سے کہتا ہوں مدرسہ میں کہ یہ کہنے والے تو بہت ہیں کہ ہم بہت بڑے عالم ہیں، مگر یہ کہنے والا کوئی نہیں ہیں کہ ہم کچھ بھی نہیں ہیں، تو اس کی مشق کرو کہ ہم کچھ بھی نہیں ہیں اور جب یہ حقیقت پیدا ہو جائے گی تو لوگ آپ کی بزرگی کے نعرے لگا رہیں ہوں گے اور تم شرمندہ ہوں گے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ پھر لوگ تعریفی کلمات کہیں گے تو آپ

کو ایسا لگے گا جیسے کسی نے تھپڑ ماردیا ہو۔

فرمایا کہ: میرے چونکہ سفر بہت ہوتے رہتے ہیں تو لوگ ذرا تعریفی کلمات کہتے ہیں تو میں ان کو کہتا ہوں کہ دیکھو! آپ ﷺ نے ساتوں آسمانوں کا سفر کیا مگر جب اس کا قرآنِ کریم نے تذکرہ کیا تو کیا کہا﴿ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلاً الخ ﴾ تو معلوم ہوا کہ سفر کے بعد آدمی میں عبدیت آنی چاہیے، تو عبدیت بہت بڑی چیز ہے۔

فرمایا کہ: مولانا روم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پتھر جو ہے سخت ہے اور زمین نرم ہے اپنے کو مٹائے ہوئے ہے تو آسمان سے جب بارش ہوتی ہے تو زمین پر پھول کھلتے ہیں پتھر پر نہیں کھلتے، تو اپنے اندر کا حال اچھا ہے تو اس کو چھپاؤ۔ اور مولانا روم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عام درختوں کا حال یہ ہے کہ ان کی مٹھاس اور حلاوت پھلوں میں تقسیم ہو جاتی ہے تو ان کا تنہ جو ہے وہ پھیکا ہوتا ہے مگر گنہ اپنی حلاوت کو چھپاتا ہے تو وہ تنے سے لے کر اوپر تک میٹھا ہوتا ہے۔

فرمایا کہ: حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جس مارکیٹ میں کوئی چیز نہ ملتی ہو اس کو لے کر جاؤ تو اس کی بڑی قدر ہوتی ہے اور اس کی منہ مانگی قیمت ملتی ہے، تو اللہ تعالیٰ کے خزانے میں ہر چیز ہے تکبر ہے، بڑائی ہے، شوکت ہے، عزت وجلال ہے، وہاں نہیں ہے تو عاجزی اور عبدیت نہیں ہے، آدمی وہ لے کر پہنچے گا تو کام بن جائے گا۔

علیگڈھ میں تبلیغ کی ابتداء اس طریقہ سے ہوئی

فرمایا کہ: کالج کے جو طلبہ ہوتے ہیں اس کے بارے میں اکبر الٰہ آبادیؒ نے بڑا اچھا شعر کہا ہے کہ ۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

یعنی فرعون کو کالج کی سوجھتی تو بغیر قتل کئے ہوئے ذریت ختم ہوجاتی کہ روحانیت کا فالج پڑجاتا مگر اب الحمدللہ! وہ علیگڈھ جہاں پہلی جماعت پہنچی تھی حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے زمانہ میں تو ان ظالموں نے جماعت والوں کو کمرے میں بند کردیا، سردی کی رات تھی اور پنکھا چلادیا اب آپ اندازہ لگایئے ان بیچاروں کے رات بھر میں کتنے درجات طے ہوئے ہوں گے، ایک تو یوپی کی سردی، پھر پنکھا چلتا رہا اور مولانا نے ان سے فرمایا تھا کہ علیگڈھ یونیورسیٹی میں اندر داخل ہونے کی ضرورت نہیں باہر ہی رہیں اور دعوت دیں، چنانچہ ہوا ایسا ہی کہ جب کالج کی چھٹی ہوئی ہے تو یہ بیچارے میواتی خستہ حال ان کا حلیہ بھی دیکھنے کے لائق اور کالج کے طلبہ تو آپ جانتے ہیں ابلیس کے چھوٹے بھائی ہوتے ہیں، تو ایک نے کہا اوہو! یہ تو مرزا غالب معلوم ہوتے ہیں، دوسرے نے کہا نہیں مرزا حیرت معلوم ہوتے ہیں، تیسرے نے کہا نہیں داغ دہلوی معلوم ہوتے ہیں، جس کی جو زبان میں آیا کہا، جب وہ قریب آئے تو پوچھا کہ بھائی آپ لوگ کیسے آئے؟ تو انہوں نے کہ ہم آپ کے پاس اپنی اصلاح کرانے آئے ہیں، تو وہ کہنے لگے کہ اصلاح تو آپ نائی کے پاس جا کر کرایئے، بال بنوانے کو بھی اصلاح کرانا کہتے ہیں، تو کہا کہ کسی نائی کے پاس کسی حجام کے پاس جا کر اصلاح کرایئے، تو انہوں نے کہا کہ خیر، آپ جو بھی کہیں ہم آپ کو کچھ سنانا چاہتے ہیں وہ سنیں اور غلطی ہو تو اس کو ٹھیک کردے، پھر انہوں نے کلمہ پڑھا اور اس کا موٹا موٹا مطلب بیان کیا مگر وہ دل سے بات نکلی ''ہر چہ از دل خیزد بر دل ریزد'' کہ

جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

اس کے بعد ان سے پوچھا کہ اچھا ذرا بتایئے ہم نے غلط تو نہیں پڑھا اس کی آپ تصحیح کر دے، درست کر دے، وہ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور بڑے شرمندہ ہوئے، بہر حال، تو ابتداء اس طریقہ سے ہوئی۔

علمی نکات

(۱)

فرمایا کہ: امام رازی رحمہ اللہ نے ایک بہت دقیق نکتہ لکھا ہے، فرماتے ہیں یہ آنکھ سے جو نظر آتا ہے اسکی بنیاد کالا پن ہے جسکو سوادِ بصر کہتے ہے اگر آنکھ کا یہ کالا حصہ سفید ہو جائے تو دکھائی نہیں دے گا، اس میں موتیا کا سفید پانی آجائے جو ایک قسم کا بلغمی اثر ہے تو بھی دکھائی نہیں دیتا، اس میں بہت نزاکتیں ہیں تو اس چھوٹی سی آنکھ میں جو کالا پن ہے انسان اسی کے ذریعہ دیکھتا ہے اس میں قدرت نے بینائی رکھی ہے تو آنکھ کی سیاہی کو سواد بصر کہتے ہیں۔

اور قلب میں بھی کالا پن موجود ہے بالکل ذرا سا اس کو سویدائے قلب کہتے ہیں اس میں تصغیر ہے سواد کی تصغیر،، سویدہ،، ہے سواد کا معنی سیاہ پن کے ہے اور معمولی سی سیاہی کو سویدہ کہیں گے تو امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آنکھ کا کالا پن جس سے نظر آتا ہے اسپر اگر ذرا سا کچھ ڈالدیں یا کوئی چیز آجائے تو مصیبت کھڑی ہو جاتی ہے کچھ دکھائی نہیں دیتا، تو قلب میں اس سے بھی کم سیاہی ہے اور اسپر سارے عالم کو لا دیں تو ظلم عظیم ہوگا۔

(۲)

فرمایا کہ: سب سے پہلے جب آپ ﷺ نے دعوت پیش کرنے کا ارادہ فرمایا تو صفا پہاڑ کا انتخاب فرمایا اور اس پر چڑھکر حضور ﷺ نے لوگوں سے یہ بات کہی۔،، **لاالہ الا اللہ تفلحوا**،، تم ایک خدا کی وحدانیت کے قائل ہو جاؤ تو فلاح یاب ہو جاؤ گے۔

حضور ﷺ نے دعوت کیلئے ایک پہاڑی کا انتخاب فرمایا اس میں ادھر اشارہ ہے کہ ایک داعی اپنے دعوت کے کام میں اگر پہاڑوں جیسی استقامت رکھتا ہوتو وہ کامیاب ہوگا اگر پہاڑ جیسی ثابت قدمی اور استقامت داعی میں نہیں ہے تو وہ دنیا کی جھنکاروں میں اور دنیا کے فتنوں میں اور دنیا کی چیزوں میں مبتلا ہوکر اپنے کام میں مضمحل اور کمزور ہو جائیگا۔

پھر ﷺ حضور نے اس طرف بھی اپنے اس عمل سے اشارہ فرمایا کہ یہ پہاڑ جو ہے وہ صفا ہے اور صفا کے مفہوم میں خود ہی صفائی اور وضاحت موجود ہے اس میں کوئی گنجلک نہیں ہے اس میں لطیف اشارہ ہے کہ یہ دعوت وتوحید ورسالت جو تم لوگوں کے سامنے پیش کر رہا ہوں یہ وحدانیت اور رسالت کی دعوت بالکل صاف ستھری، نکھری ہوئی اور اجلی ہے، اس میں کوئی ابہام اور انیچ پیچ نہیں ہے بلکہ یہ بھی عجیب اشارہ ہے جب دعوت دی اسوقت اس کا نام ''صفا،، تھا اور دعوت میں بھی صفائی موجود تھی، تو جس طرح سے آج تک اس کا نام ،،صفا،، باقی ہے اسی طرح دعوت میں بھی صفائی باقی ہے، اور جس طرح قرآنِ کریم قیامت تک اس پہاڑی کو ،،صفا،، کے نام سے پکارتا رہے گا اسی طرح اس دعوت میں بھی قیامت تک صفائی باقی رہے گی۔

یہ دعوت اس شان کے ساتھ آپ ﷺ نے دی کہ اس میں گنجلک نہیں، بلکہ ابتداء بھی صاف اور انتہا بھی صاف اور یہی نہیں بلکہ پہاڑ کی ایسی پوزیشن ہوتی ہے کہ اسکے اوپر چڑھنے کے بعد دوسری طرف کی چیزیں نظر آتی ہیں، اس میں ادھر اشارہ ہے کہ اس عالم

کے بعد ایک اور عالم ہے اور وہ عالمِ آخرت ہے، بلندی پر ہونے کی وجہ سے عالم آخرت کی جو چیزیں میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں وہ تم دیکھنے سے عاجز وقاصر ہو اور میں تمہیں خبر دے رہا ہوں کہ اگر تم نے توحید کی راہ اختیار نہیں کی تو یقینی طور پر تمہارے حق میں مجھے اس کا اندیشہ ہے کہ عذابِ شدید میں تم مبتلا ہوگے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پیغمبر کی ذات وہ خبر دیتی ہے جو دنیا کے انسان نہیں دے پاتے۔

اسی لئے نبوت کے شرائط میں لکھا ہے کہ کوئی نبی بہرا نہیں گذرا، اسلئے کہ کانوں کا تعلق صرف حضور سے نہیں بلکہ غیوبت اور باہر کی خبروں سے بھی ہے جس طرح قریب کی سنتے ہیں ایسے ہی دور کی بھی سنتے ہیں، تو کانوں کا تعلق انسانی بدن میں غیب سے ہے۔

(۳)

فرمایا کہ: عالمِ ارواح میں انسانیت سے سب سے پہلا خطاب یہ تھا،، **الست بربکم** ،، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ یہ نہیں پوچھا کہ کیا میں تمہارا خالق نہیں ہوں؟ یہ نہیں پوچھا گیا کہ میں تمہارا معبود نہیں ہوں؟ اور اسکی وجہ اپنے بزرگوں سے یہ سنی ہے کہ سب سے پہلے انسان کو مربی کی معرفت ہوتی ہے، جو بچے کو کھلائے، پلائے، کپڑے پہنائے اور تفریح کیلئے لے جائے، بچہ یہی سمجھتا ہے کہ میرے لئے سب کچھ یہی ہے، تو مربی کی معرفت پہلے ہوتی ہے اسلئے حق تعالی نے انسانوں سے بھی اپنی ربوبیت کی صفت کے ذریعہ اپنی معرفت کروائی اور اسی باب میں پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ یہ سوال عالمِ ارواح میں ہوا تھا، تمام روحوں نے جواب دیا تھا،، **بلی** ،، یعنی آپ ہی ہمارے رب ہے آپ کے سوا ہمارا رب کون ہوسکتا ہے۔

اسی لئے بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ یہ،، **بلی** ،، کا لفظ جب عالمِ ارواح میں کہا گیا تو اللہ تعالی نے اس لفظ کے شروع میں جو،، با،، ہے اسکو اتنا پسند فرمایا کہ اپنی کتابِ مبین

کا آغاز ہی اس حرف سے فرمایا، چنانچہ آپ دیکھئے کہ بسم اللہ میں،،با،،ہی کے ذریعہ قرآنِ کریم شروع ہورہا ہے۔

دوسری وجہ: اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ الف تو بیچارہ کھڑا ہوتا ہے، اپنے آپ کو لئے ہوئے رہتا ہے اور،،با،، اپنے آپ کو گرائے ہوئے ہے، مٹائے ہوئے ہے، گویا حرفِ الف شوکت و رفعت کی طرف مشیر ہے اور،،با،،عبدیت کی طرف اشارہ کررہا ہے، تو قرآنِ کریم آیا ہی اسلئے ہے کہ تم اپنی بڑائی ختم کردو اور اپنی شان وشوکت ختم کردو اپنے کو جو تم لئے ہوئے رہتے ہو، مٹادو، اسلئے حق تعالی نے کتاب مبین کا آغاز،،با،،سے فرمایا۔

تیسری وجہ: اور یہ بھی ہے کہ،،با،،حروف معنویہ میں سے ہے، الف حروف معنویہ میں سے نہیں ہے، با کبھی استعانت کیلئے آتا ہے یعنی مدد اگر مانگنا ہو تو حق جل مجدہ سے مانگی جائے،،با،،الصاق کیلئے آتا ہے، یعنی حرف،،با،، بندوں کو اپنے خالق حقیقی سے ملانے کا کام کرتا ہے، اسی لئے حق تعالی نے کتابِ مبین کا آغاز،،با،،سے فرمایا۔

چوتھی وجہ: الف حروف علت میں سے ہے اور علت کہتے ہے بیماری کو تو حرف علت سے کتاب مبین کی ابتداء ہو بھلا یہ کیسے مناسب تھا؟ اسلئے حق تعالی نے،،با،،سے اپنی کتاب مبین کا آغاز فرمایا۔

پانچویں وجہ: اور بعض علماء تو لکھتے ہیں کہ حرف،،با،، نے اپنے سر پر عزت کا تاج پسند نہیں کیا جس طریقہ سے،،خا،،کو نقطہ دیا گیا تو اسنے اپنے سر پر رکھ لیا جیم کو نقطہ دیا گیا تو اسنے اپنے پیٹ میں اتار لیا لیکن،،با،، نے اسکو نہ اپنے سر پر رکھا اور نہ ہی پیٹ میں اتارا بلکہ نیچے رکھا اور نقطہ بھی ایک ہی پسند کیا جو مومن صادق اور موحد عاشق کی شناخت و پہچان ہے کہ اس کا ایک ہی محبوب ہوتا ہے تو یہ حرف،،با،،اس بات کی طرف مشیر ہے کہ

مئومنین کیلئے ایک ہی محبوب حق تعالی کی ذات ہے، اسلئے حق تعالی نے اپنی کتاب کا آغاز اس حرف سے فرمایا۔

(۴)

فرمایا کہ: انسان کو اسکے اعمال نامے ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور بنیاد اسکی یہ ہے کہ جتنے اعمال انسان انجام دیتا ہے قرآنِ کریم میں اور حدیثِ پاک میں انکی نسبت ہاتھوں کی طرف کی گئی ہے، ہم آپ دیکھتے ہیں کہ ہمارے محاورے میں بھی یہ ہوتا ہے کہ فلاں کام ہوا تو اس میں فلاں ملک کا ہاتھ ہے، فلاں سیاست ہے اس میں فلاں کا ہاتھ ہے، فلاں قسم کی سازش اس میں فلاں کا ہاتھ ہے، ویسے لوگ ٹانگ بھی اڑاتے ہیں مگر زیادہ نسبت ہاتھ کی طرف ہوتی ہے، ٹھیک اسی طریقہ سے کتاب وسنت میں انسانی زندگی کے کاموں کی نسبت ہاتھوں کی طرف کی گئی ہے اور یہی دو ہاتھ شقاوت اور سعادت کے ترجمان ہیں گویا ساری زندگی کا خلاصہ ان دونوں ہاتھوں میں ہے۔

اور موت کے بعد اس کا ظہور اس عالم میں ہوگا، اگر سعادت اور نیکیاں ہیں تو داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا، شقاوت وکفر ہے تو بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

اور یہ شکل عجیب ہوگی کہ ادھر سے جب نامہ اعمال اڑائے جائیں گے تو کافر اپنے بائیں ہاتھ میں لینا نہیں چاہے گا ہاتھ پیچھے کرے گا تو اسکو پیچھے سے دیا جائے گا گویا قرآن وحدیث کو اسنے پسِ پشت ڈالدیا تھا تو نتیجہ بھی اس شان کا وہاں پر ظاہر ہوگا۔

(۵)

فرمایا کہ: قرآنِ کریم میں ہے ''یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم و جنوبھم و ظھورھم،، کہ انکے پیسوں کو سونے چاندی کو آگ میں تپایا جائے گا اور اسکے بعد داغا جائے گا پیشانی پر، پہلوؤں اور بازوؤں پر اور پیٹھ پر، اسکی

وجہ یہ لکھی ہے کہ بخیل آدمی اگر کسی کو دیکھتا ہے دور سے تو اسکی پیشانی پر بخل کی وجہ سے بل آجاتا ہے، تو فرمایا کہ پیشانی پر داغا جائے گا، اور اگر دیکھا کہ سامنے سے کوئی صاحب چلے آرہے ہیں اور دور ہیں ادھر منہ کر کے کسی کام میں لگ گئے اور پہلو ادھر کر دیا تو پہلو پر داغا جائے گا، اور اگر زیادہ کنجوس ہے بالکل مکھی چوس ایسی صورت ہے تو پشت کر کے اندر روانہ ہو جائے گا اسلئے پیٹھ پر داغا جائیگا۔

(٦)

فرمایا کہ: مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ آگ لگ گئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا کرتہ اتارا اور فرمایا کہ آگ میں ڈالدیا جائے تو آگ بجھ گئی، آپ جانتے ہیں آگ کیوں بجھی؟ میری سمجھ میں اسکی وجہ یہ آتی ہے کہ کرتہ کا تعلق تھا سینہ سے، اور سینہ میں ایک دل تھا، جس میں عشقِ الٰہی اور عشقِ نبوی کی آگ روشن تھی اور مادی آگ اسکے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہے اسلئے وہ ظاہری آگ سرد ہوگئی۔

(٧)

فرمایا کہ: قرآنِ کریم نے اکیسویں پارہ میں ایک مقام پر ہجرت کا تذکرہ فرمایا اور اسکے بعد موت کا تذکرہ فرمایا، اربابِ تفسیر لکھتے ہیں کہ دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ ہجرت میں آدمی اپنے وطن کو اپنے اختیار سے چھوڑتا ہے، اور موت کی حالت میں آدمی اپنا وطن بغیر اختیار کے چھوڑتا ہے کہ موت کے وقت وہ چاہے کہ میں کچھ دیر اور ٹھہر لوں تو یہ ممکن نہیں گویا اس میں ادھر اشارہ ہے کہ اپنے اختیار سے جو چھوڑ سکتے ہو اسکو چھوڑ دو ورنہ چھڑوانا اور گھر سے نکلوانا یہ تو طے ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ایک مستقل نظام ہے۔

(٨)

فرمایا کہ: حدیث شریف میں ہے ”من قتل دون ما له فهو شهيد“، جو اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، مسلم شریف کے درس میں میں نے

لڑکوں سے پوچھا کہ مال تو دنیوی چیز ہے نصوص میں مال کی بڑی بے وقعتی بیان کی گئی ہے پھر مال پر جان دینے والے کو شہید کیوں کہا، اسپر ذرا غور کرو، فقہاء لکھتے ہیں کہ چولہے پر ہنڈیا پک رہی ہو اور اسکے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے تو نماز توڑ سکتے ہیں، اب آپ سوچیں گے کہ نماز جیسی عظیم عبادت کہ ارض وسما اسکے ایک سجدہ کے مقابلے میں کچھ نہیں، ایسی عظیم عبادت کو ایک معمولی قیمت کے کھانے کیلئے توڑ دیا جائے اور مومن کی جان مال کیلئے چلی جائے اور شہادت کا درجہ! آپ صرف اسکی روح اور بنیاد سمجھ لے، حدیث شریف میں ہے ''من قتل دون ماله ،، یہاں ''من،، سے مراد مومن ہے اور ''ماله،، میں ''ہ،، کی ضمیر مومن کی طرف راجع ہے، مطلب یہ ہوا کہ کوئی مومن اپنے مال پر جان دے تو وہ شہید ہے، اور وجہ اسکی یہ ہے کہ یہاں مال مومن کے طرف نسبت ہو جانے کی وجہ سے قیمتی ہو گیا ہے، اس مال میں ایمان کی نسبت لگنے کی وجہ سے قیمت آ گئی ہے اور وہ اتنا قیمتی بن گیا کہ اگر اسکی حفاظت میں جان دیدی تو شہادت نصیب ہوگی، ورنہ اگر آپ اس دنیائے فانی کیلئے مریں تو ایسی موت کی خدا کے یہاں کوئی وقعت نہیں ہے، اگر آپ بڑے بڑے ملکوں کو حاصل کرنے کیلئے اور دنیوی شہرت حاصل کرنے کیلئے لڑیں اور جان دیدیں تو اسکی خدا کے یہاں کوئی حیثیت نہیں، معلوم ہوا کہ مومن کا مال صرف اس نسبت کی وجہ سے قیمتی ہے، اب اگر اسکی حفاظت میں جان جائے تو شہادت کا مرتبہ پائے، اس سے اصل ایمان کی قیمت کا اندازہ ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان بہت قیمتی چیز ہے اور آج کے اس دور میں ایمان ہی کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔

(۹)

فرمایا کہ: قرآنِ کریم میں ہے ''اسکن انت وزوجک الجنة ،، کہ آپ

جنت میں رہئے اور آپکی بیوی دونوں، یہاں دونوں کو علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا، فقہاء لکھتے ہیں کہ آپ رہئے ''وزوجک الجنة،،اور آپکی بیوی جنت میں رہے، اس عنوان سے ذکر کرنے میں ادھر اشارہ ہے کہ رہنے کے باب میں اور قیام کے باب میں شوہر کی حیثیت استقلالی ہے اور بیوی کی حیثیت تابع کی، گویا شوہر بیوی کو جہاں لے جا کر رکھنا چاہے بسانا چاہے اس مقام پر وہ لیجا کر رکھ سکتا ہے اسکو اختیار ہے، جنت کے باب میں اصل قیام حضرت آدم علیہ السلام کا ہے، اور اسکے بعد حضرت حواؑ کا ذکر کیا، مگر کھانے پینے کا سلسلہ جو ہے تو وہاں فرمایا ''وکلا،، ساتھ میں ذکر کیا کہ دونوں کھاؤ اور پیئو اور بنیاد اسکی یہ ہے کہ کھانے پینے کی دنیا میں عورتوں کی خوب چلتی ہے کہ اسکے ہاتھ میں تپیلی ہے، اسکے ہاتھ میں فرائی پین، اسکے ہاتھ میں چمچیاں وغیرہ سارا باورچی خانہ اسکے ہاتھ میں ہے۔

(۱۰)

فرمایا کہ: ''ولا تقربا هذه الشجرة،، کے ذیل میں شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے بڑی عجیب بات تحریر فرمائی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اس میں ادھر اشارہ ہے کہ دنیا میں جانے کے بعد چونکہ حق تعالی کے علم میں تھا کہ شرعی نظام قائم کرنا ہے اور شرعی نظام کی حقیقت یہ ہے کہ بعض باتوں کو اپنایا جائے اگر ساری چیزوں کے باب میں آدمی مطلق العنان اور آزاد بن جائے تو یہ اسکے لئے بربادی کی چیز ہے، مگر چونکہ ماں باپ کے کے اثرات اولاد پر پڑتے ہیں، ہوسکتا تھا کہ کوئی عقلمند یہ کہے کہ ہمارے ابا جان اور امی جان نے شروع کی زندگی گزاری ہے وہ بالکل آزادانہ گزاری ہے اور اس کا اثر ہماری طبیعتوں پر پڑ رہا ہے کہ ہم بھی آزاد زندگی گزاریں، تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ماں باپ کا مزاج بنایا گیا اور آزادی کے ساتھ ایک شئی کا پابند کرنے میں انکی ذریت کیلئے تمہید تھی اور پہلے سے اس بات کا گویا اعلان تھا کہ اولاد

میں یہ مزاج ہو کہ وہ بعض چیزوں کو استعمال کریں اور اگر رکنے کا حکم دیا جائے تو فوراً رک جائیں، گویا اپنے جذبات اور اپنی طبیعت پر احکام کی بنیاد نہیں ہے۔

اسی لئے آپ دیکھیں گے، نماز بہت بابرکت چیز ہے، نماز بڑا مقدس عمل ہے مگر بعض اوقات ایسے ہیں کہ ان میں اسے روک دیا جس میں ادھر اشارہ ہے کہ مصلی کی صلوۃ اور نمازی کی نماز اسکی اصل درحقیقت اطاعت اور امرِ حق ہے اپنے جذبات نہیں ہے۔

(۱۱)

فرمایا کہ: عجیب بات ہے کہ نکتے بعض دفعہ پیدا ہوتے ہیں نقطے بڑھانے سے مثلاً شادی کی زمین ہی درحقیقت سادی ہے کہ آپ تین نقطے ہٹا دے تو سادی رہ جاتی ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام نے شادی میں بڑی سادگی رکھی ہے، آپ ﷺ نے ایک صحابی کے کرتہ پر زردی کا کچھ اثر دیکھا، اسکے متعلق دریافت فرمایا، تو انہوں نے کہا کہ میں نے شادی کر لی ہے، معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو اطلاع نہیں کی، تو ان کے یہاں بڑی سادگی ہوتی تھی اور نکاح اگر سادہ ہوگا اور سہل ہوگا تو زنا کے دروازے بند ہونا شروع ہوں گے اور جہاں اسکے اندر شدت اور بڑی بڑی شرطیں لگیں تو زنا کے دروازے کھلنا شروع ہوں گے، آج تو کیفیت یہ ہوتی ہے جیسے معلوم ہوتا ہے سودا ہو رہا ہے اور سودا بھی کس کس شان کا، ایک صاحب کہتے ہے کہ ہمارے پاس تو سویٹر ہے اسکے سوا کچھ نہیں تو سامنے والا کہتا ہے نہیں سوٹر کے بجائے سکوٹر چاہیئے، اور بعض تو اس سے بھی بڑی فرمائش کرتے ہیں۔

(۱۲)

فرمایا کہ: ’’قصص القرآن‘‘ میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ نے موسیٰ

علیہ السلام کی زبان میں لکنت کے اسباب کیا تھے اس پر طویل بحث کی ہے کہ زبان یہ نہیں تھی، وہ نہیں تھی اور بچپن میں منہ میں انگارا لے لینے کا واقعہ وغیرہ، پھرانہوں نے اس میں ترجیح اس کو دی ہے کہ لکنت پیدائشی تھی، میں نے اس پر ایک حاشیہ لکھا ہے کہ " فيه نظرٌ " کیونکہ اصول میں اس کی تشریح ہے کہ پیغمبر خلقاً اور خلقۃً کامل ہوتا ہے، اس لیے یہ بات مجروح معلوم ہوتی ہے مولانا کی تحقیق اپنی جگہ، مگر ہماری تحقیق یہ ہے کہ پیغمبر خلقاً اور خلقۃً کامل ہوتا ہے، پیغمبر کا کوئی عضو ناقص نہیں ہوتا، کیونکہ پیغمبر کی محبت ایمان کی اَساس اور بنیاد ہے۔

(۱۳)

فرمایا کہ: امام رازی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ہدہد کو خط لے کر بلقیس کے پاس بھیجا تو وہ طاقچہ میں سے داخل ہوا اور بلقیس کے سینے پر خط ڈال دیا اور آپ نے ہدہد کو تاکید کی تھی کہ خط رکھنے کے بعد ذرا دور ہٹ کر دیکھتے رہنا کہ وہ کیا کرتی ہیں، جب وہ اٹھیں تو اس نے دیکھا کے سینے پر خط پڑا ہوا ہے، حالانکہ اس کے روم میں اس کی اجازت کے بغیر کوئی جا نہیں سکتا تھا، بڑی جلالتِ شان کی عورت تھیں، تو اس نے اپنے خاص لوگوں کو جمع کیا کہ إِنِّيْ أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيْمٌ ٥ إِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَإِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مکرم کتاب آئی ہے سلیمان کی طرف سے۔ تو امام رازی رحمہ اللہ نے سوال اٹھایا ہے اس مقام پر کہ سلیمان علیہ السلام نے " إنه من سليمن وإنه بسم الله الرحمن الرحيم " کیوں لکھا؟ یعنی ابتداء اپنے نام سے کیوں کی؟ پھر اس کا جواب خود دیا ہے کہ اصل میں وہ متکبرہ تھیں بہت، تو سلیمان علیہ السلام نے سوچا اگر میں خدا تعالیٰ کے نام سے شروع کروں تو ہوسکتا ہے وہ اس کی توہین کرے، تو اس کی توہین ہو اس کے بجائے اچھا یہ ہے کہ ابتداء میرے نام سے ہو۔ پھر

اس میں عجیب تطبیق دی لکھتے ہیں کہ اوپر جو بڑا کور تھا اس پر سلیمان علیہ السلام نے لکھا تھا" **إنه من سليمن** "اور اندر جب کھولا تو" **بسم الله الرحمن الرحيم** "تھا، عجیب وغریب تطبیق دی۔

(۱۴)

فرمایا کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی قرآنِ کریم نے دو صفت ذکر کی ہے: ایک یہ کہ **ثُعْبَانٌ مُبِيْنٌ** اور دوسری **كَأَنَّهَا جَآن** ''جان'' کہتے ہیں بالکل دبلا پتلا سانپ، اور ادھر" **ثعبان مبين** "بہت موٹا، تو اس کی تطبیق یہ ہے کہ ابتداء یہ، انتہاء وہ۔ اور اس سے اچھی تطبیق یہ ہے کہ پھرتی ایسی تھی جیسے پتلے سانپ کی ہوتی ہے اور جسامت میں موٹا سانپ۔ اور لکھا ہے کہ فرعون نے جب اس کو دیکھا تو اس کو دست لگ گئے، حالانکہ اس کو چار سو سال تک سر میں درد نہیں ہوا تھا۔

(۱۵)

فرمایا کہ: فقاہت کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شئی کو دوسری شئی پر قیاس کرے اور نتیجہ صحیح نکالے اور قرآنِ کریم سے بھی اس کا پتہ چلتا ہے۔

میں نے طلباء سے جلالین کے درس میں یہ بات کہی کہ منافقین نے کہا تھا'' **لا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِ** ،، کیونکہ جہاد شدید گرمی کے موسم میں آیا تھا تو انہوں نے کہا '' **لا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِ** ،، تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ﴿ **قُلْ** ﴾ آپ ان سے کہئے'' **نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَراًّ** ،، جہنم کی آگ اس سے بہت زیادہ سخت ہے'' دنیا کی گرمی اگر نا قابلِ برداشت ہے تو جہنم کی گرمی تو اس سے زیادہ سخت ہے، معلوم ہوا کہ اس کو اس پر قیاس کریں کہ یہ برداشت نہیں ہوتی تو وہ کیسے برداشت ہوگی تو اس کو اس پر قیاس کروایا گیا یہی فقہ ہے۔

(۱۶)

فرمایا کہ: ابوجہل کو ابوجہل کہا گیا سید الجہل نہیں کہا، اس لیے کہ سیادت آتی

ہے اوپر سے اور ظلومت وجہولت یہ اندر سے چلتی ہے اور جہل انسان کا خانہ زاد ہے، اس لیے ابو جہل کہا گیا سید الجہل نہیں کہا گیا ۔

(۱۷)

فرمایا کہ: امام رازی رحمہ اللہ نے ایک مقام پر غضب ڈھایا بس قلم توڑ دیا وہ فرماتے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں جب بچہ ہوتا ہے تو ایک چھوٹی سی تنگ دنیا ہوتی ہے اور اندر اسکی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ فرماتے ہیں کہ ماں کو آپ کھڑا کردیں تو بچہ اس شان کے ساتھ ہوتا ہے کہ ماں کی پیٹھ جدھر ہے اس طرف بچہ کا منھ ہوتا ہے اور دونوں گھٹنے ہاتھ کے حصار میں ہوتے ہیں اور گردن قدرے جھکی ہوئی اور یہی حالت تھی حضرت آدم علیہ السلام کی جب انہیں زمین پر بھیجا گیا تھا سر گھٹنوں پر تھا رونے کی کیفیت تھی اور ابلیس کا حال یہ تھا کہ انگلیوں میں انگلی ڈالے ہوئے پیروں کو کشادہ کئے ہوئے اور بعضوں نے لکھا ہے کمر پر ہاتھ رکھے ہوئے آسمان کو تکبر سے دیکھ رہا تھا۔

جب پیدائش کا وقت ہوتا ہے تو بچہ بھی الٹا ہو جاتا ہے اور سر کے بل پیدا ہوتا ہے پاؤں کے بل پیدا ہونے والے بچے شاذ ونادر ہوتے ہیں عام سر کے بل پیدا ہوتے ہیں، تو امام رازی رحمہ اللہ نے عجیب نتیجہ نکالا، فرمایا کہ جب ماں کے پیٹ میں تھا اسے چھوٹی سی دنیا میں کوئی گھٹن کوئی چھبن کوئی پریشانی وبے چینی نہیں تھی، فرمایا کہ یہ جیسے ماں کا پیٹ ہے اسی طرح زمین بھی ماں کے پیٹ کی طرح ہے، تو جب مومن قبر میں پہنچے گا، وہاں بھی کوئی گھٹن، کوئی چھبن، یا تنگی نہیں ہوگی، کوئی تکلیف و پریشانی اسے پیش نہیں آئے گی، مگر ایک شرط ہے وہ شرط یہ ہے کہ انسان دنیا کے اس مدرسہ میں آیا تھا تو اس کا مزاج حکم ماننے والا تھا اور وہ بھی اسنے حق تعالی کا تکوینی حکم مانا کہ دنیا کی طرف جاؤ یہ شرعی حکم نہیں ہے شرعی حکم تو اس سے بھی زیادہ اہم ہے، تو خدائے پاک کے حکم ماننے کا مزاج تھا اور خدا

کا حکم سر کے بل پورا کیا، تو امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر زندگی بھر یہ مزاج رہا کہ امرِ خداوندی کے آگے سر جھکا تا رہا تو جیسے ماں کے پیٹ میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی اسی طرح سے قبر میں بھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی بلکہ ”روضة من رياض الجنة،، بن جائے گا کہ حدِّ نظر و مدِّ بصر تک اسکے لئے قبر روشن ہوگی اور عجیب عجیب چیزیں اسے نظر آئیں گی اور وہ لطف اندوز ہوگا۔

(۱۸)

فرمایا کہ: امام رازی رحمہ اللہ نے ایسی عجیب بات لکھی کہ بس ان ہی کا حق ہیں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی بنی آدم کی ناانصافی کا شکوہ کررہے ہے کہ اے آدم کی اولاد! تم نے ہمارے ساتھ ناانصافی کا معاملہ نہیں کیا! بنی آدم کے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ مولی! وہ کونسا معاملہ ہے جس میں ہماری طرف سے ناانصافی ہوئی؟ تو فرمایا کہ بنی آدم! دیکھو تمہارا ہمیشہ کیلئے ٹھہرنے اور بسنے کا مقام جنت ہے کہ مومنین صالحین ہمیشہ جنت میں رہیں گے، تو جنت میں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے اور ابلیس تمہارا دشمن ہے جو اوپر کے عالم یعنی آسمانوں میں رہتا تھا، ہم نے تمہیں جنت میں بسانے سے پہلے ہی تمہارے دشمن سے تمہارے ٹھکانے (جنت) کو خالی کردیا اور ابلیس کو عالمِ بالا سے نیچے بھیجدیا کہ دنیا میں جاؤ یہاں تمہاری ضرورت نہیں ہے، تمہارے دشمن سے ہم نے تمہاری منزل کو خالی کردیا اور اے بنی آدم! تمہارا قلب ہماری منزل اور تجلی گاہ ہے، جب تمہارا قلب ہماری تجلی گاہ ہے تو اب بڑی ناانصافی ہوگی کہ ہماری تجلی گاہ کو تم اپنے دشمن سے اور ہمارے دشمن سے خالی نہ کرو اور اس سے قلبی تعلق پیدا کرو، تو گویا حق تعالی بنی آدم سے فرما رہے ہیں کہ تمہیں بھی چاہئے کہ ابلیس کے اثرات سے اپنے قلب کو محفوظ رکھو اور اسکو اس سے دور رکھو۔

اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حق تعالی انسانی قلب کو ابلیس اور نفس کے اثرات سے خود کیوں نہیں پاک کر دیتے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالی مہمان ہیں اور حضرتِ انسان میز بان ہیں اور قلب مہمان خانہ ہے اور مہمان خانہ کی صفائی میز بان کے ذمہ ہے، مہمان کے ذمہ نہیں، ورنہ حق تعالی تو قادر مطلق ہیں ان کیلئے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔

(۱۹)

فرمایا کہ: امام ابو یوسف رحمہ اللہ انتقال سے پہلے بھی علمی مسائل میں مشغول رہیں، چنانچہ ایک شخص روایت کرتے ہیں کہ میں پہنچا تو انتقال کا وقت قریب تھا اور وہ رمی جمار سے متعلق مسئلہ بیان فرمار ہے تھے اور جب باہر نکلا تو میں نے سنا کہ انتقال ہو گیا مناسبت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ وہاں شیطان کو کنکر مارا جاتا ہے اور موت کے وقت شیطان حاضر ہو کر کوشش کرتا ہے کہ آدمی ایمان چھوڑ دے تو کنکر مارنے والا مسئلہ بیان کر کے گویا شیطان کو مارنا اور دفع کرنا چاہتے تھے تاکہ علم کا اشتغال بھی باقی رہے اور خدائے پاک کی طرف سے شیطان کے دفعیہ کی شکل بھی پیدا ہو جائے۔

(۲۰)

فرمایا کہ: سورۂ ناس میں پانچ دفعہ ''الناس،، کا لفظ ہے، اس میں ادھر اشارہ ہے کہ احوال پانچ قسم کے ہیں بچپنہ جوانی بوڑھاپا اور اسکے بعد دنیا میں وجود ہے صالحین کا تو صلحاء کے رب سے پناہ چاہی گئی اور اسی طرح اشرار کا وجود بھی دنیا میں ہے تو ان کے رب سے پناہ چاہی گئی، اس طرح پانچ قسم کے احوال کی طرف اشارہ کیا گیا۔

(۲۱)

فرمایا کہ: بعض آثار میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے صاحبزادے کے بارے میں فرمایا بعضوں نے حضرت ابراہیم کے بارے میں لکھا ہے اور بعضوں نے اور کے میں

کہ اگر یہ زندہ رہتے تو ’’لکان صدیقا نبیا‘‘، یعنی یہ صدیق نبی ہوتے، گویا اپنے صاحبزادہ کے باب میں آپ ارشاد فرمارہے ہیں کہ یہ زندہ رہتے تو نبوت سے سرفراز کئے جاتیں، تو آپ کا خاتم الانبیاء ہونا ثابت نہیں ہوگا، تو حق تعالی نے آپ کی خاتمیت کو قائم ودائم رکھنے کیلئے آپ کے بیٹے کا دنیا سے اٹھالیا جانا پسند فرمایا کہ آپ کی نرینہ اولاد باقی نہ رہے لیکن آپ کی خاتمانہ حیثیت کو برقرار رکھا۔

(۲۲)

فرمایا کہ: مدینہ منورہ میں ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آگ لگ گئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا کرتہ بھیجدیا کہ آگ میں ڈالدو، بس! ادھر اس کرتہ کا آگ میں ڈالنا تھا کہ فوراً آگ بجھ گئی، کرتہ سے آگ بجھی، حالانکہ کپڑے میں آگ دھوم دھام سے لگتی ہے۔ بندے کی نظر میں اسکی مناسبت یہ ہے کہ اس کرتہ کا تعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سینہ سے تھا اور سینہ میں، قلب میں عشقِ الٰہی اور عشقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی آگ روشن تھی، اسکی برکت یہ ہوئی کہ دنیا کی آگ اسکے مقابلے میں ہیچ ثابت ہوئی اور وہ بجھ گئی، جیسے مومن پل صراط سے گزرے گا تو جہنم کہے گی جلدی سے گزر تیری وجہ سے میں ٹھنڈی ہوئی چلی جارہی ہوں۔

(۲۳)

فرمایا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بندہ نوافل کی کثرت سے میرا قرب حاصل کرتا ہے کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے وغیرہ وغیرہ او کما قال، اس حدیث کا مفہوم کیا ہے، حق تعالی نے ایک دفعہ ذہن میں بات ڈالی اور اس سے اتنی وضاحت ہوگئی کہ کوئی

اشکال ہی نہیں رہا، اس کا حاصل یہ ہے کہ دیکھئے، آپ کے قلب کو اللہ تعالیٰ نے حاکمانہ شان دی ہے اور سارے اعضاء اس کے اشارے پہ چلتے ہیں، ہاتھ اپنے طور پر حرکت کرنا چاہے تو کبھی نہیں کرے گا الّا یہ کہ مرض ہو رعشہ کا وہ امرِ آخر ہے، ورنہ سارے اعضاء انسان کے قلب کے تابع ہے، تو آپ کی آنکھیں آپ کے قلب کے تابع ہے، آپ کی زبان قلب کے تابع ہے، اور سارے اعضاء اس کے تابع ہے، اب آپ دیکھئے، آپ اپنے اعضاء کو اپنی مشیت اور مرضی کے مطابق استعمال کر رہے ہیں، یہ موٹی سی بات ہے، تو جب بندے کو اللہ جل شانہ سے قرب ہو جاتا ہے نزدیکی ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ اسکی زبان بن جاتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی زبان طاعات میں استعمال ہوگی معاصی میں استعمال نہیں ہوگی اسکی آنکھیں طاعات میں استعمال ہوگی معاصی میں استعمال نہیں ہوگی۔

غلافِ کعبہ سیاہ کیوں؟

فرمایا کہ: حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم نے ایک دن کسی کتاب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی جو ہے وہ سیاہ ہے، تو یہ ان کی سمجھ میں نہیں آیا، تو انہوں نے مجھ سے پوچھا، تو میں نے کہا کہ یہ اصل میں یوں نہیں ہے بلکہ جتنے رنگ ہیں کلرس ہیں ان تمام رنگوں کے ختم ہونے پر ایک ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ اس کو رنگ سے تعبیر نہیں کرسکتے، تو وہاں بعض لوگ لکھ دیتے ہیں سیاہ، حالانکہ وہ سیاہ بھی نہیں ہے حقیقۃً، اصل میں شاہ عبدالرحیم صاحب ولائتی رحمہ اللہ ایک بزرگ تھے اور سید احمد بریلوی رحمہ اللہ ایک بزرگ تھے، تو مشائخین نے دیکھا کہ شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کی جو نسبت ہے اس کے انوار بہت دِکھے، مگر سید احمد بریلوی رحمہ اللہ کی نسبت میں انوار نہیں دِکھے، تو لوگ کہنے لگے کہ شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ سے ان کی نسبت بڑی ہے، حاجی امداد

اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ مشائخ کے فیصلے میں غلطی ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ جہاں انوار ہے وہ ظہور کا درجہ ہے، اور سید صاحب مراتبِ ظہور کو ختم کر کے آگے پہنچے ہوئے تھے کہ جہاں پر کوئی رنگ ہی نظر نہیں آرہا ہے، اچھا! جب یہ انوار اور کلرس ہوتے ہیں اس لیے انوار کی بھی قسمیں لکھی ہیں، تو یہ جہاں ختم ہوتے ہیں اس کی تعبیر و تفہیم کے لیے وہاں کہہ دیتے ہیں کہ کوئی لون نہیں ہے، کوئی کلر نہیں ہے، تو بس ایسا جیسا تاریک معلوم ہوتا ہے، تو اس کو سیاہ سے موسوم کر دیتے ہیں، حالانکہ وہ حقیقۃً سیاہ نہیں ہے، تو میں نے کہا کہ یہی وہ گہری حقیقت ہے کہ بیت اللہ کے لیے غلاف کا جو کلر تجویز کیا گیا وہ سیاہ کیا گیا ہے کہ سیاہ رنگ پر کوئی رنگ نہیں آتا اور یہ تمکین اور استقامت کی طرف اشارہ ہے، تمکین، نمکین نہیں، تمکین یعنی ایسی کیفیت جو اور رنگ کو اپنے اندر نہ لے سکے۔

فَرَّمِن المطر وقام تحت المیزاب

فرمایا کہ: اب تو ایسا دور آچکا ہے کہ گھر کے باہر کے ماحول کا کیا آدمی رونا روئیں، اب تو باہر بھی رونا اور اندر بھی رونا، اندر باہر سب فاسد ہو چکا ہے، بتائیے! امان ہے؟ نہیں ہے، گھر کے باہر بھی فساد اور گھر کے اندر بھی فساد، انگلینڈ میں ایک صاحب کہنے لگے کہ مولانا صاحب! یہ ٹی وی گھر میں اس لئے رکھا ہے ہے کہ باہر کا ماحول اچھا نہیں ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ! واہ واہ! بڑا اچھا علاج تجویز کیا، باہر کا ماحول چونکہ اچھا نہیں ہے اس لئے گھر میں ’’فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ، وَقَامَ تَحْتَ الْمِیْزَابِ، هَدَمَ مِصْراً، وَبَنیٰ قَصْراً‘‘، کہ شہر کو ویران کر کے ایک مکان بنایا اور پانی سے بھاگا اور پرنالہ کے نیچے ٹھہرا جیسی بات ہوگئی۔

فقیری میں شاہی

فرمایا کہ: چونکہ آپ لوگوں کے درمیان مجھے کچھ دن گذارنے ہیں اسلئے ایک

بات کا خلاصہ کردوں یہ بات میں نے کلیپٹن میں بھی کہی تھی کہ بھئی ایسا مت سوچنا کہ کرایہ خرچ کر کے کوئی گائے خرید لی ہے، یا بھینس کو باندھ لیا ہے جس طرح چاہو دوہ لو، بعض لوگ بیٹھے بیٹھے پیر لمبے کر دیتے ہیں، کچھ اونگھتے رہتے ہیں، میں نے کہا یہ نہ سمجھیں ہم لوگ تو فقیری میں شاہی کرتے ہیں دوسرے ہی دن رخصت ہو جائے ایسی طبیعت ہے، اسلئے ذوق شوق ہونا چاہئے، یہ خیال غلط ہے کہ ایک مولوی کو بلالیا اب وہ جائے گا کہاں؟ بیچارہ جھک مار کر بیان کرے گا ہی، تو یہ ذہن سے نکالدیں شوق اور طلب سے بیٹھیں اور طالب بنکر رہیں تو انشاء اللہ نفع ہوگا، اور میری صحت کیلئے بھی دعا کریں کہ صحت اچھی رہے تا کہ کچھ کام ہو سکے، شکر کا مرض ہے دعا کریں کہ اس مرض کے ساتھ ساتھ ہمیشہ شکر کی توفیق رہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو جسمانی اور روحانی صحت عطا فرمائیں۔

قلبِ اطہر انتہائی لطیف تھا

فرمایا کہ: قلبِ اطہر چونکہ انتہائی لطیف تھا اس لئے مصلیوں کے احوال کا بھی اثر پڑتا تھا، ایک مرتبہ بھول ہوگئی نماز میں تو فرمایا کہ تم لوگوں کی طہارت میں جو نقص ہو جاتا ہے اس کا اثر مجھ پر پڑا کہ بھول ہو جاتی ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے شفقت کا انداز اختیار کیا ہے

فرمایا کہ: قرآنِ کریم نے ایک ایک بات کو کئی کئی طریقہ سے سمجھایا ہے اور شفقت کا انداز اختیار کیا ہے، دیکھو! ایک ہے ضابطہ اور ایک ہے رابطہ، اگر اللہ تعالیٰ ضابطہ سے کام لیتے تو پورے قرآنِ کریم میں نماز کا ایک ہی جگہ تذکرہ ہوتا، اگر ضابطہ سے اور قانون سے کام لیتے تو اس صورت میں پورے قرآنِ کریم میں ایمان لانے

کا ایک ہی جگہ ذکر ہوتا، زکوٰۃ دینے کا ایک ہی جگہ تذکرہ ہوتا، سچائی کا ایک ہی جگہ ذکر ہوتا، گناہوں کے چھوڑنے کا ایک ہی جگہ تذکرہ ہوتا، لیکن قرآنِ کریم نے بجائے ضابطہ کے اور قانون اختیار کرنے کے نہایت شفقت اور نہایت محبت سے کام لیا ہے اور اللہ جل شانہ نے بار بار ہمیں ایک چیز سمجھائی ہیں تاکہ ذہن نشین ہو جائیں، دل نشیں ہو جائیں اور راہِ راست پر آجائیں، اگر صرف قانون اختیار کیا جاتا تو ایک مرتبہ کہنا کافی تھا، مگر اللہ تعالیٰ کی شفقتوں اور عنایتوں پر قربان جائیے کے بار بار سمجھایا ہے۔

قرآن کے معیار میں سب سے بڑا آدمی وہ ہے جس میں دو صفتیں موجود ہو

فرمایا کہ: قرآنِ کریم کے معیار میں سب سے بڑا آدمی وہی ہے جس میں ایمان جتنا زیادہ ہو اور تقویٰ جتنا زیادہ ہو وہ ولی ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو وہ صورتِ ولی ہے، گولڈن کور ہے اور اندر نجاستیں بھری پڑی ہے۔

قرآنِ کریم تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ ہیں

فرمایا کہ: قرآنِ کریم کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے ایک آدمی نے کچھ کتابیں لکھی ہو اور اس کی کتابیں کائنات میں یا مخلوق میں پھیلی پڑی ہو، مگر لوگوں نے اس کی لکھی ہوئی تصنیفات میں، تالیفات میں اور کتابوں میں اپنی جانب سے اس میں کچھ ملاوٹ کردی ہو، اپنی جانب سے کچھ آمیزش کردی ہو، اس کی مراد کو بگاڑنے کی کوشش کی ہو، اسکے الفاظ کو تبدیل کرنے کی سعی کی ہو، ایسی صورت میں اگر وہ مصنف اور مؤلف اور کتاب کا لکھنے والا صاحبِ کتاب ایک کتاب پریس کے سپرد کرے اور اس کے

بعد یہ اعلان کردے کہ میری تمام کتابوں میں یہ کتاب آخری ہے، میری تمام تالیفات میں یہ آخری تالیف ہے، میری تمام تصنیفات میں یہ آخری تصنیف ہے، پچھلی تمام تالیفات وتصنیفات اور رسائل و کتابوں میں جو مضامین ہیں، ان کے تمام مضامین وہی معتبر ہیں جو اس کتاب سے ملتے جلتے ہیں، یہ کتاب پچھلے مضمونوں کے موافق ہے اور پچھلے مضمون اس کے مطابق ہے تب تو وہ صحیح ہے اور اگر پچھلی کتاب کا کوئی مضمون اسکے خلاف ہے تو وہ غیر معتبر ہے، ظاہر بات ہے کہ ایسی صورت میں اس مصنف کی کتابوں میں اور اس کے مضامین میں جن جن لوگوں نے جو ملاوٹیں کی ہوگی اور گڑبڑیاں کی ہوگی اس آخری تصنیف اور تالیف اور کتاب کے اس طریقہ سے سامنے آجانے کے بعد اب کسی کو یہ گنجائش نہیں رہے گی کہ وہ حق کے باب میں اور صحیح مراد کے باب میں اور صحیح منشاء کے باب میں اور مصنف کے صحیح کلام کے سلسلہ میں اپنی طرف سے کوئی ملاوٹ کرے۔

بالکل اسی طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے پچھلے نبیوں کے ہاتھوں کچھ رسائل، کچھ صحائف وہ قوموں کو دیئے، قوموں کا مزاج علمی اعتبار سے کچھ بڑھتا رہا، ترقی کرتا رہا تو انہیں زبور دی گئی حضرت داؤد علیہ السلام کے بابرکت ہاتھوں، انہیں تورات دی گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں انہیں انجیل دی گئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقدس ہاتھوں اور جب اس سے بہت زیادہ ترقی کر کے آخری رتبہ حاصل کرلیا تو آخر میں سب سے جامع ترین، اکمل ترین اور بہترین کتاب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھوں امت کو اور قوم کو دی گئی، تو قرآنِ کریم تمام کتابوں کا خلاصہ ہیں، تمام کتابوں کا نچوڑ ہیں، ساری کتابوں کی جامع ترین یہی کتاب ہے۔

قسمت کے دیکھنے والے سڑک کے کنارے پر

فرمایا کہ: ایک جوتیشی تھا اس کے پاس ایک شخص پہنچا اور اپنا ہاتھ دکھایا اور کہا

کہ میرا نصیب آپ دیکھیے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ یہ قسمت کے دیکھنے والے سڑک کے کنارے بیٹھے رہتے ہیں، علم ان کا اتنا کہ وہ گویا لوحِ محفوظ تک پہنچا ہوا، قسمتوں پہ ان کی نظریں، نصیبوں پہ ان کی نظریں اور تشریف فرما ہیں سڑک کے کنارے اور وصول کررہے ہیں اس کی قیمت دوآنہ اور چار آنہ، یہ خود تعجب خیز بات ہے، تو اس نے ہاتھ دیکھا اور ہاتھ دیکھنے کے بعد کہا کہ تم بہت بڑے کروڑ پتی بنو گے، کہا کیسے؟ کہا ہم سمجھتے ہیں ہم کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ کے آگے پیچھے گاڑیاں دوڑ رہی ہیں۔

خیر، ہوا یہ کہ مستقبل آیا تو وہ شخص چوراہے کی کمان کرنے والی پولس بنا، یہ جو چوراہے پر پولس ہوتا ہے کمان کرتا ہے گاڑیوں کو تو اس کے آگے پیچھے گاڑیاں دوڑ رہی ہوتی ہیں اور جیب اس بیچارے کا کا خالی ہے کہ گاڑیاں اس کے آگے پیچھے بلاشبہ دوڑ رہی ہیں مگر یہ کہ وہ کروڑ پتی نہ بن سکا وہ ایک راستہ کا پولیس تھا ادھر بھی اسکے موٹر کار تھی اور ادھر بھی اسکے موٹر کار تھی اور بیچ میں وہ فلوس کے اعتبار سے بے کار تھا اس کا کوئی وقار ایسا نہیں تھا جو اس نے بتایا تھا۔

قبرستان میں کیا دیکھا؟

فرمایا کہ: آج ہماری حالت یہ ہے کہ قبرستان میں جا کر بھی ہماری غفلت دور نہیں ہوتی، قبرستان میں اپنی آنکھوں سے میں نے دیکھا کہ لوگ سگریٹ پیتے ہیں اور وہاں دنیا بھر کے قصے قضیئے چھیڑتے ہیں، بہت سے تو قبرستان کے اندر ہی تشریف نہیں لاتے اسلئے کہ جناب نے ایک ہفتہ سے غسلِ جنابت ہی نہیں فرمایا، ہمارا آج یہ حال ہے کہ ادھر وہ بیچارہ دفن ہورہا ہے اور ادھر قبرستان ہی میں سارے پلان بن رہے ہیں حق یہ ہے کہ ہم پر دنیا چھائی ہوئی ہے جسکے یہ سب اثرات ہیں۔

کچھ لوگوں کو تعبیر کی غلطی سے دھوکہ لگا ہے

فرمایا کہ: حضرت حکیم الاسلامؒ فرماتے تھے کہ میں راجپوتانہ میں گیا وہاں ایک پنڈت سے ملاقات ہوئی تو میری اس سے گفتگو ہوئی، میں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں زیادہ ڈنڈوت کرنے سے کیا ملتا ہے، اس نے کہا کہ بہت زیادہ پراتھنا اور ڈنڈوت اور عبادت کرنے سے پرمیشور انسان کے اندر آجاتا ہے، یہ اس نے کہا، حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے تعبیر کی غلطی سے دھوکہ لگا میرا ذہن منتقل ہوا حدیثِ تقرب بالنوافل کی طرف حدیث میں حضور ﷺ فرماتے ہیں آپ کا ارشاد ہے کہ بندہ نوافل کی کثرت سے میرا قرب حاصل کرتا ہے، نفلی طاعتوں سے ہم لوگ عام طور پر نماز ہی مراد لیتے ہیں، نوافل عام ہے ہر وہ طاعت جو فرض نہیں ہے اس کو اختیار کرے آدمی، حدیث میں ہے اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے وغیرہ وغیرہ او کما قال، تو حضرت فرماتے ہیں کہ اب لوگوں نے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تعبیر کی غلطی سے یہ لے لیا کہ پرمیشور اور بھگوان جو ہے انسان کے اندر آجاتا ہے حالانکہ کہاں ذاتِ پاک کہاں ذاتِ عالی اور کہاں انسان خاکِ ناپاک اسکی حیثیت ہی کیا ہے۔

کام مقدم ہونا چاہئے نام تو بعد کی چیز ہے

فرمایا کہ: قرآنِ کریم میں فرمایا کہ ’’ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ‘‘ اس سے اچھی بات کس کی جس نے خدا تعالی کی طرف دعوت دی ’’وعمل صالحا‘‘ اور خود بھی اس نے نیک کام کئے ’’وقال اننی من المسلمین‘‘ اور اس کے بعد یہ کہا کہ میں مسلمانوں میں سے ایک ہوں، تو پہلے تو کام ذکر کیا قرآنِ کریم نے اس

کے بعد نام کا تذکرہ کیا، معلوم ہوا کہ اصلِ اصول یہی ہے کہ پہلے کام ہو پھر نام ہو، آج دنیا میں ہوتا یہ ہے کہ کوئی تنظیم شروع ہوتی ہے تو سب سے پہلے نام کا مسئلہ آجاتا ہے کہ یہ صدر ہے، یہ سکریٹری ہے، یہ شکرٹیٹی ہے، یہ فلاں ہے، یہ فلاں ہے، یہ وہ ہے، یہ وہ ہے وہ ہے تو غرض یہ کہ اسی بنیاد پر جھگڑے اور تصادم شروع ہوجاتا ہے، تو اسلام کا نقطۂ نگاہ در حقیقت کام کو مقدم کرنا ہے اور اس کے بعد پھر مسئلہ آجاتا ہے اپنی حیثیت اور اپنے نام کا۔

کچھ کمزوریاں، کچھ مجبوریاں

فرمایا کہ: میں نے انگلینڈ میں ایک تقریر میں جس میں پورے انگلینڈ کا مغز جمع تھا امراء بھی تھے، علماء بھی تھے، میں نے کہا کہ میں بڑے حضرات سے تو کیا کہوں لیکن اپنے ساتھیوں سے یا جنھوں نے مجھ سے کچھ پڑھا ہے ان سے میں مشورۃً کہتا ہوں کہ دیکھئے دو چیزیں ہیں، کچھ تو ہیں علماء کرام کی کمزوریاں اور کچھ ہیں علماء کرام کی مجبوریاں، عوام آپ کی مجبوریاں بہت کم دیکھیں گے مگر کمزوریاں ضرور دیکھیں گے، یہ عوام کسی کو بخشتے نہیں، ویسے یہ آپ سے مصافحہ کرلیں بہت اخلاق سے پیش آئیں اور آپ خوش ہو جائے کہ لوگ مجھے بہت مانتے ہیں مگر اس غلط فہمی میں نہ رہیں اور بدگمان بھی نہ ہوں کیونکہ عوام میں بعض لوگ دل سے چاہتے بھی ہیں ان میں مخلص اور ہمدرد بھی ہوتے ہیں بہرحال دھوکہ میں بھی نہ پڑیں، بدگمان بھی نہ ہوں بلکہ محتاط رہنے کی کوشش کریں۔

گجرات کی دبلیاں باندیوں کی پوزیشن میں ہیں

فرمایا کہ: حضرت مولانا ایجی صاحب تھے کالا کاچھ (ایک گاؤں کا نام ہے) میں وہ کہتے تھے کہ گجرات میں جتنی دبلیاں (دیہاتوں میں کھیتوں میں یا گھروں میں کام کرنے والیاں) ہیں سب باندیوں کی پوزیشن میں ہیں جو پہلے زمانے میں ہوتی

تھیں، (یہ مزاحاً فرماتے تھے)۔

گشت کی مثال

فرمایا کہ: حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے کہ گشت کی مثال ایسی ہے جیسے ایک تو ہوتا ہے منبع جسے پاور ہاؤس کہتے ہیں اور ایک شکل یہ ہے کہ وہاں سے مختلف مقامات پر تار پھیلا دیئے جائیں، میں تو اس کو یوں تعبیر کرتا ہوں کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ''الصلوٰۃ نور'' کہ نماز نور ہے اور جب نماز نور ہے تو یہ نماز جس سے متعلق ہے وہ مصلی ہوا، تو نماز پڑھنے والے مصلی کو تو آپ کھمبے کی طرح سمجھے اسے نور کا مرکز سمجھے اور مصدر سمجھے اور یہ جماعت جو نقد لینے کیلئے نکلتی ہے اس کو ایسے سمجھے جیسے تاروں کو پھیلا دیا گیا کہ ان کا ان سے کانٹیکٹ ہو جائے، اسی لئے وہ پہنچتے ہیں اور پہنچنے کے بعد کہتے ہیں کہ آپ نقد چلنے کی کوشش کرے، اب لوگ طعنے دیتے ہیں الزام دیتے ہیں اور کچھ لوگ غسل کا عذر کرتے ہیں کہ کسی نے غسل نہیں کیا ہے، تو غسل نہیں کیا تو اس کی شرافت کی بات کہ مسلمان ہو کر تین تین دن تک جنابت کا غسل نہیں، آٹھ آٹھ دن تک جنابت کا غسل نہیں، یہ تو رونے کا مقام تھا کہ مسلمان اور نجس، تو غرض یہ کہ یہ بیچارے کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح ان کو مسجد میں لائیں اور ظاہر بات ہے کہ مسجد پہنچنا یہ دانائی کی بات ہے۔

ليس العيد لمن لبس الجديد وللعيد لمن خاف الوعيد

فرمایا کہ: کتابوں میں لکھا ہے کہ عید اس کے لئے نہیں ہے کہ جس نے صرف اچھے اچھے کپڑے پہن لئے ''ليس العيد لمن لبس الجديد وللعيد لمن خاف الوعيد''، کہ جو وعید سے ڈرتا ہے اس کے لئے حقیقی عید ہے اور عید اس کے لئے نہیں کہ جس نے بچھونے اور بساط اچھے اچھے بچھا دیئے بلکہ عید اس کے لئے ہے جو صراط سے

متجاوز ہوگیا، تو بساط کا افتراش یہ کچھ نہیں ہے پل صراط سے گزر جائے تو وعید ہے۔

للذکر مثل حظ الانثیین

فرمایا کہ: آٹھویں پارے میں سورۂ اعراف میں حق تعالیٰ شانہ نے ایک عجیب انداز سے ابلیس کی اطاعت سے روکا ہے، اس کا مضمون جو ہے اس کو سننے سے پہلے آپ ایک تمہید سن لیں، ایک آدمی ہو اس سے کوئی شخص یہ کہے کہ تم فلاں آدمی سے تعلق رکھتے ہو، حالانکہ فلاں آدمی وہ ہے کہ جس نے تمہارے والد کو ان کے گھر سے نکلوایا، فلاں آدمی وہ ہے کہ جس نے تمہارے والد کے کپڑے اتروا لئے، تو جب آدمی کو یہ معلوم ہو کہ اچھا! فلاں آدمی نے میرے والد کو اپنے مکان سے نکلوایا اور میرے والد کے بدن سے کپڑے نکلوائے وہ اتنا سرکش اور اتنا بدمعاش ہے اور میرے والد کا اتنا بڑا دشمن ہے، تو مجھے بھی اس سے دشمنی رکھنی چاہئے یا کم از کم تعلق نہ رکھنا چاہئے اتنا تو ہو، یہ ایک فطری اور نفسیاتی چیز ہے، قرآنِ کریم نے آٹھویں پارے میں سورۂ اعراف میں یہی ذکر کیا کہ ابلیس کی اطاعت وفرمانبرداری اور اس کے پیچھے چلنا یہ تمہارے لئے زیب دہ نہیں ہے، یہ وہ ہے کہ ''اخرج ابویکما من الجنة'' تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوایا اور یہی نہیں، ''ینزع عنهما لباسهما'' کہ جب انہوں نے دانہ کھایا تو اس کے نتیجہ میں ان کے بدن سے کپڑے ہٹے ہیں اور دانہ کھانے کی صورت یہ ہوئی تھی کہ دو دانے تو ماں حوّا نے اپنے لئے رکھے اور ایک دانہ حضرت آدم علیہ السلام کیلئے، اسی لئے حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ایک جگہ لکھا وہ فرماتے ہیں کہ اسی کی سزا گویا یہ مقرر ہوئی کہ ڈبل حصہ عورت اپنے لئے رکھنا چاہتی تھی اور مرد کو ایک حصہ، تو وراثت میں مرد کو

دوہرا حصہ دیا جاتا ہے اور عورت کو اکہرا یہ اسی کی مکافات ہے، ’’للذکر مثل حظ الانثیین‘‘ تو جب وہ دانہ انہوں نے کھایا ہیں تو جبریلِ امین نے ان کے سر سے تاج اتار لیا۔

لطائف و ظرائف

(۱)

فرمایا کہ: نرولی میں ایک شخص ہے اب وہ بوڑھے ہوگئے بیچارے، وہ ایک عورت کے عاشق ہوگئے نام اس کا مریم تھا، ان کو اس سے اتنی محبت تھی کہ بستی میں کوئی نیا آدمی آیا ہوا اور ان سے یہ کہا جاتا کہ یہ عامل ہے اور وہ مریم سے تمہارا تعلق ختم کردیں گے تو وہ اس سے ناراض ہوجاتے، حالانکہ اس بات کا نہ سر نہ پیر اور وہ کیفیت ہوتے ہوتے یہاں تک پہنچی کہ تسبیح لے کر مسجد میں گئے، کسی نے پوچھا کہ موٹا کیا کرتے ہو، تو تسبیح بتاتے ہوئے کہا کہ اس میں مریم نظر آتی ہے۔

(۲)

فرمایا کہ: ایک عورت تھی نہایت خوبصورت، اس سے کسی نے نام پوچھا، تو اس نے کہا کہ میرا نام مکہ ہے، اب اس کے گالوں پر تل تھا، تو اسنے کہا کہ جب آپ مکہ ہے تو اس حجرِ اسود پر بوسہ کی اجازت مل جائے، تو اس عورت نے کہا کہ اس کے لیے نان ونفقہ شرط ہے۔

(۳)

فرمایا کہ: حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کے خاندان میں حضرت کا نام زکریا، باپ کا نام یحیٰ، چچا کا نام الیاس اور ایک اور تھے الیاس، تو گویا، ’’کل من الصالحین .و زکریا ویحیی وعیسی والیاس، کل من الصالحین،،(حضرت

کی مراد اس آیت کی مشیر تھی .و زکریا ویحیی وعیسی والیاس، کل من الصالحین،، کی طرف۔

(۴)

فرمایا کہ: جگر مراد آبادی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے کہ وہ پہلے مے نوشی کرتے تھے یعنی شراب پیتے تھے، پھر اس سے توبہ کر لی، ایک دن نفس کے زور دلانے پر پھر شراب پی لی پھر گھر پر آکر بہت روئے، تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ایک خلیفہ تھے مولانا عبد الباری لکھنوی رحمہ اللہ جب انہوں نے اس واقعہ کو سنا تو فرمایا کہ دل اچھا تھا، جگر خراب تھا۔

(۵)

فرمایا کہ: ایک خاں صاحب سے کسی نے پوچھا کہ کتنی عمر ہے آپ کی؟ فرمانے لگے کہ پچاس سال کی، پھر دس سال کے بعد پوچھا کہ کتنی عمر ہے آپ کی؟ تو کہا کہ پچاس سال، تو اس نے کہا کہ دس سال پہلے بھی پچاس سال اور ابھی بھی پچاس سال؟ اب تو ساٹھ سال ہوگئی، تو جناب فرمانے لگے کہ مسلمان کا زبان ایک ہوتا ہے کہ مسلمان کی زبان ایک ہے کہ دس سال بعد بھی پچاس سال ہی ہے۔

(۶)

فرمایا کہ: ایک واعظ تھے انہوں نے خطبہ پڑھا اور لوگوں سے پوچھا کہ سمجھ گئے، تو لوگوں نے کہا کہ ہاں سمجھ گئے ، تو کہا اچھا دعا کرو اللہ پاک عمل کی توفیق نصیب فرمائیں، لوگوں نے کہا کہ یہ تو بڑی مصیبت ہے، دوسرے دن پوچھا سمجھ گئے تو کسی نے کہا کہ کوئی بھی نہیں سمجھا، تو وہ کہنے لگے اللہ میاں نے سمجھایا، آپ ﷺ نے سمجھایا، صحابہؓ نے سمجھایا، بزرگوں نے سمجھایا، علماء نے سمجھایا، اب بھی سمجھ میں نہیں آیا تو دعا کرو کہ اللہ پاک ہی صحیح سمجھ دے تم کو، تیسرے روز پھر انہوں نے خطبہ دیا پھر لوگوں سے پوچھا کہ سمجھ

گئے، تو پہلے سے لوگوں نے طے کر رکھا تھا کہ آدھے کہیں گے کہ سمجھ گئے اور آدھے کہیں گے کہ نہیں سمجھیں، ہاف ہاف، تو انہوں نے کہا کہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ جو حضرات سمجھ گئے ہیں وہ نہ سمجھنے والوں کو سمجھا دیں دعا کیجئے اللہ پاک عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔

(۷)

فرمایا کہ: سارود بھروچ ضلع میں ایک بستی ہے، وہاں ایک صاحب تھے ان کو اذان مائک میں دینے کا بہت شوق تھا اور بانگی صاحب (مؤذن صاحب) ان کو چانس نہیں دیتے تھے اذان دینے کا، تو ایک روز انہوں نے سوچا کہ صبح کے وقت اذان دی جائے یہ اچھا موقع ہے، تو رات میں تین بجے اٹھے اور ٹول اٹھایا اور اٹھا کر گھڑی کے پاس پہنچ گئے اور گھڑی میں اذان کا وقت کر دیا اور ٹول وہیں بھول گئے اس کے بعد جا کر مائک کھول کر اذان شروع کر دی، بانگی صاحب تھے جلالی بہت بگڑے تو اس نے کہا کہ جاؤ گھڑی دیکھو ٹائم ہو گیا ہے، اب انہوں نے جو گھڑی دیکھی تو وقت تو ہو گیا تھا مگر گھڑی کے نیچے جو علامت کھڑی ہوئی تھی وہ پتہ دے رہی تھی کہ یہ کسی اور صاحب کی کارستانی (چھیڑ چھاڑ) ہے۔

(۸)

فرمایا کہ: ایک طالب علم تھے وہ ایک شہزادی سے شادی کرنا چاہتے تھے کسی نے پوچھا اتنی بڑی تمنا آخر کچھ تیاری بھی کی ہے؟ اس نے کہا کہ آدھی تیاری ہو چکی ہے، تو اس نے پوچھا کہ آدھی تیاری کی کیا ہے، تو اس نے کہا کہ شادی کی بنیاد دو چیزوں پر ہیں کہ میاں بھی راضی ہو اور بیوی بھی راضی ہو، تو میں تو راضی ہوں تو آدھا مسئلہ تو حل ہو گیا ہے، اب وہ راضی ہو تو اس کے راضی ہوتے ہی پورا مسئلہ طے ہو جائے گا۔

(۹)

فرمایا کہ: بوڑھان میں یا کسی جگہ دوعورتیں اپنے شوہر کے باب میں باتیں کرنے لگیں، ایک نے پوچھا دوسری سے کہ تمہارا شوہر کیسا ہے؟ تو اس نے کہا کہ بہت اللہ کا کرم ہے، اب اس نے اس سے پوچھا کہ تمہارا شوہر کیسا ہے؟ تو اس نے کہا کہ بات جانے دے مرچ جیسا ہے۔

(۱۰)

فرمایا کہ: یہ ذہن میں رہے کہ جہاں کوئی برائی ہوئی تو اس سے دوسری ہوگی، دوسرے سے تیسری ہوگی، تیسرے سے چوتھی ہوگی، تو برائی برائی کو کھینچ کر لاتی ہے جیسے آپ نے ایک نیکی کی تو وہ دوسری کو کھینچ کر لاتی ہے، پھر دوسری سے تیسری ایک سلسلہ قائم ہوجاتا ہے وہ جیسے ایک فقیر صاحب تھے وہ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے بعد دوسری دفعہ سبحان اللہ کہنے کی توفیق ہوئی تو سمجھو کہ پہلی سبحان اللہ قبول ہوگئی، تو وہ ایک بستی میں چندہ کیلئے نکلے اور کہنے لگے کہ جنہوں نے گذشتہ سال رسید پھڑوائی تھی وہ دوبارہ آج رسید پھڑوائیں گے تو سمجھو کہ اس کا گذشتہ سال کا چندہ مقبول ہوگیا، تو ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی توفیق ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے کے بعد دوسری دفعہ کہنے کی توفیق تو سمجھو کہ اس کا پہلا عمل مقبول ہوگیا، تو جو اس دفعہ پھر چندہ کی رسید پھڑوائیں گے تو ہم سمجھیں گے کہ اس کا گذشتہ سال کا چندہ اللہ میاں کے ہاں قبول ہوگیا۔

(۱۱)

فرمایا کہ: لکھنؤ میں ایک مفتی صاحب کے پاس دو آدمی آئے اور کہا کہ ہم نے عید کا چاند دیکھا ہے، مفتی صاحب نے فیصلہ کردیا عید کے بارے میں کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے، وہ بدقسمتی سے تھے چلتے پُرزے، تحقیق کی گئی بعد میں تو پتہ چلا کہ کہیں بھی چاند

نہیں ہوا، تو ان کو بلا کر بعد میں پوچھا گیا، تو انہوں نے کہا کہ ہماری بات بالکل صحیح ہے، ہم قسم کھا سکتے ہیں اس پر، کہا گول مول نہ کہو، جو صحیح ہو وہ کہو، تو انہوں نے کہا بالکل قسم کھا سکتے ہیں، قرآنِ کریم اٹھا سکتے ہیں، جو چاہے وہ کر سکتے ہیں چاند ہم نے دیکھا ہے، ان سے کہا گیا کسی شخص نے نہیں دیکھا؟ آخر تم نے کہاں دیکھا؟ کیسا دیکھا؟ کس قسم کا دیکھا؟ جب بہت زیادہ ان پر دباؤ اور پریشر ہوا تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے یہ کہاں کہا کہ چاند ہم کو دِکھا، ہم نے تو چاند دیکھا، اب دیکھنے کے بعد وہ دِکھا نہیں دِکھا، وہ دوسری چیز ہے، یعنی جو کوشش تھی اور سعی تھی عقلمند اس کو ذکر کر رہا تھا کہ چاند ہم نے دیکھا، ہم نے چاند دیکھنے کی کوشش کی، سعی کی، اس کو وہ کہتے تھے کہ چاند ہم نے دیکھا، اب آپ ہم سے پوچھتے ہیں کہ دیکھنے کے بعد چاند ہم کو دِکھا، یا نہ دِکھا، تو ہم کہتے کہ نہیں دِکھا، لیکن ہم نے تو یہ کہا کہ ہم نے چاند دیکھا ہے۔

(۱۲)

فرمایا کہ: ایک صاحب سے پوچھا گیا کہ اللہ میاں نے دو کان بنائے ہیں اس میں کیا حکمت اور فائدہ ہے؟ تو کہنے لگے اس کا ایک فائدہ تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ آدمی اس سے سنتا ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ انسان اس پر چشمے کی ڈنڈی اٹکا سکے، میں نے کہا سبحان اللہ، کیا فائدہ بیان کیا۔

(۱۳)

فرمایا کہ: ایک کوّا درخت پر بیٹھا تھا اور اس کے ساتھ ایک کبوتر بھی بیٹھا تھا، اب لوگوں کو تعجب ہوا کہ کوّے کا کبوتر سے کیا جوڑ؟ کیونکہ وہ دونوں ایک ہی شاخ پر بیٹھے تھے، غور سے دیکھا تو وہ بھی لنگڑا اور یہ بھی لنگڑا۔

(۱۴)

فرمایا کہ: پایوں کو گجرات کے لوگ بہت پسند کرتے ہیں ملائی اور پائے کیونکہ

پیروں کو تقویت ہوتی ہے پائے سے اور دماغ کو ملائی سے اور دماغ علم کی جگہ ہے اور پیر عمل کی اور دن میں دونوں کی ضرورت پڑتی ہے، تو صبح اسکی قوت کا نظام ہونا چاہیئے، سورت میں ایک دن میں نے ناشتہ کا فلسفہ بیان کیا تو لوگ کہنے لگے ساری زندگی پایہ ملائی کھائی مگر کبھی ادھر ذہن نہیں گیا۔

(۱۵)

فرمایا کہ: ایک صاحب دیہات کے شہر میں گئے اس نے دیکھا کہ لِفٹ پر ایک بڑھیا چڑھی اس کے بعد وہ کسی منزلے پر اتر گئی ہوگی اور وہاں سے کوئی جوان لڑکی چڑھی اور وہ نیچے اتری، تو وہ کہنے لگے کہ اوہو شہر نے بڑی ترقی کی کہ بوڑھی چڑھتی ہے اور جوان ہوکر اترتی ہے، تو اس کی بیوی بھی بوڑھی تھی، تو وہ اس کو کہنے لگے کہ چال تو بھی اوے آپڑے بھی اوپر جائے نے نیچے اترے (چل ہم بھی اوپر جا کر نیچے اترے) وہ سمجھا کہ بوڑھاپے میں جوان ہونے کا علاج یہ ہے۔

(۱۶)

فرمایا کہ: ایک آدمی کھانے بیٹھا تھا اس میں مکھی گر گئی، تو اسنے مکھی نکالکر پھینک دی، پھر خیال آیا کہ کچھ شوربہ اسپر لگا ہوا ہے تو اسکو دبایا، پھر خیال آیا کہ کچھ اثر رہ گیا ہے تو اسے چوسا، تب سے یہ مثل مشہور ہوگئی کنجوس مکھی چوس۔

(۱۷)

فرمایا کہ: ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ دنیا میں مصیبتیں، بلائیں آتی کیوں ہیں؟ انہوں نے بڑی اچھی بات فرمائی، فرمایا کہ ابتداء ہی،، بلیٰ،، سے ہوئی ہے اس لئے کہ جب حق تعالیٰ نے پوچھا،، الست بربکم ،، تو مخلوق نے کہا تھا،، بلیٰ،، تو ابتداء ہی ہوئی ہے،، بلیٰ،، سے۔

(۱۸)

فرمایا کہ: قرآنِ کریم نے گیارہویں پارے میں جنت کا نام ''دار السلام،،قرار دیا،آپ کے ،،تنزانیہ،،والا'' دار السلام،،نہیں جو مصیبتوں کا گڑھ ہے بلکہ یہ وہ دار السلام ہے جہاں پریشانیاں دور سے دور تک نہیں، جہاں پریشانی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

(۱۹)

فرمایا کہ: ایک صاحب اپنے ساتھی سے کہنے لگے کہ مولوی صاحب سے پوچھنا کہ جنت میں آگ ہوگی کہ نہیں؟ ساتھی نے پوچھا کیوں؟ کہا کہ بیڑی سگریٹ کیسے جلائیں گے؟ وہ بھی من چلے تھے انہوں نے کہا کہ جلانے کیلئے جہنم میں جانا پڑے گا۔

(۲۰)

فرمایا کہ: راندیر میں ایک جگہ جلسہ تھا میری بھی تقریر تھی، تقریر میں کچھ اس قسم کی باتیں میں نے کہی کہ روزی کا مسئلہ اوپر سے متعلق ہے، بیان سے فارغ ہونے کے بعد ہم جس مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے اسکے اوپر والے مکان میں چائے اور دوسری کھانے پینے کی چیزوں کا انتظام تھا، تو ایک صاحب کھڑے ہوکر ادھر ہی دیکھ رہے تھے میں نے کہا کہ کیا دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں اوپر دیکھ رہا ہوں کہ روزی کا مسئلہ اوپر سے متعلق ہے، میں نے کہا یہ تو خیر اوپر سے ہی ہے، باقی یہ پہلے منزلہ سے نہیں بلکہ اوپر اور اوپر ہے،،رزقکم فی السماء،،تمہارا رزق آسمان میں ہے وہیں سے روزی کا حکم آتا ہے۔

(۲۱)

فرمایا کہ: ڈسپلن اور نظام بڑی اچھی چیز ہے دنیائے علم میں بھی اور دنیائے عمل میں

بھی، کسی چھوٹے سے بچے کو آپ مکتب بھیجتے ہے تو اسکے ہاتھ میں آپ کیا دیتے ہے؟ قاعدہ ہی تو دیتے ہے، آپنے کبھی اسپر غور کیا، اس سے تو یہ نکلتا ہے کہ دنیائے علم بے قاعدگی کے ساتھ طے نہیں ہوتی صرف ،،الف دو زبر اَن، با دو زبر بن، وہ علم سے جو ،،اَن بن،، ہے وہی نہیں بلکہ اس ،،قاعدہ،، سے یہ،، فائدہ،، بھی نکلتا ہے کہ دنیائے علم و معرفت اور شعور کی ابتداء قاعدہ کے ساتھ ہو رہی ہے، بے قاعدگی سے نہیں۔

(۲۲)

فرمایا کہ: ایک نابینا شخص تھا اس کا نام دولت خان تھا اور وہ دہلی کا بڑا ماہر گویا تھا تیمور لنگ کا زمانہ تھا تیمور نے اسے بلایا (بادشاہ لنگڑا تھا) تو تیمور نے اس اندھے شخص سے پوچھا کیا نام ہے تمہارا؟ اس اندھے نے کہا دولت، تیمور لنگ نے کہا کہ دولت، دولت بھی کہیں اندھی ہوتی ہے؟ کہا جی ہاں! اندھی نہ ہوتی تو لنگڑے (تیمور لنگ) کے یہاں جاتی کیوں؟۔

(۲۳)

فرمایا کہ: نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ کم از کم ختم ہوتے ہوتے انسان قاعدہ (قعدہ) میں آجاتا ہے، شریعت چاہتی ہے کہ اسکی ساری زندگی قاعدہ میں آجائے اور اسکی زندگی سے بے قاعدگی ختم ہو جائے، نماز کے خاتمہ پر قعدہ ہے جو اس طرف مشیر ہے کہ زندگی قاعدہ پر آجائے اور زندگی کی بے قاعدگیاں ختم ہو جائیں۔

(۲۴)

فرمایا کہ: ایک مخدوم تھا اس کا ایک خادم تھا، خادم کا نام لدھا تھا اور مخدوم کا نام فخر الدین تھا، تو جو مخدوم تھے انکو ظرافت سوجھی، انہوں نے کہا کہ تمہارے نام کے اوپر شروع میں دو لکیریں کھینچ دی جائیں تو کیا بنے گا؟ خادم نے کہا وہی بنے گا جو آپ کے

نام کے شروع سے فا ہٹانے سے بنتا ہے یعنی لدھا پر دو لکیر لگا دی جائے تو گدھا بنتا ہے، اور فخر سے فا ہٹا دیا جائے تو ظاہر ہے کہ خر بنتا ہے اور خر کا مطلب گدھا ہوتا ہے۔

(۲۵)

فرمایا کہ: چار حروف ایسے ہیں جن میں سے ایک حرف اگر نکال دیا جائے پھر بھی چار رہتے ہیں وہ حروف ہیں اچار اس میں سے ایک حرف شروع سے ہٹا دو تو چار رہ جاتے ہیں۔

(۲۶)

فرمایا کہ: آج کے دور میں ہمدردی، مروت تو دور کی بات ہے، شرافت کے بھی ٹکڑے ہو گئے، شر اِدھر، آفت اُدھر، (شر، آفت)۔

(۲۷)

فرمایا کہ: کسی نے گفتگو کے دوران کہا کہ مولانا! میرے پاس ایک صدی سے بھی زائد بزرگوں کے تبرکات موجود ہیں، (تو حضرت نے برجستہ فرمایا کہ) میرے پاس اس سے بھی بہت پہلے کا تبرک موجود ہے، اسنے فرطِ مسرت سے تعجب کے انداز میں بڑی تیزی سے پوچھا، مولانا بتلائیے وہ کیا ہے؟ فرمایا لوحِ محفوظ سے آیا ہوا قرآنِ کریم۔

(۲۸)

ایک شخص نے (حضرت سے) ملاقات کی چہرہ دیکھ کر فرمایا کہ ڈاڑھی چھوٹی کر رکھی ہے، کہا کہ جب کنگھی کرتا ہوں یا ہاتھ سے بال برابر کرتا ہوں تو ایک مشت ہو جاتی ہے، (حضرت نے) فرمایا اسلام کھینچ تان کا نام نہیں ہے۔

(۲۹)

مجلس میں ایک صاحب بیٹھے تھے وہ شگر کے مریض تھے، حضرت نے از راہ مذاق

ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بڑے میٹھے آدمی ہیں پیشاب بھی میٹھا کرتے ہیں۔

(۳۰)

زکام پر فرمایا کہ زکام والا آدمی ذو کام ہوجاتا ہے یعنی کام والا بس وہ ایک کام میں لگا رہتا ہے۔

(۳۱)

ایک بار کھانے کے بعد بیٹھے ہاتھ میں خلال لئے شیخ سعدی کا شعر پڑھ رہے تھے ''یتیمے کہ نا کردہ قرآں درست،، اتنے میں خلال ٹوٹ گیا فوراً کہا'' خلالے کہ نا کردہ دنداں درست،،۔

(۳۲)

ایک طالبعلم آپ کے گھر میں لائٹ فیٹینگ کررہا تھا آپ کے سامنے بلب کا ہولڈر پڑا ہوا تھا اسکو دیکھکر فرمایا اس سے بہت ڈر لگتا ہے اسلئے کہ اس میں ''ہول،، بھی ہے اور ''ڈر،، بھی۔

(۳۳)

ایک بار ایک طالب علم کو سیب کاٹنے کیلئے دیا جب وہ سیب کاٹ چکا تو اسکو کھانے کا حکم دیا وہ تکلف میں ذرا شرمارہا تھا آپ نے فرمایا کھائیے ڈرتے کیوں ہو یہ ''سیب ہے،، آسیب نہیں ہے۔

(۳۴)

ایک بار دسترخوان پر بیٹھے آم تناول فرمارہے تھے فرمایا یہ لنگڑا آم ہے، (عام کی ایک قسم ہے) پھر فرمایا ہے تو لنگڑا لیکن دنیا بھر میں گھومتا ہے۔

(۳۵)

ایک مرتبہ قاری محمد صدیق صاحب سانسرودی ایک شہد فروش سے پوچھ رہے تھے کہ بھائی مدھ اصلی ہے یا نہیں، سچ بتاؤ ہم نہیں جانتے۔تو حضرت نے فرمایا کہ قاری لوگ ہی مدھ اصلی (مداصلی) کو نہیں پہچانیں گے تو کون پہچانے گا۔

(۳۶)

فرمایا کہ: چار آدمی بمبئی پہنچے اور افیون کھانے کی عادت تھی ،انہوں نے ایک نہایت عالیشان اور بہت عمدہ قسم کی بلڈنگ دیکھی سوچا کہ اسکو کھسکا کر اور گھسیٹ کر اپنی بستی میں لے جائیں تو بڑا مناسب ہوگا، کیونکہ بستی میں کوئی ایسی شاندار بلڈنگ نہیں ہے، چنانچہ انہوں نے ڈبل ڈوز چڑھایا افیون کا اور کپڑے اتار کر لنگوٹ چڑھایا کپڑے بمبئی کی فٹ پاٹ پر اور اس بلڈنگ کے چاروں کونے پکڑ پکڑ کر زور لگانا شروع کیا وہ زور تو کیا لگاتے نشے کے نتیجے میں جتنا زور تھا وہ بھی رخصت ہو گیا۔

(۳۷)

فرمایا کہ: ایک آرٹسٹ تھے وہ کسی جگہ جا کر ڈاکٹر بن بیٹھے ان کے ایک دوست بستی میں پہنچے دیکھا تو وہ ڈاکٹر بنے ہوئے ہیں ان سے پوچھا جناب! آپ نے اپنا فن کب سے بدل دیا اور اس موضوع کو کب سے اختیار کیا ،تو انہوں نے کہا بھائی جب میں آرٹسٹ تھا اور لوگوں کا کام کرتا تھا تو کوئی یہ کہتا تھا کہ شوشہ غلط ہے، اور کوئی یہ کہتا کہ گوشہ غلط ہے، تو گوشوں کو دیکھ کر شوشے چھوڑتے رہتے تھے، میں پریشان ہوتا کہ دماغ پاشی کرنے کے بعد بھی کوئی نہ کوئی عیب ہے، اور یہ ڈاکٹری کا فن ایسا ہے کہ اگر اس میں کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو زمین پردہ پوشی کر لیتی ہے اور کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔

(۳۸)

فرمایا کہ: ایک بچہ مکتب میں پڑھ رہا تھا اسنے سنا کہ اسلام کے پانچ ارکان ہیں تو وہ

ارکان کو کیا جانے، کہنے لگا اسلام کے پانچ کان ہیں۔

(۳۹)

فرمایا کہ: بار باڈوس میں ایک آدمی تھے جماعت میں بیچارے جاتے تھے وہ جہاں جاتے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ چھیڑ دیتے اور بہت تفصیل کے ساتھ، لوگ اشارہ بھی کرتے کہ وقت کم ہے ذرا مختصر کرو، تو وہ خفا ہو جاتے تھے اور یہ جملہ کہتے تھے کہ چھڑ چکا ہے موسیٰؑ کا قصہ جبتک فرعون غرق نہیں ہوگا بیان بند نہیں ہوگا، تو وہ جہاں جہاں جاتے فرعون کی لٹیا ڈبو دیتے تھے اور ساتھ میں جو لوگ تھے انکو بھی بحرِ نوم میں غرق کرتے تھے۔

(۴۰)

فرمایا کہ: ایک جگہ ایک صاحب پہنچے ان کا تعارف شروع ہوا کہ یہ سمندر ہیں، ہم قطرہ ہیں، یہ سورج ہیں، ہم کرن ہیں، یہ آسمان کے ستارے ہیں اور ہم تو ظلمت ہیں ان کے سامنے اور یہ باغیچہ ہیں اور ہم تو ایک کلی ہیں اور انکی کیا تعریف کریں؟ ایک آدمی سنتا رہا، سنتا رہا جب برداشت نہیں ہوا تو وہ کھڑا ہو گیا اسنے کہا کہ بھائی تو صاف بول دینا کہ یہ سیٹھ ہیں اور ہم لوگ چمچے ہیں۔

(۴۱)

فرمایا کہ: ایک صاحب تھے انہوں نے رمضان شریف میں سحری نہیں کی اور روزہ بھی نہیں رکھا، جب افطاری کا دسترخوان لگایا تو فالودہ میں آلودہ ہونے کا جی چاہا مختلف چیزیں سامنے آئیں، غرض یہ کہ دسترخوان لگا انسے کہا گیا کہ آپنے سحری نہیں کی، آپنے روزہ نہیں رکھا، تو آپ افطاری بھی نہیں کریں گے، انہوں نے کہا کہ کیا بالکل کافر ہی سمجھ لیا ہے یہ کیا بات ہوئی کہ سحری بھی نہیں، روزہ بھی نہیں، کم از کم افطاری میں تو شریک ہو جاؤں۔

(۴۲)

فرمایا کہ: ایک مولوی صاحب کو ایک صاحب نے دعوت دی انہوں نے منظور کرلیا اور کہا کہ دیکھو تکلف مت کرنا سیدھی سادی دال روٹی بنالینا اب دوسرے دن جب وہ پہنچے تو وہاں دسترخوان پر دیکھا کہ سادہ سی دال روٹی تھی گویا جو فرمایا تھا اس پر انہوں نے عمل کیا، کھانے کے دوران ایک کتا آیا تو میزبان نے کتے کو بھگایا وہ بھاگ گیا پھر آیا پھر بھگایا، تو وہ پھر چلا آیا تو میزبان نے غصہ ہوکر کہا کہ جاتا ہے یا تیرا سر پھوڑ دوں؟ تو وہ مولوی صاحب کہنے لگے کہ بھئی چلا جا، یہاں تو حقیقت ہی حقیقت ہے، مجاز ہے ہی نہیں جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔

(۴۳)

فرمایا کہ: ایک صاحب کہنے لگے کہ لوگ میری قدر نہیں کرتے، ان کے ایک دوست نے بڑی اچھی بات کہی، انہوں نے کہا کہ جب ''شبِ قدر'' کی قدر نہیں کرتے جب کہ قدر اسکے ساتھ لگی ہوئی ہے، تو آپ کی قدر کیا کریں گے۔

(۴۴)

فرمایا کہ: غالب مرحوم سے انکی بیوی نے کہا کہ سنا ہے آپ کوئی ڈاکن لانے والے ہیں یعنی دوسری بیوی، وہ بڑے ذکی وذہین تھے انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے ہوتے ہوئے بھلا دوسری ڈاکن آسکتی ہے؟۔

(۴۵)

فرمایا کہ: ایک بچہ سے اسکے والد نے پوچھا کہ بیٹا سب سے زیادہ انصاف کرنے والا کون؟ اسنے کہا کانا، باپ نے پوچھا یہ کیسے؟ کہا وہ سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے۔

(۴۶)

فرمایا کہ: ایک کانا تھا، ایک آدمی نے دوسری آنکھ بھی پھوڑ دی، کسی نے کہا یہ کیا ظلم

ہے؟ کہا کانا تھا تو سب چڑاتے تھے اب اندھا ہوگیا تو سب رحم کھائیں گے۔

(۴۷)

فرمایا کہ: سوراشٹر کی ایک بستی میں گیا تھا تو وہاں سے نکلتے ہوئے میں نے گدھے دیکھے، میں نے کہا کہ یہاں پر گدھے ہیں؟ وہ کہنے لگے کہ ہاں! یہاں کافی گدھے ہیں میں نے کہا اچھا اس کا مطلب ہے یہاں پر گدھوں کی کمی نہیں ہے، تو تھوڑی دیر بعد کہنے لگے اب سمجھ میں آیا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

(۴۸)

فرمایا کہ: اگر لفافہ میں کچھ نہ ہو تو لام ہٹتے ہی فافہ (فانفہ، یعنی کچھ بھی نہیں) ہو جاتا ہے، لامِ منفعت باقی رہنا چاہئے اسلئے کہ لفافہ میں لام انتفاع کیلئے ہے۔

(۴۹)

فرمایا کہ: ایک خاں صاحب ہندوستان تشریف لائے مٹھائی خریدی بہت شوق سے کھائی، اسکے بعد ایک موقع پر کہیں دیکھا تو وہاں صابن فروخت ہو رہے تھے، جناب کو مشابہت لگی اور صابن خرید لئے، اب جب کھانا شروع کیا تو اس میں کاسٹک اور مصالحہ اور تیزی تو تھی ہی، منہ سے جھاگ نکلنے لگی، چہرہ بگڑنے لگا مگر کھائے جا رہے تھے کسی نے کہا خان صاحب! یہ کیا کھاتا ہے؟ کہا اپنا پیسہ کھاتا ہے اور کیا کھاتا ہے، ظاہر بات ہے کہ جب اسنے پیسہ لگایا ہے تو حقیقت میں اسی کو کھا رہا ہے۔

(۵۰)

فرمایا کہ: دو آدمی ایک دستر خوان پر کھانے کیلئے بیٹھے، ایک نے اپنے دادا کی فضیلت بیان کرنا شروع کی کہ ہمارے دادا جب کسی دعوت میں جاتے تھے تو اتنا کھاتے اتنا کھاتے کہ دیوار پکڑ پکڑ کر آنا پڑتا تھا کھڑے نہیں رہ سکتے تھے، تو دوسرے نے کہا کہ یہ

تو کوئی خاص بات نہیں ہوئی، ہمارے دادا جب کسی دعوت میں جاتے اور دستر خوان پر براجمان ہوتے تو اتنا کھاتے اتنا کھاتے کہ چارپائی پر اٹھا کر لانا پڑتا تھا۔

(۵۱)

فرمایا کہ: ایک شخص دعوت میں گئے انہوں نے کھانا کھایا اور اسکے بعد اتنے لڈو کھائے کہ معلوم ہوتا تھا ابھی پیٹ پھٹ جائے گا، ایک طبیب کے پاس گئے تو انہوں نے ذرا سا سفوف دیا اور کہا اسے کھائیے، وہ شخص کہنے لگے کہ میں نہیں کھا سکتا بالکل گنجائش نہیں ہے اگر اتنی گنجائش ہوتی تو میں لڈو نہ کھالیتا۔

(۵۲)

فرمایا کہ: حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے کسی نے کہا کہ حضرت! ایمان کی حالت میں جو حضور ﷺ کو دیکھے وہ صحابی ہے، اور میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے لہٰذا میں بھی صحابی، حضرتؒ نے فرمایا کہ آپ منامی صحابی ہے کہ آپ سوئے وہاں تک صحابی اٹھنے کے بعد پھر ختم، کیوں کہ اس کے لیے تو بیداری شرط ہے۔

(۵۳)

فرمایا کہ: حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ نے لکھا ہے کہ ایک واعظ بیان کررہے تھے کہ جب آدمی صدقہ دینا چاہتا ہے تو ستر (۷۰) کے قریب شیاطین یعنی ابلیس کی ذریت صدقہ سے اسے روکتی ہیں اور بہکاتی ہیں کہ عسرت آئے گی، تنگی آئے گی، پریشانی آئے گی، ''**الشیطٰن یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء**'' ایک آدمی جذباتی تھا محفلِ وعظ میں بیٹھا ہوا، یہ سن رہا تھا وہ اٹھا اور مارے جذبہ کے گھر پہنچا اور دل میں کہنے لگا کہ آج ستر شیاطین کا مقابلہ مجھے کرنا ہے، گھر جانے کے بعد ایک چادر اٹھائی اور کوٹھی سے اناج لیکر چادر پر ڈالنا شروع کیا اور جب اس کا ڈھیر ہو گیا تو اسے باندھ کر باہر سائل

کودینے جانے لگا، تو بیوی آئی پیچھے سے اور کہا کہ تم کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا یہ سخاوت ہے اور صدقہ ہے، تو بیوی کہنے لگی کہ بچوں کو بھوکا مارنا ہے بڑے آئے سخاوت کرنے والے، چلو رکھو، وہ بہت زیادہ بگڑی، خفا ہوئی کیونکہ گھر کی سپر پاور تو وہی ہے، خیر، ہوا یہ کہ اتنا ڈباؤ ڈالا، اتنا ڈباؤ ڈالا کہ اس کے نتیجہ میں اس بیچارے نے اناج رکھ دیا اور محفلِ وعظ میں آکر کہا کہ حضرت! آپ نے جو فرمایا وہ بالکل صحیح ہے، ستر شیاطین نے وسوسہ پیدا کیا ان سب کا تو میں نے مقابلہ کیا مگر ان کی خالہ جو پیچھے سے آئی تو وہاں میں شکست کھا گیا۔

(۵۴)

فرمایا کہ: غالب آزاد آدمی تھا جب ان کو وظیفہ ملتا تھا تو اس سے شراب کی بوتلیں خرید کر لاتے اور اس کو الماری میں رکھتے، بیوی نے کہا مہینہ ختم ہوتا ہے تو کھانے کا ٹھکانہ نہیں رہتا، کھانے کے لالے پڑتے ہیں اور تم شراب کی بوتلیں لاکر رکھتے ہو، تو غالب کہنے لگا کہ روزی کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، شراب کا نہیں کیا اس سے تو منع کیا ہے اس کا انتظام تو ہمیں کرنا پڑتا ہے۔

(۵۵)

فرمایا کہ: مولوی بیچارہ کڑکی کی شکایت کرتا ہے حالانکہ جب وہ پڑھنے بیٹھتا ہے تو ''آمدن سی لفظی،، کا پہلا مصدر ''آمدن،، ہے اور اسکے معنی ''آنا،، ہے، رفتن تو بعد میں ہے، تو تعلیم کا آغاز آمدن سے ہوا ہے کہ آمدن آنا مصدر ا سلئے اگر اسکا عقیدہ اور یقین صحیح ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر نظر ہوگی تو انشاء اللہ آمدن کا سلسلہ شروع ہوگا اور اگر یقین چوپٹ ہے تو رفتن بھی آگے آرہا ہے جسکے معنی ہے ''جانا،،۔

(۵۶)

فرمایا کہ: ایک صاحب دکان پر گئے وہاں کچھ سکّے پڑے ہوئے تھے تو انہوں نے

جیب میں سے ایک روپیہ نکالا اور اس پر ڈالا تو دُکان والے نے پوچھا کہ یہ کیا کیا؟ وہ کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ پیسہ پیسہ کو کھینچتا ہے، تو میں اس کا انتظار کر رہا ہوں، تو دُکان والے نے کہا کہ تم نے بالکل صحیح سنا ہے چونکہ سکّے ادھر بہت زیادہ تھے تو انہوں نے اس کو اپنی طرف کھینچ لیا، تو اب کچھ نہیں رہا اس کے ہاتھ میں کہ جو تھا وہ بھی گیا۔

(۵۷)

فرمایا کہ: ایک بنیے نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک آدمی سے سود پر جھگڑ رہا ہے، وہ کہہ رہا ہے کہ میں ایک روپیہ دوں گا، بنیا کہہ رہا ہے کہ میں دو روپیہ لوں گا گرما گرمی ہوئی تو آنکھ کھل گئی، تو اس نے سوچا کہ دو بھی گیا اور ایک بھی تو اس نے فوراً آنکھ بند کر لی اور کہنے لگا کہ چلو ایک روپیہ ہی دے دو، تو اب وہ کہاں سے آئے گا ایک روپیہ۔

(۵۸)

فرمایا کہ: ایک مرید نے خواب دیکھا تو شیخ سے اپنے خواب کو بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ میرے ہاتھ میں نجاست لگی ہوئی ہے اور آپ کے ہاتھ میں شہد لگا ہوا ہے، تو شیخ کہنے لگے کہ ہاں، ہاں، تم دنیادار ہو اور میں طالبِ آخرت ہوں، تو تم نے ایسا ہی دیکھا ہوگا، تو وہ کہنے لگا کہ حضرت! ابھی خواب پورا نہیں ہوا ہے میں نے دیکھا کہ آپ میرا ہاتھ چاٹ رہے ہیں اور میں آپ کا ہاتھ چاٹ رہا ہوں، تو وہ کہنے لگے کہ " **لا حول ولا قوة إلا بالله** "۔

(۵۹)

فرمایا کہ: میرے بھانجے ہیں چھوٹے سے ایک دفعہ میں اس کو جلسہ میں لے گیا تو اس نے ایک رکوع پڑھا، اور وہ جب کبھی جلسہ میں تلاوتِ قرآن کرتا تو ﴿ يٰبَنِيْٓ إِسْرَآئِيْلَ الخ ﴾ وہ چھوٹے سے تھے، میں نے کہا کہ دیکھو نیچے دیکھ کر پڑھنا ورنہ اگر

مجمع پہ تمہاری نظر پڑی تو بجائے " یبني " کے تمہاری آبنی۔

(۶۰)

فرمایا کہ: حضرت تھانوی رحمہ اللہ جب اربابِ علم کو بخیل دیکھتے تھے تو فرماتے تھے کہ مولوی کا پہلا سبق ہوتا ہے،، صرف نحو،، صرف نہ ہو یعنی خرچ نہ ہو۔

(۶۱)

فرمایا کہ: ایک بزرگ سے کسی نے سوال کیا کہ ذبح کرنا گو حقیقۃً ظلم نہیں لیکن ظاہراً ظلم ضرور ہے، پھر اسوقت **بسم اللہ الرحمن الرحیم** پڑھا جانا مناسب معلوم نہیں ہوتا؟ بزرگ نے فرمایا اولاً تو جانوروں کو ذبح کرنا ظلم نہیں ہے لیکن اگر تم کو ظلم کی صورت معلوم ہوتی ہے تو سنو کہ ذبح کے وقت صرف "**بسم اللہ**،، کہہ کر گاڑی موڑ دی جاتی ہے،"**الرحمن الرحیم** "نہیں پڑھا جاتا ہے بلکہ"**بسم اللہ اللہ اکبر** ،، کہا جاتا ہے۔

(۶۲)

فرمایا کہ: بعض لوگ ایسے دھوم دھام سے سوتے ہیں جیسے جنریٹر چل رہا ہو، ایک سفر میں مجھے اتفاق ہوا میرے ایک ساتھی مجھ سے پہلے سو گئے اور دھوم دھام مچادی سارا کمرہ سر پر اٹھالیا، بہت کوشش کی مگر نیند نہیں آئی، بالآخر میں نے انکو اٹھایا اور کہا کہ پہلے میں ذرا سو جاؤں اسکے بعد آپ اپنا سلسلہ شروع کریں۔

(۶۳)

فرمایا کہ: ایک امام صاحب تھے نماز میں بھول گئے، سلام کے بعد مقتدی آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگے، کسی نے کہا بھول نہیں ہوئی، کسی نے کہا بھول ہوئی ہے، ایک تاجر بھی نماز میں شریک تھے، انہوں نے کہا کہ یقیناً بھول ہوئی ہے اور چار کی جگہ دو رکعت نماز ہوگئی، ان سے پوچھا یہ کیسے؟ کہا صبح سے ظہر تک جو تجارت ہوتی ہے میں اس کا

حساب ظہر کی چار رکعت میں کر لیتا ہوں اور ابھی آدھا حساب ہوا کہ امام صاحب نے سلام پھیر دیا، معلوم ہوا دو رکعت ہوئی۔

(۶۴)

بیماری میں کسی نے حضرتؒ سے کہا آپ کے ہاتھ میں سوئی لگی ہوئی ہے، فرمایا پھر بھی یکسوئی نہیں ہے۔

(۶۵)

(حضرتؒ) ایک مرتبہ فرمانے لگے وعظ کیلئے کرسی پر بیٹھ کر میں کس مپرسی کی حالت میں آجاتا ہوں۔

(۶۶)

(حضرتؒ سے) ایک مدرس نے کہا کہ میں طحاوی پڑھاتا ہوں جواب دیا کہ طحاوی پر تو حاوی ہو۔

(۶۷)

(حضرت کے پاس) ایک صاحب چائے لیکر حاضر ہوئے، حضرتؒ نے ایک گھونٹ پی اور رکھدی، وہ صاحب کہنے لگے حضرت! میں نے اس میں ادرک ڈالی ہے، فرمایا کہ مجھے اسکا ادراک ہو گیا تھا۔

(۶۸)

(حضرت سے) بستر مرگ پر ڈاکٹر نے کہا کہ یہ بلغم نکالنے کی مشین آپکو لگا رہے ہیں، حضرتؒ نے فرمایا کہ بلغم نکالنے کیلئے تو مشین ہے مگر دل کا غم کون نکالے گا۔

(۶۹)

ایک طالبعلم سے حضرتؒ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا رنگ بہت نکھرا ہے کہاں کہ رہنے والے ہو؟ اسنے جواب دیا کہ ہمارے باپ دادا افریقہ سے آئے تھے، تو حضرتؒ

نے فرمایا کہ ہمارے باپ دادا جنت سے آئے تھے۔

(۷۰)

حضرتؒ سے جب کوئی پوچھتا کہ مولانا کوئی کام ہو، کوئی ضرورت ہو تو حکم فرمائیں تو حضرتؒ جواب میں فرماتے کہ ہمارے گھر میں سارا (سارہ) ہے، مخاطب یہ سمجھتا کہ سب کچھ ہے، اور حضرتؒ یہ مراد لیتے کہ گھر میں سارہ (آپ کی اہلیہ محترمہ) ہے۔

(۷۱)

حضرتؒ نے ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں کسی مقام پر تقریر فرمائی، تقریر میں ایک خان صاحب بھی بیٹھے تھے، تقریر ختم ہونے کے بعد خان صاحب حضرتؒ سے کہنے لگے مولانا تو کمال کا ابّا معلوم ہوتا ہے، حضرتؒ نے برجستہ جواب دیا کمال کا ابا تو نہیں، لیکن کمال کا چچا ضرور ہے۔

(۷۲)

ایک مرتبہ (حضرتؒ نے) ارشاد فرمایا کہ رمضان شریف میں افطار کے وقت کھانے میں حلیم ہوتا ہے، چونکہ روزہ میں لوگ بہت گرم ہو جاتے ہیں تو شام میں حلیم کھلا کر حلم کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

(۷۳)

ایک مرتبہ ایک صاحب کے مزاج دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا کہ پریشر کی شکایت ہے دعا فرمائیں کہ اللہ پاک ہر شر سے محفوظ رکھے۔

(۷۴)

حضرتؒ نے جب افریقہ کا پہلا سفر فرمایا تو وہاں کی آسودگی اور خوشحالی کو دیکھکر فرمایا کہ افریقہ اسم بامسمی ہے، افریقہ یعنی ''آ''، ''فر (پھر)''، ''اور کھا۔

(۷۵)

حضرتؒ فرماتے تھے کہ مطالعہ پوری یکسوئی سے کرنا چاہئے کہ مطالعہ کا مطلب ہوتا ہے مطالعہ یعنی ''منہ کوتالا،،۔

(۷۶)

فرمایا کہ: حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کو پان میں تمبا کو پہلی مرتبہ دیا تو چونکہ آپکو تمبا کو کی عادت نہیں تھی اسلیئے تمبا کو کھانے پر چکر محسوس ہوئے، چکر آنے پر حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ آپ کے مراتب طے ہورہے ہیں۔

(۷۷)

فرمایا کہ: جو آدمی پہلی مرتبہ تمبا کو کھاتا ہے تو عامۃً وہ محسوس کرتا ہے کہ سارا مکان گھومنے لگا بلکہ کون ومکان گھومنے لگے اور ارض وسماء گردش کرنے لگے حالانکہ وہ خود گردش میں ہوگیا، اس سے بعضوں کو ''الٹی،، ہوتی ہے لیکن پھر کھاتے کھاتے طبیعت ''سیدھی،، ہوئی کہ اب اسکے بغیر طبیعت ''الٹی،، ہوجاتی ہے اب نہ ملنے پر دردِ سر۔

(۷۸)

فرمایا کہ: تمبا کو کے سارے حروف اسکے نہ کھانے کی خبر دیتے ہیں اسلیئے کہ تمبا کو ''تم مت بنواسکے کھانے والے،، کا مختصر ہے، یعنی تا سے ''تم،، میم سے ''مت،، با سے ''بنو،، الف سے ''اسکے،، کاف سے ''کھانے،، واؤ سے ''والے،، پوری عبارت اسطرح ہوگی ''تم مت بنواسکے کھانے والے۔

(۷۹)

فرمایا کہ: ایک اندھا شخص تھا اس سے کسی نے خوش ہوکر کہا کہ ہم آپکو کھیر کھلائیں گے، اندھے نے پوچھا کہ کھیر کیسی ہوتی ہے؟ جواب دیا کہ کھیر سفید ہوتی ہے، پوچھا سفید کیسا ہوتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جیسے بگلا سفید ہوتا ہے، پوچھا بگلا کیسا ہوتا ہے؟

انہوں نے ہاتھ کوٹیڑھا کر کے جواب دیا کہ وہ اس طرح ہوتا ہے، اب انہوں نے ہاتھ پھیرا تو کہا کہ یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔

(۸۰)

فرمایا کہ: ایک پیٹ پرست رسمی پیر صاحب تھے وہ ایک مرتبہ مریدین کے درمیان شال اوڑھے مراقبہ کررہے تھے لوگ سمجھے کہ پیر صاحب عالمِ بالا کی سیر کررہے ہوں گے عرش وکرسی اور لوحِ محفوظ کا مشاہدہ کررہے ہوں گے، کسی کی شامت آئی اسنے شال اٹھا کر دیکھا تو وہ اندر کھیر کھا رہے تھے۔

(۸۱)

فرمایا کہ: ایک صاحب ہر وقت کتاب ہی دیکھتے رہتے تھے انکے گھر میں تقریباً چار سو کتابیں تھیں، انکی بیوی کہتی تھی کہ میری چار سو سوکنیں ہیں ہر وقت کتابوں میں لگے ہوئے ہیں میری طرف کوئی توجہ ہی نہیں، ایک دن کچھ ہمت کر کے کہنے لگی کاش! میں بھی کتاب ہوتی کہ آپ مجھے دیکھتے رہتے، وہ بھی من چلے تھے کہنے لگے تمہیں یہی شوق ہے تو پھر میں تمنا کروں گا کہ کاش! تم ڈائری ہوتی کہ میں ہر سال بدلتا رہتا۔

(۸۲)

فرمایا کہ: حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادیؒ فرماتے تھے کہ تھانہ بھون سپریم کورٹ سے کم نہیں تھا، اور خود حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ یہ تو تھانہ ہے اور تھانہ میں پکڑ تو ہوتی ہی ہے، حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ لوگ میرے بارے میں کہتے ہیں کہ میں قصائی ہوں، بہت سخت ہوں، مگر میں کیا کروں لوگ آتے ہی ہیں بیل بنکر۔

(۸۳)

فرمایا کہ: ایک شخص کی شادی دیہات میں ہوئی تھی، جب وہ اپنے سسرال پہنچا اور نماز کا وقت ہوا تو اسنے نماز پڑھی، اسکی ساس نے اسے دیکھا اس بیچاری نے کبھی نماز

دیکھی نہیں تھی ، اسنے کہا بیٹا! تمہیں کیا ہو رہا ہے؟ کچھ پیٹ میں درد ہے؟ کہا نہیں ، تو اسکی ساس نے کہا کہ تم کبھی اونچے ہوتے ہو اور کبھی نیچے ہوتے ہو، کبھی جھکتے ہو اور کبھی ٹیڑھے ہوتے ہو، اس شخص نے کہا یہ تو نماز ہے جو اللہ تعالی کے حکم سے اور اسکے خوف سے پڑھی جاتی ہے، کہا اچھا، تو یہ بات ہے، ایسا کرو بیٹا! تم شہر سے دیہات میں آجاؤ اسلئے کہ شہری زندگی میں بڑی مصیبتیں ہیں وہاں پر چوروں کا ڈر، ڈاکوؤں کا ڈر، اللہ تعالی کا ڈر، یہاں ہمارے گاؤں میں کسی کا ڈر نہیں ، نہ چوروں کا ڈر، نہ ڈاکوؤں کا ڈر، نہ اللہ تعالی کا ڈر، لہذا نہ نماز کا سوال نہ کسی قسم کا کوئی سوال ۔

(۸۴)

فرمایا کہ: ایک بڑھیا تھی اور اسکی ایک بہو تھی وہ ساس بہو کو بہت ستاتی تھی اور بہو نماز پڑھتی تھی ، اسکے آنے کے کچھ دن بعد ایک بکری مرگئی ، دوسری مرگئی تیسری مرگئی ، تو وہ ساس یہ سمجھی کہ یہ جو بہو آئی ہے اسی کی نحوست ہے کہ یکے بعد دیگرے کئی بکریاں مرگئیں، اور وہ نماز بھی نہیں جانتی تھی ، وہ سمجھتی تھی کہ یہ لوٹا لیتی ہے ہاتھ ، منہ اور پیر دھوتی ہے اسکے بعد ٹیڑھی میڑھی ہوتی ہے اونچی نیچی ہوتی ہے اسی نے سب گڑبڑی کی ہے، اس بہو کی سمجھ میں آگیا کہ اسکے ذہن میں یہ ہیں تو جب ساس اسکو ستاتی تو بہو کہتی خادمہ سے کہ لا! لوٹا کروں وضو ، پڑھوں نماز اور ہو جائے تیرے گھر کا ستیاناس ، تو وہ کہنے لگتی نہیں ! اب بالکل کچھ نہیں کہوں گی ۔

(۸۵)

فرمایا کہ: ہمارے بھائی مولانا روح الامین صاحب کچھ زمانہ ’’ستپون ،، میں رہے ہیں تو انکے گھر میں سے یعنی ہماری بھابھی صاحبہ ایک جگہ بیٹھنے گئی اور چونکہ بھروچ ضلع میں اردو بولنے کا زیادہ رواج نہیں ہے تھوڑی دیر بعد انہوں نے کہا کہ میں بیت الخلاء جانا چاہتی ہوں ، تو عورتیں کہنے لگیں کہ بیٹھئے ابھی تو آئی ہیں تھوڑی دیر بعد چلی جانا

تھوڑی دیر ہوئی تو انہوں نے پھر تقاضہ کیا تو عورتیں کہنے لگیں بیٹھئے جلدی کیا ہے تھوڑی دیر بعد چلی جانا، انہوں نے کہا مجھے جانا ہی ہے تو وہ عورتیں پوچھتی ہیں کہ آپ تنہا ہی جائیں گی یا مولوی صاحب بھی آپکے ہمراہ جائیں گے، وہ عورتیں یہ سمجھیں کہ خالہ کے گھر جانا ہے بیت الخلاء اور ہے اور بیت الخالہ اور ہے۔

نہ یہ نانی کا گھر ہے اور نہ میخانہ
یہاں اچھے اچھوں کا نکل جاتا ہے پاخانہ

(۸۶)

فرمایا کہ: ایک صاحب نے اپنا نام لکھا اور نام لکھکر آخر میں لکھا ''عفی عنہ،، اس کا مطلب یہ ہے کہ اسکے گناہ معاف کردیئے جائیں، تو کسی نے اس سے کہا کہ تم نے ''بقلمِ خود،، تو لکھا نہیں، تو وہ صاحب کہنے لگے کہ دونوں کی کیا ضرورت '' عفی عنه، ، کا مطلب ہی بقلمِ خود ہوتا ہے۔

(۸۷)

فرمایا کہ: میں جس زمانہ میں الہ آباد تھا تو حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کے ایک دوست تھے وہ اپنے وطن سے الہ آباد آئے راستہ میں ایک بستی پڑتی تھی جس کا نام رسول آباد تھا، وہ کہا کرتے تھے کہ ''رسول آباد،، کے بغیر'' الہ آباد،، نہیں پہنچ سکتے، انکے کہنے کا مفہوم یہ تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے تعلق نہیں ہوگا خدا تعالی سے تعلق نہیں ہوسکتا۔

(۸۸)

فرمایا کہ: ایک آدمی نے دیکھا کہ ایک عالم کے جوتے شاندار ہیں تو اسنے انکے جوتے فروخت کردیئے اور انکی دعوت کی، دعوت سے فراغت پر وہ کہنے لگے کہ آپنے بڑی تکلیف کی، تو وہ کہنے لگا بس! یہ تو حضرت کی جوتیوں کی برکت ہے۔

(۸۹)

فرمایا کہ: ایک صاحب ایک جگہ مدرس ہوکر گئے استعداد کمزور تھی اور مختصر المعانی انہیں سپرد کی گئی کہ یہ کتاب آپکو پڑھانی ہے، اتفاق کی بات کہ پہلا دن تھا رات کو آنکھ کھلی تو دیکھا کہ نصف شب کا وقت ہے اور طلبہ کتابوں کا مطالعہ کررہے ہیں ان میں وہ کتاب بھی ہے جو انسے متعلق ہے، انہیں بڑی تشویش ہوئی کہ اپنی استعداد کا حال ہم جانتے ہیں اور یہاں یہ کیفیت ہے کہ اتنی شب گئے یہ طلبہ کتابیں دیکھ رہے ہیں، معلوم نہیں درس میں کیا گت بنے گی؟ صبح ہوئی پوچھا کہ رات میں نے دیکھا آپ لوگ کتابیں دیکھ رہے تھے، آخر کس کتاب کا مطالعہ کررہے تھے؟ تو کہنے لگے ''بالم طول،، کا مطالعہ کررہے تھے، شروع میں مدرس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ''بالم طول،، کیا بلا ہے، تو چونکہ مختصر انکے پاس تھی اور مطول اسکی شرح ہے جس میں وضاحت کافی کی گئی ہے تو،، المسمی بالمطول،، لکھا ہوا تھا اور با کے بعد لمبا سا الف وہاں بنا ہوا ہے تو وہ اپنی انتہائی ذکاوت اور قوتِ استعداد سے اسے ''بالم طول،، پڑھ رہے تھے، مجھے خیال آیا کہ مدرس صاحب نے سوچا ہوگا کہ جب یہ لوگ ''بالم طول،، کا مطالعہ کرتے ہیں تو انسے ''ٹالم ٹول،، سے کام چل جائے گا کہ جو چاہیں دیکھیں معاملہ حل ہوجائے گا۔

(۹۱)

فرمایا کہ: ایک آدمی نے ایک بیل خریدا اور وہ آدمی بھی بیل جیسے ہی تھا اس بیل کو پانی پلانے ندی پر لے گیا اسنے پانی پی کر پیشاب کیا، تو وہ کہنے لگا یہ تو پھوٹا ہوا ہے مجھے نہیں چاہئے، تو وہ بیل پھوٹا ہوا نہیں تھا بلکہ اس شخص کی عقل پھوٹی ہوئی تھی۔

(۹۲)

فرمایا کہ: عوام ''شور،، پسند کرتے ہیں اور اہلِ علم ''شعور،، پسند کرتے ہیں اور میں

کہا کرتا ہوں کہ ’’شعور،، میں جو عین ہے وہ عین علم ہے وہ اندر سے نکل جائے تو ’’شور،، ہی رہ جائے گا، اس لئے جبتک آدمی میں عینِ علم باقی رہے گا وہ ’’شعور،، کی ترجمانی کرے گا اور عین علم کے رخصت ہوتے ہی ’’شور،، رہ جائے گا۔

(۹۳)

فرمایا کہ: کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ آپ نے بزرگی کس سے سیکھی؟ انہوں نے کہا بلی سے سیکھی، جب وہ چوہا پکڑنا چاہتی ہے تو کان تک نہیں ہلاتی اور بل کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوتی ہے، چنانچہ اسکی نسبت ہی بل کی طرف کردی گئی ہے اور اسے بلی یعنی بل والی کہا جاتا ہے۔

(۹۴)

فرمایا کہ: بگلہ اپنے شکار کی طرف پورے طور پر متوجہ ہوتا ہے مچھلی بیچاری یہ سمجھ کر آتی ہے کہ کوئی لکڑی کھڑی ہے، اس مسکین کو کیا پتہ کہ تھوڑی دیر میں ہمارا قیام اس وہائٹ ہاؤس میں ہوگا۔

(۹۵)

فرمایا کہ: میری ایک تقریر موریشش میں ہوئی، میں نے وہاں کہا کہ بھائیو! یہ ’’موری،، ت کے دو، ب کا ایک، ی کے دو، اور غ کا ایک اور تبلیغ کے نمبر بھی چھ ہیں اور تشکیل کے نقطے آپ گھر جا کر گننا تو وہ ایک قدم آگے ہیں وہ سات ہیں، معلوم ہوا کہ تشکیل بہت اہم اور ضروری ہے۔

(۹۶)

فرمایا کہ: چونکہ اتوار کے روز کاروبار ’’ٹھنڈے،، تو انسان اپنے لئے اس ’’سنڈے،، کو نعمت سمجھتا ہے کہ کچھ راحت ملی اور کچھ سکون سے بیٹھنا نصیب ہوا۔

(۹۷)

فرمایا کہ: میاں بیوی کے مابین جوڑ اور محبت کیلئے دو چیزوں کا اہتمام بہت ضروری ہے، ایک ہے درگذر، اور دوسرا عفو و حلم، لیکن درگذر کا مطلب یہ نہیں کہ بالکل صرف نظر کی جائے، بلکہ اگر زوجین میں سے کوئی غلطی پر ہو تو اسکی اصلاح کی کوشش کی جائے۔

(۹۸)

فرمایا کہ: ایک شخص تھے بہت خوبصورت اور تھے جاہلِ مطلق، تو چار آدمیوں نے کہا کہ دیکھو تم کو کچھ آتا جاتا ہے نہیں، ہم آپ کو پیر بناتے ہے، ہمارا بھی کام بنے گا اور تمہارا بھی، اور حلوے مانڈے چلیں گے خوب، تو وہ تیار ہو گئے، وہ لوگ ایک بستی میں گئے، وہ چار ان سے کہنے لگے کہ تم کچھ بولنا مت خاموش رہنا، چنانچہ انہوں نے بستی میں پہنچ کر یہ مشہور کر دیا کہ یہ بڑے حضرت ہے، حالانکہ ان کو یہ بھی نہیں آتا تھا کہ پیشاب آئے تو کہے کہ پیشاب آیا ہے، یا قضاءِ حاجت کو جانا ہے، ان کو پیشاب آیا تو کہنے لگے کہ موتو لگی ہے تو وہ چاروں نے کچھ دھیان نہیں دیا تو واقعۃً ان سے پیشاب ہو گیا کپڑے میں، تو لوگوں نے کہا کہ یہ کیسے پیر ہے ازار میں پیشاب کر دیا، تو یہ چاروں کہنے لگے کہ حضرت کا منشاء نہیں سمجھے تم، حضرت یہ بتا رہے تھے کہ دنیائے فانی پر موتو اور پیشاب کرو، اور یہ بات حضرت نے ماشاء اللہ تم کو عملاً کر کے بتلائی کہ اس طرح دنیائے فانی پر پیشاب کیا جاتا ہے، یہ ہے مطلب، اس راز کو آپ کیا سمجھیں گے۔

(۹۹)

فرمایا کہ: شریعت نے زنا کے صدور پر پتھروں کی تلخیاں اور سختیاں رکھیں اور نکاح کے وجود پر شیرنیاں اور حلاوتیں رکھیں، تو جائز کام میں مجلسِ نکاح میں چھوارے برسائے (لٹائے) جاتے ہیں، اور زنا کے صدور پر پتھر برسائے جاتے ہیں۔

(۱۰۰)

فرمایا کہ: ہمارے ایک ملنے والے ہیں ان کو چائے سے بڑی مناسبت ہے، تو وہ کہنے لگے کہ میرے غسل کے لیے جب گرم پانی تیار ہوتو اس میں ذراسی چائے کی پتی بھی ڈالی جائے، لوگ بھی عجیب ہوتے ہیں۔

(۱۰۱)

فرمایا کہ: آدمی ترقی یافتہ کہے جانے والے ملک میں آتا ہے تھوڑے دن محنت و مشقت کر کے کچھ کھانے پینے کے لائق ہوا تو اب اسنے بھجیئے، سموسے، کسٹرڈ، فالودہ وغیرہ شروع کیا، اور ایک دم ڈاکٹر کو دکھایا تو وہ کہتا ہے آپکی شوگر بہت ہائی ہے، لیجئے، ہائی، ہائی، کر کے تو یہاں پہنچے تھے، اب کچھ میٹھا کھاتے ہیں تو شکر بڑھ جاتی ہے اور میٹھو (نمک) کھاتے ہیں تو پریشر بڑھ جاتا ہے، تو میٹھو (نمک) بھی بند، اور میٹھا بھی بند۔

(۱۰۲)

فرمایا کہ: ایک صاحب سے میں نے کہا کہ آپ استغفار پڑھا کرو، انہوں نے کہا بہت اچھا، میں نے پوچھا کہ استغفار جانتے بھی ہو؟ تو کہا ہاں یہی استغفار، استغفار، استغفار! میں نے کہا سبحان اللہ! یہ تو ایسا ہی ہوا جیسے حضرت حکیم الامتؒ نے ایک شخص سے کہا کہ تم لاحول پڑھا کرو حدیث میں ہے کہ یہ عرش کے خزانوں سے ایک چیز ہے اور اسکے ستر فوائد ہیں اس کا ادنی فائدہ یہ ہے کہ اس سے فکر وغم دور ہو جاتے ہیں، اس اللہ کے بندے نے پڑھا لیکن کوئی خاص فائدہ معلوم نہیں ہوا، پھر حضرت کو خیال آیا تو پوچھا کہ تم کیا پڑھتے ہو انہوں نے کہا لاحول! لاحول! یہ سنکر حضرت نے بھی کہا لاحول، اسلئے کہ لاحول سے مراد ''**لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**'' ہے۔

(۱۰۳)

فرمایا کہ: لوگ ہوٹل میں جاتے ہیں تو پہلے پانی پیتے ہیں، پھر چائے پیتے ہیں،

اسلئے کہ پانی بیچارہ ٹھنڈا اور چائے گرم ہے، اور عامۃً ٹھنڈا مقدم اور گرم مؤخر ہوتا ہے، پھر فرمایا جس طرح پانی مقدم ہے چائے پر اسی طرح رحمت مقدم ہے غضب پر۔

(۱۰۴)

فرمایا کہ: ایک خان صاحب پڑھ رہے تھے ایک مرتبہ متقی کا ذکر آیا اور اسکی تعریف یہ کی گئی کہ متقی وہ شخص ہے جو اختیار کے باوجود معصیت سے بچ جائے یہ انکی سمجھ میں نہیں آرہا تھا تو انہیں ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا گیا کہ دیکھو! مثلاً ایک جوان آدمی ہو اور ایک خوبصورت لڑکی ہو اور دونوں تنہائی میں ہو، شب کا وقت ہو کوئی دیکھنے والا نہ ہو، اب وہ شخص اس لڑکی سے غلط کام کرنے سے بچ جائے وہ متقی ہے، تو خان صاحب کہنے لگے اوہو! ہمارے سمجھ میں آگیا کہ جو نامرد ہوتا ہے وہ متقی ہوتا ہے۔

(۱۰۵)

فرمایا کہ: جس زمانہ میں بجلی نئی نئی آئی تھی تو ایک صاحب نے کسی سے کہا کہ بتی بند کردو تو وہ جا کر اسکو پھونک مارنے لگے اور پھونکوں سے اسکو بجھانے کی کوشش کرنے لگے وہ اس کو چراغ پر قیاس کر رہے تھے، پنکھا بند کرنے کو کہا تو بانس لیکر آئے اور اسکے ذریعہ روکنے لگے، موٹر گاڑی آتی تھی تو تعجب کرتے تھے کہتے تھے کہ گھر دوڑ رہا ہے، لوگ ڈرتے تھے۔

(۱۰۶)

فرمایا کہ: ایک بہرے کو ایک بیمار کی عیادت کا شوق ہوا اسنے سوچا کہ کانپور میں ہڑتال ہے اسلئے وہ کہیں گے ہم تو سنیں گے نہیں، اسلئے لاؤ ان کے جوابات کے مناسب کچھ جملے پہلے ہی سے سوچ لوں، چنانچہ اسنے سوچا کہ میں پوچھوں گا مزاج کیسے ہیں؟ وہ کہیں گے اب کچھ آرام ہے، میں کہوں گا الحمدللہ، اسکے بعد میں پوچھوں گا کس کا علاج چل رہا ہے؟ تو وہ کسی ڈاکٹر یا حکیم کا نام لیں گے، میں کہوں گا ماشاءاللہ، وہ تو بڑے ماہر

ہیں جسکی نبض پر ہاتھ رکھدیا اس کا کام بن گیا ہے، یہ سب جوابات سوچکر گئے، وہ بیچارہ پہلے ہی سے پریشان تھا انہیں دیکھ کر اور پریشان ہوا، انہوں نے جاتے ہی پوچھا کیا حال ہے؟ اسنے کہا مر رہا ہوں کیا حال پوچھتے ہو، آپ فرماتے ہیں الحمد للہ، ایک تو بیچارے پہلے سے جلے بھنے تھے یہ سنکر اور جل اٹھے، اسکے بعد آپنے اپنے سوچے ہوئے کے مطابق پوچھا علاج کس کا ہو رہا ہے؟ اسنے کہا علاج ملک الموت کا ہو رہا ہے اور کس کا ہوگا؟ اسپر آپ فرماتے ہیں وہ تو بڑے ماہر طبیب ہیں جس مریض پر اپنا ہاتھ رکھا اسکا کام بن گیا، یہ سنکر وہ بالکل سیخ پا ہو گئے۔

(۱۰۷)

فرمایا کہ: ایک دیہاتی تھا اسنے کھانا کھایا دو بڑی بڑی روٹیاں نکالی اور ایک پیاز کو مکاّ مار کر توڑا اور مرچی کے ساتھ کھالیا، اسکے بعد اسنے خوب پانی پیا پانچ سات گلاس اور دو روٹی باقی رہ گئی، کسی نے کہا! کھانا کھانے کے بعد آپنے پانی پیا درمیان میں پیتے تو اچھا رہتا، اسنے کہا کوئی بات نہیں ہم اسکو درمیان میں کر دیتے ہیں اسکے بعد وہ دو روٹی اور اسنے کھالی اور کہا کہ اب تو پانی بیچ میں آگیا۔

(۱۰۸)

فرمایا کہ: دو بہرے ایک دوسرے سے ملے ایک نے دوسرے سے کہا میں سمجھا تھا کہ آپ تفریح کیلئے تشریف لائے ہوں گے؟ تو اسنے کہا کہ نہیں میں اسلئے نہیں آیا، میں تو ایسے ہی ٹہلنے کیلئے نکلا ہوں۔

(۱۰۹)

فرمایا کہ: اکبر مرحوم فرماتے تھے کہ ’’آدم زاد،، جیتے جی آزاد نہیں ہوسکتا اسلئے کہ ’’آدم زاد،، کے بیچ میں ’’دم،، ہے یہ اسی وقت آزاد بنے گا جب بیچ میں سے ’’دم،، نکل جاوے۔

(۱۱۰)

فرمایا کہ: ایک سردار جی کا ایک لڑکا تھا وہ شادی کرنا نہیں چاہتا تھا، سردار جی نے سمجھایا کہ تم جوان ہو گئے ہو لہذا شادی کر لینا مناسب ہے، اس لڑکے کی عمر بتیس سال تھی وہ راضی ہو گیا، اب باپ نے بیٹے سے پوچھا کہ تم کتنی عمر کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہو؟ اسنے کہا کہ پندرہ سال کی ہو تو اچھا ہے، باپ نے کہا اتنی عمر کی نہ ملی تو؟ کہا سولہ سال کی، کہا سولہ سال کی نہ ملی تو؟ کہا سترہ سال کی اس طرح کرتے کرتے بیس سال تک پہنچے اسنے کہا کہ زیادہ سے زیادہ بیس سال کی عمر کی لڑکی سے شادی کروں گا اس سے بڑی عمر کی لڑکی سے شادی نہیں کروں گا، تو باپ نے پوچھا کہ بیٹا! اگر بیس سال کی نہ ملی تو؟ ماشاءاللہ سردار جی کے صاحبزادہ تھے، آپ فرماتے ہیں کہ دس دس سال کی دو بھی چلیں گی۔

(۱۱۲)

فرمایا کہ: آج کے دور میں انسان نے ایسی شکل اختیار کی ہے کہ عقائد کے باب میں جو مرضی میں آئے وہ اسکا اپنا عقیدہ ہے، افعال و اعمال میں جو رغبت ہو وہ اسکا اپنا نصب العین ہے، اسکو کسی شئی سے بحث نہیں ہے، وہ کہتا ہے فری۔ لائف ہے، تو میں کہا کرتا ہوں کہ فری لائف نہیں، فریج لائف ہے کہ وہ خود بھی ٹھنڈا اور دوسروں کے حق میں بھی ٹھنڈک اور بردباری کا سامان ہے۔

(۱۱۳)

(حضرت) ایک صاحب کے مکان میں تشریف لے گئے وہاں دیکھا کہ چمچوں کو چھت کی کنڈی میں الٹا لٹکایا ہوا تھا، تو آپ نے صاحبِ خانہ سے فرمایا کہ آپنے بہت اچھا کیا کہ چمچوں کو سر کے اوپر لٹکایا ہے، ورنہ آجکل لوگوں نے چمچوں کو سر پر بٹھا رکھا ہے۔

(۱۱۴)

(حضرت نے) ایک مجلس میں فرمایا کہ بھائی ہمارا شمار تو نوجوانی ہی کے عالم میں

اللہ تعالیٰ نے شاکرین میں سے فرما لیا ہے، اشارہ ذیابیطس کی طرف تھا کہ آپ جوانی کی عمر میں ہی شکر کے (شوگر کے) مریض ہو گئے تھے۔

(۱۱۵)

فرمایا کہ: بعض علاقوں میں شادی ہوتی ہے تو دُلہے سے دو رکعت نماز پڑھاتے ہیں، تو ایک صاحب کہنے لگے کہ دُلہے کی نیت یہ ہوتی ہے کہ دو رکعت نماز پڑھتا ہوں دلہن کے واسطے، منھ میرا سسرال کی طرف۔

(۱۱۶)

فرمایا کہ: دیہات میں ایک شخص گیا وہ جاہل لوگ تھے اس نے وہاں جاکر لوگوں سے کہا کہ مجھ پر تجلی ہوتی ہے اللہ میاں کی، لوگوں نے کہا کہ ہیں! تو کہا کہ بالکل رات کے آخری حصہ میں ہوتی ہے، رات کو وہ لوگوں کو ایک جگہ لے گیا اور کپڑے کے اندر ٹارچ جلا کر رکھ دی اور کہا کہ دیکھو اللہ میاں کی تجلی ہو رہی ہے، وہ بے چارے بھولے بھالے گاؤں کے لوگ کبھی ٹارچ دیکھی نہیں تھی، اتفاق سے ادھر سے ہمارے چچا کا گذر ہوا تو آپ نے لوگوں سے کہا کہ ان سے زیادہ تجلی ہمارے اوپر ہوتی ہے، کیونکہ ان کے پاس اس سے بڑی ٹارچ تھی۔

(۱۱۷)

فرمایا کہ: ایک شخص تھے ایک جگہ گئے اور کہا کہ میں بڑا شیخ ہوں، اور میرا تقویٰ ایسا ہے کہ میں ایک تعویذ دیتا ہوں اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جس کو کوئی خارجی اثر ہوگا اسے تھوڑی دیر میں دست آئیں گے، تو وہ زعفران کے پانی سے تعویذ لکھتے تھے اور جس کو پلاتے تھے اس کو تھوڑی دیر میں دست شروع ہو جاتے تھے، بعد میں پتہ چلا کہ وہ روشنائی میں جمال گوٹا ملاتے تھے جس کا یہ اثر تھا۔

(۱۱۸)

فرمایا کہ: ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا حضرت آپ کی عمر کیا ہے؟ فرمایا پینسٹھ سال، تو اس نے کہا کہ ڈاڑھی سے تو آپ بہت بڑے معلوم ہوتے ہیں، فرمایا کہ ہاں! ڈاڑھی سے تو میں پندرہ سال بڑا ہوں وہ پچاس سال کی ہے اور میں پینسٹھ سال کا ہوں۔

(۱۱۹)

فرمایا کہ: ایک آدمی رو رہا تھا اسکو کسی نے دیکھا تو پوچھا کہ بھائی! کیوں روتے ہو؟ تو کہا کہ یہ کتا مر رہا ہے اسلئے رو رہا ہوں، اسنے پوچھا یہ کیوں مر رہا ہے؟ کہا بھوک کی وجہ سے، اسنے پوچھا کہ یہ ٹوکرا رکھا ہوا ہے اس میں کیا ہے؟ تو کہا کہ روٹیاں ہیں، اس شخص نے کہا کہ بے وقوف! کتا تیرا مر رہا ہے اور اسکے مرنے کا تجھے غم بھی ہے آنسو تو بہار رہا ہے اور یہ روٹیاں بھی تیری ہے پھر تو کھلاتا کیوں نہیں؟ کہا کہ روٹی کھلانے میں مال کم ہوگا آنسو بہانے میں کیا جاتا ہے۔

(۱۲۰)

فرمایا کہ: سسرا با جی یعنی دوسرا با جی، اور ساسوں ماں یعنی دوسری ماں۔

(۱۲۱)

فرمایا کہ: طلباء کو کہتا ہوں ''جاہل،، کے معنی جا اور ہل تیرے مقدر میں چین سے بیٹھنا نہیں ہے۔ (بروایت حضرت مولانا منور حسین صاحب سورتی دامت برکاتہم العالیہ)

(۱۲۲)

فرمایا کہ: کبھی طلباء کو مزاحاً نصیحت فرماتے ہوئے کہتا ہوں اپنا وقت زیادہ حصولِ علم میں گزاروں اپنے کمروں میں گھسے نہ رہو ''کمرہ،، کے معنی ''کم رہ،، کمرہ میں کم

رہ۔(بروایت حضرت مولانا منور حسین صاحب سورتی دامت برکاتہم العالیہ)

(۱۲۳)

ایک مرتبہ حضرت خطیب الامتؒ برطانیہ کے سفر میں ایم،تھری، پر کار میں جارہے تھے،حضرت کوچھوٹے استنجاء (پیشاب) کا شدید تقاضہ لاحق ہوا،حضرت نے ایک صاحب سے کہا کہ مجھے پیشاب کا تقاضہ ہے،تو وہ کہنے لگے کہ ایم،فورقریب ہے وہاں سروس آرہی ہے وہاں فارغ ہوجائے،تو حضرت نے فوراً فرمایا کہ ایم،فورنہیں مجھےتو فی الفور جانا ہے۔(بروایت حضرت مولانا سلیم صاحب رویدروی دامت برکاتہم)

(۱۲۴)

ایک مرتبہ حضرت خطیب الامتؒ سورت سے ترکیسر جارہے تھے ساتھ میں ہمارے گاؤں کے عالم حضرت مولانا عبدالرحیم دیوان بھی تھے،راستہ میں ایک جگہ ایک بورڈ لگا ہوا تھا اوراس پر گجراتی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا،حضرتؒ نے مولانا عبدالرحیم دیوان سے پوچھا کہ یہ کیا لکھا ہواہے،انہوں نے کہا کہ یہاں سرکش آیا ہواہےاوراسکے متعلق کچھ تفصیلات حضرت کوبتائی،حضرت نے اسکو سنکرفرمایاواقعی یہ ’’شرکش،، ہے۔(بروایت حضرت مولانا عبدالرحیم دیوان لاجپوری)

(۱۲۵)

حضرت مولانا عبدالرحیم دیوان لاجپوری نے سنایا کہ حضرت خطیب الامتؒ فرماتے تھے کہ:’’شر،،کو’’ترک،،کرنا ہوتو’’ترکِ سر(شر)،،(ترکیسر) آؤ۔(بروایت حضرت مولانا عبدالرحیم دیوان لاجپوری)

(۱۲۶)

ایک صاحب نے حضرت خطیب الامتؒ سے پوچھا کہ حضرت آپ ہندوستان میں کونسی جگہ پڑھاتے ہو،حضرت خطیب الامتؒ نے فرمایا کہ:’’ترکِ

سر،، (ترکیسر) بروزنِ ''دردِسر،،۔

متقی آدمی کا خواب عموماً سچا ہوتا ہے

فرمایا کہ: نیک آدمی کو اس کے دل کی نورانیت، تقوی، اور صلاح کی وجہ سے جو خواب نظر آتا ہے وہ عموماً سچا ہوتا ہے۔

کتابوں میں ایک خواب کا تذکرہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے خواب دیکھا اور یہ زمانہ ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت کا، حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ خواب دیکھا کہ مسجد نبوی میں آپ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی اور نماز پڑھانے کے بعد قبلہ کی جانب جو دیوار ہے اس کو ٹیک لگا کر بیٹھے اور آپ ﷺ کے سامنے کھجور کا ایک ٹوکرا رکھا گیا، اور آپ ﷺ نے جتنے مصلی تھے سب کو ایک ایک کھجور تقسیم فرمانا شروع کی اور اسی میں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی باری آئی تو ان کو بھی ایک کھجور دی، حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے خواب میں وہ کھجور کھائی، وہ کھجور اتنی لذیذ، خوش ذائقہ اور مزے دار تھی، اور کیوں نہ ہو کہ وہ آپ ﷺ کے ہاتھوں سے ملی تھی اور پہنچی تھی، تو کھجور کھا کر خواب ہی میں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو یہ خیال آیا کہ کاش مجھے دوسری کھجور بھی مل جاتی، مگر ملی نہیں، خیال آیا اور اسکے بعد پھر آنکھ کھل گئی، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت کا دور ہے، تو فجر کی نماز پڑھنے کیلئے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ مسجد تشریف لے گئے، وہاں کیا دیکھا کہ نماز سے فراغت پر بالکل اسی طرح جس طرح خواب میں آپ ﷺ کو دیکھا تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ بھی بیٹھے ہیں دیوار کو ٹیک لگا کر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے سامنے کھجور کا ایک ٹوکرا پیش کیا گیا، اور دیکھتے ہیں کہ جس طرح خواب میں حضور ﷺ نے مصلیوں کو ایک ایک کھجور تقسیم کی تھی، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ بھی تقسیم فرما رہے ہیں اور جس طریقہ سے اوروں کو دی حضرت علی

رضی اللہ تعالی عنہ کو بھی پیش فرمائی، حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے کھائی تو نہایت پرلذیذ، انتہائی خوش ذائقہ تھی، تو یہ خیال پیدا ہوا کہ کاش! مجھے دوسری دیتے مجھے دوسری کھجور ملتی یہ خیال آنا تھا کہ فوراً حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ: اے علی! اگر رات خواب میں حضور ﷺ تمہیں دوسری کھجور دیتے تو میں بھی تمہیں دوسری کھجور دیتا، اب آپ اندازہ لگائیے قلب کی صفائیت، نورانیت اور فراست کا کہ کیسی کیفیت تھی کہ جس کے نتیجہ میں انہوں نے اس حقیقت کو واضح فرمایا۔

محرِم قیامت میں حالتِ احرام میں اٹھے گا

فرمایا کہ: آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی حج کے لئے جارہا ہے محرم ہے اور راستہ میں اس کا انتقال ہو جائے تو اس کو ہمیشہ اس کا ثواب ملتا رہے گا، اور محرِم قیامت میں اٹھے گا تو حالتِ احرام میں اٹھے گا، وہاں بھی اس کا اعجاز ہوگا۔

مسئلہ قدر مختصاتِ ذات میں سے ہے

فرمایا کہ: مسئلہ تقدیر کہ اندر آدمی گھسے گا تو سوائے گمراہی کے کچھ بھی نہیں، اسی لئے قیامت میں جب سارے علوم کھلیں گے تو وہاں بھی مسئلہ قدر کا حقیقی انکشاف نہیں ہوگا، یہ مختصاتِ ذات ہے یعنی اللہ تعالی کی ذاتِ عالی کے ساتھ خاص ہے۔

مقبولیت وہ معتبر ہے جو خواص سے عوام میں چلے

فرمایا کہ: مقبولیت وہ معتبر ہے جو خواص سے عوام میں چلے، عوام کی مقبولیت معتبر نہیں ہے، حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالی جب کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبرئیلِ امین سے کہتے ہیں کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تم اس سے محبت رکھو اور پھر آسمان میں ندا کردی جاتی ہے تو اہلِ آسمان اس سے محبت فرماتے ہیں اور پھر اس کے لئے زمین میں مقبولیت رکھدی جاتی ہیں، تو خواص سے چل کر عوام میں آئے وہ عزّت و

مقبولیت معتبر ہے، عوام سے چل کر خواص میں وہ کوئی چیز نہیں ہے اور عوام کا اعتبار بھی نہیں ہے۔

منبر کے پاس ڈنڈا رکھنے کی حکمت

فرمایا کہ: ایک دفعہ میرا دیوا جانا ہوا تو مزاج میں ایسے ہی ذرا بذلہ سنجی ہے وہاں بیان میں بعض لوگ جھونکے مارنے لگے، میں نے کہا دیکھو بھائی یہ منبر کے پاس ڈنڈا رکھا ہوا ہے اور میں نے کہا منبر کے درمیان ڈنڈا کیوں رکھتے ہیں اسکی حکمت آج ہم آپ کو بتا دے، وہ یہ ہے کہ منبر سے خطیب خطبہ دیتا ہے، بیان کرتا ہے افادۂ علم کرتا ہے تو منبر مظہرِ علم ہے اور ویسے اور لطیفہ اس میں سن لے کہ دنیا کی منبری اپنے کو اٹھانے کے لئے ہے اور مسجد کا منبر خطیب کو اونچا کرتا ہے، دنیا کی جو منبری ہوتی ہے اس میں آدمی خود اونچا ہونا چاہتا ہے اور یہ منبر وہ ہے کہ جو اس پہ چڑھ جائے وہ اس کو بلندی عطا کرتا ہے، تو میں نے کہا کہ یہ منبر تو مظہر ہے علم کا کہ اس سے افادہ ہوتا ہے علم کا علم کا فائدہ پہنچایا جاتا ہے، اور مصلی جو ہے وہ عبادت کا مظہر ہے عبدیت کا مظہر ہے عمل کا مظہر ہے تو گویا مصلی مقامِ عمل ہے اور خطبہ جو دیا جاتا ہے منبر پر وہ مقامِ علم ہے، اور علم و عمل میں جوڑ اسی وقت ہوگا جب تیقظ اور بیداری ہوگی اور تیقظ اور بیداری پیدا کرنے کے لئے " تنبیہ الغافلین،، بیچ میں کھڑا ہے علم و عمل میں جوڑ اور رابطہ اس وقت ہوگا جب آدمی میں بیداری اور تیقظ ہو، غفلت نہ ہو، اور میں نے کہا غفلت کو دور کرنے والے حضرت بیچ میں کھڑے ہے ذرا ہوش حواس کے ساتھ مسجد میں رہو، خطبہ سنو تو جاگتے ہوئے اور نماز پڑھو تو تیقظ کے ساتھ۔

موت انسانوں کا کھیل بناتی بھی ہے اور بگاڑتی بھی ہے

فرمایا کہ: انسان اِس عالم میں دواماً مقیم نہیں ہے بلکہ اُسے اِس عالم سے عالمِ

برزخ کے اندر جانا ہے اور سفر کرنا ہے اور اسکی سیڑھی اور زینہ موت ہے، موت درحقیقت انسانوں کا کھیل بناتی بھی ہے اور بگاڑتی بھی ہے، جن کی زندگیاں صحیح گذری ہیں موت ان کے حق میں ان کا کھیل بننے اور کام بننے کا ذریعہ بن جاتی ہے، اور جن کی زندگی خواہشات کے پیچھے رہی اور اسی میں صرف ہوئی تو موت ان کے لئے واقعی سامانِ موت ہے اور پریشانی کا سامان ہے۔

محمد بشر لا کالبشر، یاقوت حجر لا کالحجر

فرمایا کہ: ہمارے حکیم الاسلام رحمہ اللہ کی ایک بات بڑی عجیب ہے، فرماتے ہیں کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر بشر نہیں ہیں، تو حضرت فرماتے ہیں کہ نبوت ورسالت یہ اتنا بڑا اشرف ہے کہ اگر اس میں کوئی پہلو بشریت کا نہ ہوتا تو بھی اس میں سے نکال کر اس کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے اور یہ عجیب حماقت کی بات ہے کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر بشر نہیں ہیں، گویا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہماری نوع سب سے بڑے اس شرف سے محروم ہے، حالانکہ پیغمبر خود یہ کہہ رہے ہیں کہ " إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ "، اور یہ کہتے ہیں بشر نہیں ہیں، ہم کہتے ہیں کہ بشر ہیں بھی اور نہیں بھی ہیں، کہ بشر ہے، لیکن عام بشر کی طرح نہیں جیسے حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ صومِ وصال مت رکھو، اس پر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں تو آپ نے ممانعت فرمائی اور خود آپ رکھتے ہیں، تو فرمایا کہ " أيكم مثلي يطعمني ربي ويسقيني " تم میں مجھ جیسا کون ہے مجھے تو میرا پروردگار کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے" تو " بشر مثلكم " بھی ہیں اور " أيكم مثلي " بھی ہیں، جیسے ہم سب صرف آگے کی طرف دیکھتے ہیں پیچھے کی طرف نہیں دیکھ سکتے، اور آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں پیچھے کی طرف بھی دیکھتا ہوں تو یہ بھی فرمایا کہ میں تمہاری طرح انسان ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ تم میں کون ہے میری مانند؟ تو پتہ چلا کہ نبوت کی کچھ خصوصیات

ہوتی ہیں، ویسے ضروریاتِ طبعیہ کے لیے آپ پیشاب پاخانہ کے لیے بھی تشریف لے گئے، شادی آپ نے کی، سفر آپ نے کئے، دوست و دشمن آپ کے ہوئے، بیماری آپ کو ہوئی، تکلیفیں آپ کو پہنچیں، لہٰذا بشریت ثابت، تو پیغمبروں کو بھی انسانی ضروریات پیش آتی ہیں، اور دوسرا جو پہلو ہے وہ عام بشروں سے بہت ممتاز ہے کہ وحی آپ پر آرہی ہے معراج آپ فرمارہے ہیں، معجزے آپ کو دئے گئے، معصومیت آپ کو دی گئی اور فلاں فلاں فلاں اور سب کچھ دیکھنا ہو تو خصائصِ کبریٰ اٹھا کر دیکھیں آدمی، تو آپ بشر ہیں بھی اور نہیں بھی ہیں۔ مفتی احمد یار خان گجراتی نے بڑی اچھی بات کہی ہے کہ ''محمد بشر لا کالبشر، یاقوت حجر لا کالحجر''۔

موت اور موت کے مابعد کی منزلیں بہت اہم ہیں

فرمایا کہ: موت اور موت کے مابعد کے مرحلے اور منزلیں بہت اہم ہیں اور دشوار گذار گھاٹی ہے جس کی زندگی پاکیزہ گذری اس کے مراحل مابعدِ موت کے آسان اور جس کی زندگی غلط گذری اس کے لئے بڑی مشکلات ہیں۔

مادّۂ منویّہ ماءِ حیات ہے

فرمایا کہ: کہ مادّۂ منویّہ کے باب میں امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ چہرے کی رونق ہے اور پنڈلی کی قوّت ہے، اگر اس کو صحیح طریق سے صرف کرے تو قوّتیں برقرار رہتی ہے ورنہ رخصت ہوجاتی ہے، تو مادّۂ منویّہ یہ ماءِ حیات ہے۔

مطالعہ علماء کا ہتھیار ہے

فرمایا کہ: آج علماء میں ایک عام کمزوری یہ بھی ہے کہ مطالعہ کا اہتمام نہیں کرتے، میں آپکو اپنا حال بتاتا ہوں مجھے پڑھاتے ہوئے ۲۷ سال ہوگئے مگر مجھکو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سے بڑا جاہل کوئی نہیں اور یہ کوئی تواضع کی بات نہیں ہے واقعی علم اتنا

بڑا سمندر ہے کہ بس سیری نہیں ہوتی، اطمینان نہیں ہوتا اور ایسا لگتا ہے کہ کچھ کچھ ہی دیکھا ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ کتنا ہی دیکھو سیری نہیں ہوتی، مطالعہ کی بڑی ضرورت ہے، مطالعہ علماء کا ہتھیار ہے، اسلئے مطالعہ زیادہ ہونا چاہئے، آجکل مطالعہ کا مزاج ہی نہیں ہے اسکے لئے باقاعدہ وقت مقرر ہونا چاہئے۔

محدثین کی خدماتِ حدیث کی ایک جھلک

فرمایا کہ: بعض محدثین کے حالات میں ہے کہ انہوں نے اپنے قلم کا تراشہ جمع کیا اور وصیت کی کہ ہمیں جب انتقال کے بعد غسل دیا جائے تو اس پانی میں یہی تراشہ ڈالا جائے۔ ابنِ جوزی رحمہ اللہ نے بھی یہی وصیت کی تھی۔

ملائکہ حج کرتے ہیں، روزہ نہیں رکھتے

فرمایا کہ: ملائکہ حج کرتے ہیں روزہ نہیں رکھتے، حج کا مطلب یہ ہے کہ بیت المعمور کا طواف ہوتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور پھر دوبارہ ان کا ٹن (باری) نہیں لگتا۔

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا مکاشفہ

فرمایا کہ: مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اپنے مکشوفات میں ایک بات کہی ہے فرماتے ہیں کہ قرآنِ کریم کا علم مجھ پر منکشف ہوا میں نے دیکھا کہ ایک سمندر ہے بہت بڑا جس کا کوئی کنارہ نظر نہیں آتا حدِّ نظر تک سمندر ہی سمندر سب طرف اس میں فوارے لگے ہوئے ہیں اور فواروں سے پانی بہت جوش کے ساتھ ابل رہا ہے یہ گویا انہوں نے دیکھا نظرِ کشفی سے، اس کے بعد اس کی وضاحت فرمائی کہ یہ حروفِ مقطعات جو ہیں قرآنِ کریم کے شروع میں ''الر''، ''الم''، فرمایا، یہ حروفِ مقطعات تو وہ فوارے ہیں اور بقیہ مضامینِ سورت وہ سمندر ہیں اور دونوں میں رابطہ یہی ہے کہ فوارے کا پانی سمندر میں

جاتا ہے اور سمندر ہی سے فوارے میں پانی پہنچ رہا ہے، دونوں میں کوئی تنافس یا توڑ کی شکل نہیں ہے وہ اسی کی ترجمانی ہے۔

مٹی کا اثر

فرمایا کہ: اگر کوئی آدمی کسی مقام پر کام کرتا ہو اور دوسرا کوئی پہنچ جائے تو اسے اور خوش ہونا چاہئے کہ مجھے اس سے مدد ملے گی، تقویت ہوگی، اور میں نے اس کی مثال دی کہ ہمارے یہاں ایسا اتفاق ہوا ایک مرتبہ کہ ایک آدمی نے مٹکے میں برف ڈالدیا آئس ڈالدیا، تو دوسرے صاحب یہ کہنے لگے کہ مٹکا یہ کام کرتا ہے کہ پانی کو محفوظ بھی رکھتا ہے اور ٹھنڈا بھی کرتا ہے تو ٹھنڈا کرنا اس کا کام ہے، مگر جب مٹکے کے اندر برف ڈالدیا گیا تو ظاہر ہے کہ مٹکے کو غیرت آتی ہے کہ جس کام کو میں انجام دے رہا ہوں اس کام کو یہ مجھ سے بھی اچھے انداز میں دینا چاہتا ہے، تو مٹکا بھی پانی ٹھنڈا کرتا ہے مگر برف پڑ جانے کیوجہ سے وہ اپنا کام چھوڑ دیتا ہے، تو انسان بھی چونکہ مٹی سے بنا ہے وہ دیکھتا ہے کہ میں کسی کام کو کر رہا ہوں اور مجھ سے بڑا اس کام کیلئے آگیا تو وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اب میری پوزیشن ڈاؤن ہوگئی تو وہ بددل ہو جاتا ہے تو وہاں جیسے مٹکے نے یہ کام کیا اور یہ اسی سے بنا ہوا ہے مٹی سے تو اسکے اندر بھی یہی بات پیدا ہو جاتی ہے۔ تو لکھتے ہیں محققین کہ یہ اخلاص کے خلاف ہے کہ آدمی کام میں لگا ہوا ہو اور دوسرا اچھا کام کرنے والا آجائے تو اس کو گرانی اور ناگواری ہو، بلکہ اسے تو خوش ہونا چاہئے۔

میدانِ دنیا میں جا کر کشتی کرو

فرمایا کہ: اس عالم میں اللہ تعالی نے خیر وشر کا ٹکراؤ رکھا ہے، بلکہ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے اور بڑی اچھی بات لکھی ہے کہ یہ دنیا بھی درحقیقت کشتی اور ریسلنگ کا گراؤنڈ ہے، اس لئے کہ دیکھئے! ابلیس کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدے کا حکم

دیا تو اس نے سجدہ نہیں کیا اور یہی سبب بنا اس کے مردود بننے کا، مگر ایک درجہ میں حضرت آدم علیہ السلام کا وجود بھی سبب تھا، سببِ بعید کہ وہ نہ ہوتے تو حکم نہ ہوتا اور حکم نہ ہوتا تو انکار کا اور مردود ہونے کا سوال نہیں تھا، تو ابلیس کے دل میں حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سے دشمنی اور عداوت بیٹھ گئی کہ یہی سبب بنے ہے میرے مردود ہونے اور یہاں سے نکالے جانے کا، حالانکہ حقیقۃً جو سبب ہے وہ اس کا سجدہ نہ کرنا ہے، اس کے دل میں تو عداوت بیٹھ گئی اور حضرت آدم علیہ السلام بیچارے خالی الذہن تھے، انکے ذہن میں کوئی بات نہیں تھی، مگر جب ابلیس نے بہلایا، پھسلایا اور کوشش کی تو اصلی سبب تو جنت کے چھوٹنے کا وہ دانہ استعمال کرنا ہے جس کے کھانے کو اللہ تعالی نے منع کیا تھا، مگر ایک درجہ میں اس کا وجود بھی تو سبب بنا کہ اس نے قسمیں کھائیں اور پتہ نہیں کیا کیا چیزیں کہیں کہ یہ ہمیشگی کا درخت ہے اسے آپ کھالے وغیرہ، تو غرض یہ کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکلے ہیں تو ان کے دل میں بھی ابلیس کی طرف سے عداوت بیٹھ گئی، تو ابلیس کے دل میں حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سے عداوت اور حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں ابلیس کی طرف سے عداوت بیٹھ گئی، جب دونوں ایک دوسرے کے دشمن اور مخالف ہو گئے تو اللہ میاں نے دنیا کے گراؤنڈ پر بھیجا کہ جاؤ وہاں پر تمہاری ذریت اور اس کی ذریت کشتی کرتی رہیں اور وہاں لڑتی رہیں، اور جو غالب آجائے گا اگر ابلیس غالب ہے تو اس کا اصلی مقام نار ہے، جہنم ہے، تو جو جس پر غالب آئے گا اس کو وہ اپنے ساتھ لے جائے گا اور اولادِ آدم میں جو اس پر غالب آجائے گا اور اس پر غلبہ پالے گا تو چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا اصلی مقام جنت تھا اس وجہ سے وہ جنت میں جائے گا، اور حق تعالیٰ شانہ اسے نوازیں گے، تو غرض یہ کہ جو شیطان پہ غالب اس کے لئے جنت ہے اور شیطان جس پر غالب آجائے اس کے لئے جہنم ہے، تو یہ کشتی کا گراؤنڈ اور میدان

ہے اور اس عالم میں انسان کی ہمیشہ شیطان سے ٹھیرتی رہتی ہے، وہ تو رمضان شریف میں اللہ میاں نے بڑا کرم کیا کہ بیچارے بغیر کھائے پیئے دشمن کا کیسے مقابلہ کریں گے، اس لئے اس کو تو پہلے سے بند کر دیا، جتنے سرکش شیاطین ہیں ان تمام کو نظر بند کر دیا کہ ان کو یہاں سے ہٹاؤ اور انسان کا نفس جو سرکش تھا تو اس کی سرکشی، بدمعاشی ختم کرنے کیلئے دانہ پانی بند، تو وہ دشمن بھی غائب اور یہ دشمن بھی ڈھیلا تا کہ جی لگا کر قرآن شریف پڑھتے رہے، تراویح میں جی لگائے، روزہ میں جی لگائے، تقویٰ کا اہتمام کرے۔

نصیحت اگر دیوار پر بھی لکھی ہو تو آدمی کو اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہئے

فرمایا کہ: بڑے بڑے حضرات نے اپنے چھوٹوں سے یہ کہا کہ کوئی نصیحت کیجئے، بلکہ یہاں تک لکھا ہے کتابوں میں کہ دیوار پر بھی اگر نصیحت لکھی ہو تو آدمی اس سے فائدہ حاصل کرے، مقصود بالذات تو یہ ہے کہ انسان انتفاع کرے جہاں بھی ہو۔ اہلِ دل کہتے ہیں کہ حقیقت ہو یا مذاق ہو ہر بات سے نصیحت حاصل کرے آدمی، اہلِ دل یہ کہہ چکے ہیں کہ جو ردّی بات ہو اسے تو رد کر دو، اور جو اچھی بات ہے اسے اخذ کر لو اور لے لو ’’خذ ما صفا ودع ما کدر،،۔

نواب ڈھاکہ نے اپنی مہر پر ایک بڑا اچھا شعر لکھوایا تھا

فرمایا کہ: نواب ڈھاکہ نے ایک مہر بنوائی تھی اس مہر پہ فارسی کا یہ شعر لکھا تھا کہ ؎

یا رب تو کریم و رسولِ تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

اے اللہ! آپ بھی رحیم وکریم ہے اور آپ نے جو رسول ہماری طرف بھیجا وہ بھی کریم ہے، تو آپ کا سوسو بار شکریہ کہ دو دو کریموں کے درمیان آپ نے ہم کو رکھا ہے۔

نعمتان مغبون فیهما كثير من الناس

فرمایا کہ " نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس الصحة والفراغ،، دو نعمتیں ایسی ہیں جس میں لوگ کثرت سے دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں، ایک تو صحت ہے کہ انسانوں کی اکثریت اسکی قدر نہیں کرتی، جوان آدمی جب جوان ہوتا ہے اور صحت مند ہوتا ہے تو صحت کی قدر نہیں ہوتی، صحت کی قدر تو اس نعمت کے زوال کے بعد بیماری میں ہوتی ہے کہ جب آدمی ڈھیلا ہو جائے، اب آپ دیکھئے کہ ایک جوان ہے جوان کو جوانی کی قدر نہیں ہوتی بوڑھوں کو پوچھئے کہ جوانی کیا چیز ہے، کہ بے چاروں کے وہیل ڈھیلے ہو چکے ہیں، بدن میں گریس اور طاقت نہیں ہے، نہ اٹھتے بنتی ہے، نہ چلتے بنتی ہے اور ادھر دوڑ اور کود پھاند اور اچھل کود، تو زوالِ نعمت کے بعد قدر ہوتی ہے۔

نکتۂ رازی

فرمایا کہ: علم کا ''عین،، علو کا پتہ دیتا ہے، عین سے علو کی طرف اشارہ ہے کہ علم آئے گا تو بلندی آئے گی اور علم کا ''لام،، لطف کا پتہ دیتا ہے اور ''میم،، مقبولیت کی خبر دے رہا ہے یہ امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ بندے کا خیال ہے کہ لام بیچ میں ہے، معلوم ہوا کہ علم کے اندر گھسے گا تب لطف آئے گا، سطحی علم میں لطف نہیں ہے، اس لیے آپ دیکھیں قرآنِ کریم کا درمیان کیا ہے " وَلْيَتَلَطَّفْ،، اور مادّہ اس کا لطف ہے، معلوم ہوا کہ جو قرآنِ کریم کے اندر گھسے گا اسے لطف آئے گا، کیونکہ " وَلْيَتَلَطَّفْ " کا مادّہ ہی لطف ہے اور بابِ تفاعل سے ہے۔

نفس کی اسٹیم کھانے پینے سے تیار ہوتی ہے

فرمایا کہ: بقول ہمارے حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ کہ نفس کی اسٹیم کھانے پینے سے تیار ہوتی ہے اسی لئے فرمایا کہ رمضان المبارک میں اسکی اسٹیم جو ہے کمزور کردی جاتی ہے، دانہ پانی بند تو حضرت ڈھیلے ہوجاتے ہیں اور واقعی کیسا انداز ہے کہ شیطان جو ہے باہر کا دشمن ہے وہ آدمی کو ورغلاتا ہے اس کو چڑھاتا ہے، غلط چیزوں کی طرف اس کو لے جاتا ہے، تو جب رمضان المبارک آتا ہے تو جو سرکش شیاطین ہیں وہ تو قید کردیئے جاتے ہیں، اس کو ایسے سمجھے جیسے کوئی سیٹی ہو اور اس میں کوئی سرکش آدمی ہو وہ لوگوں کو اور پبلک کو حکومت کے خلاف بہکاتا ہو تو اس کو دوسری سیٹی میں بھیجد یا جاتا ہے۔ اور یہ اندر کا جو دشمن تھا نفس اسکو ڈھیلا کردیا کہ کھانے کا نظام بدل دیا، پینے کا نظام بدل دیا، سونے کا نظام بدل دیا، بس اسپر گویا آبنی ہے، اور پھر جو ہے مغرب بعد خوب دبا کر کھایا تو بیس رکعت تراویح رکھدی تا کہ اسکی طبیعت خوب خوش ہو، تو نفس جو ہے اس پر دباؤ ڈالا اور اس کو ڈھیلا کیا، تو جو بہکانے والا اور ورغلانے والا تھا اسکو تو کیا ایک طرف اور نفس سرکشی کرتا تھا تو اسکو تو کردیا ڈھیلا تا کہ خدا تعالی سے جوڑ اور وابستگی میں آسانی ہو سکے۔

نقصان نہیں عدمِ نفع ہے

فرمایا کہ: ایک دفعہ حضرت تھانویؒ کے پاس ایک بیرسٹر آئے اور وقف کے معاملے میں حضرت سے بحث کی، وہ اور بھی بہت سی جگہ بحث کرکے آئے تھے، وقف کا کوئی مسئلہ تھا، وہ کہنے لگے اس میں فقیروں اور غریبوں کا نقصان ہے، تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نقصان نہیں عدمِ نفع ہے، اس نے کہا کیا مطلب؟ تو حضرت نے فرمایا کہ تم نقصان اور عدمِ نفع کا فرق نہیں جانتے؟ دیکھو! ایک آدمی نے سو روپیہ کی کوئی چیز خریدی اب اس کے بعد وہ اس کو سو روپیہ میں ہی بیچتا ہے تو نفع تو نہیں ہے، مگر نقصان بھی نہیں

ہے، تو اس کو عدمِ نفع کہیں گے۔ نقصان تو یہ کہ سو سے کم میں جائے۔ اب جب حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے یہ کہا کہ نقصان نہیں ہے عدمِ نفع ہے تو وہ مبہوت ہو گیا کہ اسے اس کا فرق ہی معلوم نہیں تھا، تو وہ خاموش ہو گیا اور آگے کی اس کی ساری بنیادیں ہی منہدم ہو گئیں۔

نبوت عدد کے اعتبار سے حضور ﷺ پر پوری ہو گئی

فرمایا کہ: نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اب کوئی نبی نہیں آ سکتا، آپ کہیں وہ حضرت عیسی علیہ السلام آئیں گے، تو وہ تو ایسا ہی ہے جیسے مثلاً ہم تقریر کریں اور کھڑے ہو کر ایک آدمی یہ کہے کہ بھائی جو باتیں سنی ہیں اس پر عمل کرو، تو حضرت عیسی علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے اور تشریف لا کر یہی کہیں گے کہ حضور ﷺ کی شریعت پہ عمل کرو، اور خود حضور ﷺ نے ان کی تشریف آوری کی اطلاع دیدی، اسی لئے بقول حضرت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے کہ نبوت عدد کے اعتبار سے حضور ﷺ پر پوری ہو گئی۔

نماز میں جی لگانے کے ۵ طریقے

فرمایا کہ: آج کی اس مجلس میں طے کریں کہ ہم آج سے جی لگا کر نماز پڑھیں گے میں اسکے پانچ طریقے ذکر کرتا ہوں ایک طریقہ یہ ہے کہ ہر اگلے لفظ کو ایسے ادا کرو جیسے کچا یاد ہو یہ حضرت تھانویؒ کا علاج ہے، فرماتے تھے ہوتا یہ ہے کہ زبان سے الفاظ ادا ہوتے ہیں اور ذہن سے پلان بنتا ہے اسلئے کوشش کی جائے کہ ہر اگلا لفظ ایسے ادا ہو جیسے کچا یاد ہو یعنی پورا دھیان الفاظ پر ہو، دوسرا علاج یہ ہے کہ ہر نماز کو آخری نماز سمجھو، تیسرا علاج یہ ہے کہ خدا تعالی کی عبادت ایسے کرو جیسے خدائے پاک کو تم دیکھ رہے ہو، اور یہ استحضار نہ ہو سکے تو یہ سوچو کہ خدا تعالی تو ہمیں دیکھ ہی رہے ہے، چوتھا علاج یہ ہے کہ نماز

سے پہلے بھی اسکی کوشش کی جائے کہ خدائے پاک کی طرف دھیان رہے، پانچواں علاج یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے نماز کے بننے کی دعا کی ہے وہ کرتے رہیں،، **اللھم انی اسئالک تمام الوضوء، و تمام الصلوۃ، و تمام رضوانک، و تمام مغفرتک** ،، معلوم ہوا کہ اسکے لئے بھی دعاؤں کا اہتمام ہو جس سے یہ چیز حاصل کی جائے اور اب تک جو نہیں کر سکے تو۔

نگاہیں جن کی جم جاتی ہیں مستقبل کے چہرے پر
انہیں ماضی کی ناکامی کو دہرانا نہیں آتا

ولایت کی دو علامتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کو عام کر دیا ہے

فرمایا کہ: ولایت کی دو علامتیں ہیں ’’**الذین آمنوا و کانوا یتقون**،، ایک ایمان دوسرا تقویٰ، اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم نے اس کو عام کر دیا ہے لہٰذا یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ پچھلے زمانہ میں بزرگ تھے اس زمانہ میں بزرگ نہیں ہو سکتے ہیں، نہیں، بلاشبہ آج بھی آدمی بزرگ بن سکتا ہے۔

وصی الامت رحمہ اللہ کا ایک قیمتی ملفوظ

فرمایا کہ: حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں ’’ **قد جاء کم من الله نور**،، تمہارے پاس نور آیا، تمہارے پاس برہان آیا، تمہارے پاس کتاب آئی، یہ نہیں کہ تمہیں جانا پڑا لینے کیلئے، تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوئی کہ کتاب اور نور تو وہاں سے چل کر تمہارے پاس آئی اور تم ذرا سرک کر خدا تک پہنچنے کی کوشش نہ کرو، اپنی طبیعتوں اور عادتوں پر جمے رہو، ٹھہرے رہو، اس سے زیادہ محرومی کی کوئی بات نہیں ہوگی کہ خدا تعالیٰ نے اپنا کلام بھیجا، تو وہ تو آیا اور تم اب آگے سرکنا نہ چاہو اور کوشش کرنا نہ چاہو تو ظاہر ہے کہ اس کا حشر کیا ہوگا۔

وہم کا بھی اثر ہوتا ہے، اور اس کا ایک واقعہ

فرمایا کہ: دیوبند میں ایک مقام ایسا تھا جہاں کمرے میں اندھیرا تھا لڑکوں میں مشہور تھا کہ وہاں کوئی رات میں جا نہیں سکتا اور جائے گا تو جن کا اثر ہوگا، ایک طالبعلم نے کہا کہ میں جاتا ہوں انہوں نے انعام مقرر کیا، کہا کیسے پتہ چلے گا تم جا کے آئے ہو، تو لوگوں نے کہا کہ تم وہاں زمین میں ایک کھیلی یا کھونٹی ٹھوک کر آ جانا، ہم صبح دیکھ لیں گے کہ آپ وہاں گئے، اسنے کہا اچھی بات ہے، اب ہوا یہ کہ وہ بے چارہ گیا اور جانے کے بعد وہاں بیٹھا اور ڈر تو شروع ہو گیا تھا اسپر وہم ہوتا ہے انسان کو، ڈر شروع ہوا اب اسنے وہاں پر کھیلی ٹھوکنا شروع کی اور اندھرا تھا اپنے کرتہ کے دامن پر اسنے وہ کھیلی ٹھوک دی اب وہ ٹھوکتے ٹھوکتے ڈر شروع ہوا تو اٹھ کے بھاگنے لگا، اب جو بھاگا تو وہ کرتہ تو اس میں تھا وہ سمجھا کہ مجھے پکڑ لیا اور وہیں خوف کے مارے اس کا انتقال ہو گیا، تو معلوم ہوا کہ وہم کا اثر ہوتا ہے۔

وحی اور الہام کا فرق

فرمایا کہ: حضرت نانوتویؒ سے سوال کیا گیا کہ حق تعالیٰ کی طرف سے قلب پر جو بات آتی ہے اولیاء اللہ پر جسے الہام سے تعبیر کرتے ہیں اور انبیاء کے قلب پر جو بات آتی ہے جسے وحی سے تعبیر کرتے ہیں، تو سر چشمۂ علم دونوں میں ایک ہی ہے، پھر دونوں کے حکم میں بڑا فرق کیوں کیا گیا ہے؟ علم آتا ہے ادھر ہی سے، مگر ولی کی بات اتنی قطعی نہیں سمجھی جاتی جتنی نبی کی بات سمجھی جاتی ہے، نبی کی بات حجت ہے دین میں اس سے استدلال ہوسکتا ہے وہ معیار بن جاتی ہے اور ولی کی بات اس درجہ کی قطعی نہیں ہوتی ہے جو بات اس میں پائی جاتی ہے، تو حضرت نانوتویؒ سے سوال کیا گیا کہ الہام بھی ویسے ہی قطعی اور یقینی ہونا چاہئے جیسے وحیٔ مبین ہوتی ہے قطعی اور یقینی، تو حضرت نے بڑا عجیب

وغریب جواب دیا اور بڑوں کی شان ہی عجیب ہوتی ہے، کبھی تو سکوت کے ساتھ جواب ہوتا ہے، کبھی کلام کے ساتھ جواب ہوتا ہے اور جواب کی بھی قسمیں ہیں بلکہ جیسے سکوت کے ساتھ جواب ہیسوال بھی سکوت کے ساتھ ہوتا ہے، نبیٔ کریم ﷺ کا ایک خادم تھا اور تھا مسلکِ یہود سے تعلق رکھنے والا وہ علیل ہوا بیمار ہوا نبیٔ کریم ﷺ عیادت کیلئے تشریف لے گئے اور اس کے سامنے موت سے پہلے پہلے کلمۂ توحید پیش کیا، بیٹے نے باپ کی جانب دیکھا گویا سوالی نگاہ سے دیکھا تو باپ نے اجازت مرحمت فرمائی کہ کلمہ پڑھ لے، نبیٔ کریم ﷺ نے جب اس کا کلمہ سنا تو خوش ہوئے اور اللہ تعالی کی حمد کرتے ہوئے گھر تشریف لے آئے، تو یہاں آپ دیکھیں گے کہ جو جواب دیا کیا گیا ہے وہ آنکھوں کے ذریعہ سے، تو معلوم ہوا کہ کبھی آنکھ سے بھی سوال ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جواب بھی پیدا ہو جاتا ہے، تو یہاں بھی شکل یہی ہوئی کہ حضرت نے جواب دیا اور بڑا عجیب وغریب اور ان کی شان ایسی ہی تھی علوم میں، اسی لئے امام رازیؒ اور امام غزالیؒ نے جو بڑے بڑے مسائل دلائل کے ساتھ لکھے ہیں حضرتؒ نے اس کو چٹکلوں میں اور مثالوں سے حل فرما دیا ہے گویا اس کو عقلی نہیں رکھا بلکہ حسّی یعنی آنکھوں دیکھا حال جو ہوتا ہے ویسی کیفیت اسکی بنادی، جیسے مثال کے طور پر ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت! بزرگوں کے پاس دفن ہونے کی لوگوں کو خواہش ہوتی ہے تو کیا اس میں کچھ فائدہ بھی ہے، نفع بھی ہے؟ حضرتؒ نے کوئی جواب نہیں دیا اس بات کو زمانہ گذر گیا جب گرمی آئی تو ایک صاحب حضرت کو پنکھا جھل رہے تھے اور ہوا کر رہے تھے اور سوال کرنے والے خادم قریب ہی بیٹھے تھے تو حضرتؒ نے پوچھا کہ آپ کو ہوا لگ رہی ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہوا لگ رہی ہے تو فرمایا کہ یہ آپ کے اس سوال کا جواب ہے یعنی منشاء یہ تھا کہ یہ ہوا کرنے والے براہِ راست تو مجھے ہوا کر رہے تھے مگر قرب کی وجہ سے آپ بھی محروم

نہیں آپ کو بھی ہوا لگ رہی ہے، تو حق تعالیٰ کی رحمت میں تعمیمی شان ہے حق تعالیٰ کی طرف سے جب کسی بندۂ خدا پر رحمت نازل ہوگی تو قریبی بھلا اس سے کیسے محروم رہے گا اس پر بھی اسکے اثرات پڑیں گے اور پہنچیں گے۔ تو رنگ تھا عجیب وغریب جواب کا، تو حضرتؒ نے اس سے دریافت کیا وہ اور حضرتؒ چل رہے تھے فرمایا سامنے جو دیوار نظر آتی ہے جیل خانہ کی بتائیے! کتنے قدم کے فاصلے پر ہے، انہوں نے کہا کہ یہاں سے تقریباً ساٹھ ستر قدم ہوں گے، پھر کچھ دور چلنے کے بعد حضرت نے پوچھا کہ اب بتائیے کتنا فاصلہ ہے، کہا تیس چالیس قدم ہے، کچھ اور آگے بڑھے تو پھر دریافت کیا تو فرمایا کہ پندرہ بیس قدم اور آگے بڑھے تو پھر پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آٹھ دس قدم، کچھ اور آگے بڑھے تو کہا کہ پانچ سات قدم اور قریب ہوئے تو کہا کہ ایک قدم باقی ہے، فرمایا کہ اب تو ایسا نہیں ہے کہ ایک یا دو قدم؟ کہا نہیں، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جب تم دور تھے تو پچاس ساٹھ، تیس چالیس، دس بیس، پانچ سات، یہ شک کے صیغے استعمال کرتے تھے، قطعی کیفیت نہیں تھی اور جب تم اتنے قریب ہوگئے کہ ایک قدم کا فاصلہ رہا تو اس وقت اب یہ کہنے لگے کہ ایک ہی قدم کی مسافت اور دوری باقی ہے، تو دیوار اپنے مقام پر قائم ہے اور کیفیت شک کی اور یقین کی وہ ہمارے اعتبار سے مختلف ہے کہ جب ہم دور تھے دیوار سے تو آپ کے کلام کے اندر شک کا پہلو تھا اور اس میں قطعی طور پر بات نہیں کہی گئی کہ پچاس، ساٹھ، تیس، چالیس، دس، بیس، اور جب ایک قدم کی مسافت باقی رہی تو اس صورت میں تمہارے کلام میں قطعیت پیدا ہوئی، تو رب العلمین سے انبیاء کرامؑ جتنے قریب ہیں اتنے قریب اولیاء اللہ نہیں ہیں، تو وہ علم لیتے ہیں اس قطعیت کے ساتھ کہ وہاں حجابات اندر باقی نہیں رہتے اور ولی کے اندر بھی قرب ہوتا ہے مگر اس شان کا قرب اور نزدیکی نہیں ہوتی جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو نصیب ہوتی ہے۔

حضرت وصی الامتؒ کا ایک اور قیمتی ملفوظ

فرمایا کہ: حضرت مولانا وصی اللہ صاحب رحمہ اللہ بڑا اچھا جملہ فرمایا کرتے تھے، فرماتے تھے کہ: تربیت مردہ پڑی ہے، مربی خون کے آنسوں رو رہے ہیں اور لوگ ہیں کہ جلسے پہ جلسے کئے جارہے ہیں۔ (واقعۃً آج ایسا ہی ہو رہا ہے)

ہر مؤمن کے قلب پر غیب سے فتوحات ہوتی ہے

فرمایا کہ: بزرگوں نے لکھا ہے کہ ہر مومن کے قلب پر غیب سے فتوحات ہوتی ہے، یعنی اللہ جل شانہ کی طرف سے ہر مومن کے دل پر تجلی ہوتی ہے، ہر مومن کے قلب پر نور آتا ہے، مگر رذائل ہوتے ہیں تو وہ رخصت ہو جاتی ہے اور رذائل کی اصلاح ہو چکی ہو تو اس صورت میں وہ ٹھہرتی ہیں اور اس کے برکات حاصل ہوتے ہیں۔

ہر جنتی کو جنت میں حضور ﷺ کی زیارت اسکے ایمان، محبت اور معرفت کے اعتبار سے ہوگی

فرمایا کہ: حدیث شریف میں ہے کہ میں اور یتیم کا پرورش کرنے والا جنت میں ایک ساتھ ہوں گے اور بھی بہت سے اعمال میں ایک ساتھ ہونے کا ذکر ہے، اس پر مجھے ایک اشکال ہوا کہ پھر پیغمبر کی خصوصیت کیا ہوئی، پھر نبیوں کا درجہ اور اسکے درجہ میں کیا فرق ہوا، اس کا جواب یہ ہے کہ معیت ہر ایک کی شایانِ شان ہوتی ہے، یہاں معیت سے معیتِ اتحادی نہیں ہے مثلاً حضور فردوسِ بریں میں بہت اعلی مقام پر ہوں گے اور یتیم کی پرورش کرنے والا عام امتی وہ بھی آپ کے ساتھ رہے ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا، ایک خاص قرب اس کو نصیب ہوگا، اسی لئے بعض سلف سے منقول ہیں بعض کتابوں میں دیکھا میں نے کہ حضور ﷺ کا جو ہاؤس ہے فردوس میں تو اس کا کچھ نظام ایسا ہے کہ جتنے جنتی ہیں

تمام کے ساتھ ایک خاص رابطہ ہے اور اپنے ایمان محبت اور معرفت کی قوت کے اعتبار سے جنت میں جنتیوں کو حضور ﷺ کی زیارت ہوگی۔

ہر حاجی کو دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالی اسے حج مبرور، عمرۂ مقبول، اور زیارتِ روضۂ رسول نصیب فرمائیں

فرمایا کہ: سب حاجی کو یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالی اسے حج مبرورِ، عمرۂ مقبول، اور زیارتِ روضۂ رسول نصیب فرمائیں۔

ہدایت کے لیے قرآنِ کریم کافی ہے

فرمایا کہ: حکیم سناعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآنِ کریم کی ابتدا ''باء،،(ب) سے ہے'' **بسم اللہ** الخ،،اور انتہا ''سین،، پر ہے'' **والنّاس** ''تو ''باء،،(ب)اور'' سین،،(س) کو ملاؤ تو بن جاتا ہے ''بس''، گویا ادھر اشارہ ہے کہ سارے علوم اسی کے اندر ہے، ہدایت کے لیے بس یہی کافی ہے۔اور حدیث شریف اس کی شرح ہے، فقہ اس کا اثر ہے، یہ تو وہ لکھتے ہیں۔اس میں ہمارا حاشیہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دلیل مانگے تو اسی دعوے میں دلیل ہے کہ ''بس'' کو الٹ دو تو ''سب'' آجائے گا۔

ہر دم کو دمِ واپسی سمجھے

فرمایا کہ: حضرت تھانویؒ کی وصیتوں میں ہے کہ ہر وقت کو ہر دم کو دمِ واپسی سمجھے، گویا زندگی کے آخری سانس ہے تا کہ ملک الموت کے آنے پر یہ کہنا نہ پڑے کہ ''**لولا اخرتنی الی اجل قریب فا صدق واکن من الصالحین**،، کاش مجھے کچھ چانس مل جاتا، مجھے کچھ مہلت مل جاتی کہ میں کچھ کرلیتا۔

ہر انسان میں استعدادِ ایمان رکھی گئی ہے

فرمایا کہ انسان کو حق تعالی نے عجیب نوازا ہے ہر انسان میں استعدادِ ایمان رکھی

گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ محققین لکھتے ہیں کہ فرعون میں بھی استعدادِ ایمان تھی تب ہی تو موت کے وقت اسکا ظہور ہوا لیکن اسنے کسی اور شئی کو اپنے اندر جما رکھا تھا۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ جن کے قلوب پر مہر لگا دی گئی میں انکے بارے میں یہ کہتا ہوں کہ ان میں آخر کوئی شئی ہوگی تب ہی تو مہر لگانے کا سوال پیدا ہوا، مگر انہوں نے اپنی استعداد برباد کردی اور اسکو سوخت کردیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام پر برادرانِ یوسف کی زیادتیاں

فرمایا کہ: اربابِ تفسیر نے لکھا ہے کہ جب برادرانِ یوسف حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس سے لے گئے تو جہاں تک حضرت یوسف علیہ السلام نظر آتے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام ان کو دیکھتے رہے، تو کیا دیکھتے ہیں بچے پیار کے ساتھ اور شفقت کے ساتھ یوسف کو لے جارہے ہیں، مگر خدا برا کرے اس وساوس شیطانی کا اور خدا برا کرے اس نفسانی کیفیت کا کہ جب باپ کی نگاہ سے جدا ہوئے ہیں تو یوسف علیہ السلام پر زیادتی شروع کی، اس میں بعض وہ بھی مفسر ہیں جنہوں نے اس میں تھوڑا رنگ بھرا ہے، مگر جہاں تک تحقیقی بات ہے وہ یہ ہے کہ ان سے زیادتی بلاشبہ ہوئی ہے کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام کو شروع میں تو گود میں لیا بعد میں گود سے نیچے دے ڈالا، کسی نے ان کو طمانچہ لگایا، کسی نے طعن کیا، جب وہ دوسرے بھائی کی طرف لپکتے تو وہ ان پر ناراضگی ظاہر کرتا تھا حتی کہ بعضوں نے یہ بھی کہا کہ تم پکاروان گیارہ ستاروں کو اور چاند وسورج کو جو تمہیں سجدہ کررہے تھے، تو دلخراش باتیں تھی، زیادتی کا معاملہ تھا اور یہ سب ہوا حسد کے نتیجہ میں، تو حسد بہت بری بلا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی ساری مشکلات کا سبب دو چیزیں بنیں یرتع ویلعب

فرمایا کہ: عارفین لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے اپنے باپ سے

اجازت لیکر حاصل کرنا چاہا تو پہلی بات تو یہ کہی ’’ارسلہ معنا غدا ‘‘ ہمارے ساتھ آپ انہیں بھیجئے، اس میں ایک بات یہ ذہن نشین رہے کہ یہاں بظاہر حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادوں کی نیت ٹھیک نہیں تھی، وہ یوسف علیہ السلام کو باپ سے جدا کرنا چاہتے تھے مگر جدائی کیلئے جو چیز عنوان بنی وہ دو چیزیں عنوان بنی ہیں، بھائیوں نے کہا کہ انہیں ہمارے ساتھ بھیجئے آئندہ کل کہ ’’کھائیں اور کھیلیں،، ’’یرتع ویلعب ‘‘ لکھا ہے ارباب تحقیق نے کہ یوسف علیہ السلام کی جتنی مشکلات ہیں اس کی تمہید وعنوان خدا کی شان ہے دیکھئے دو چیزیں ہی بنی ہیں، کھانا اور کھیلنا، گوان کیلئے اس کی شرعاً اجازت تھی کہ بچہ تھے اور خلافِ شرع کھیل نہیں تھا، کوئی ایسا کھیل نہیں تھا جس میں نمازیں جائیں، کوئی ایسا کھیل نہیں تھا جس میں ہزاروں سینکڑوں روپیہ خرچ ہو، تو دو لفظ ذکر کیئے ’’یرتع ویلعب ‘‘۔

یا اللہ تین لاکھ روپیہ عطا فرما

فرمایا کہ: حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ صاحبِ جذب بزرگ گذرے ہیں، ان کے متعلق لکھا ہے کہ ایک مرتبہ غلبہ ہوا جذب کا ہاتھ اٹھایا اور دعا شروع کی یا اللہ! تین لاکھ روپیہ عطا فرما، یا اللہ! تین لاکھ روپیہ عطا فرما، بس دعا کرتے کرتے آنکھ لگ گئی، تو انہوں نے خواب میں ایک محل دیکھا، خواب میں جنت دیکھی اور ایسا عالیشان محل دیکھا جس کا تصور نہیں کیا جاسکتا اس کے کنگورے، اس کے منارے اور اس پر موتی جڑے ہوئے، ایک مقام پر دیکھا کہ ایک موتی غائب ہے، انہوں نے پوچھا فرشتے سے کہ یہ کیا اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ یہ محل یعقوب نانوتوی کا ہے اور اس نے آج اللہ تعالی سے بہت بضد ہوکر دعا کی کہ اے اللہ! تین لاکھ روپیہ چاہئے، تو اللہ تعالی کی طرف سے حکم ہوا کہ اس کنگورے سے ایک موتی کم کردیا جائے اب جو آنکھ کھلی تو دعا شروع کی کہ اے اللہ! بالکل نہیں چاہئے، اے اللہ! بالکل نہیں چاہئے۔

یہ امت کو کھڑا کر دینے والی آیت ہے

فرمایا کہ: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے یہ ان کی دانشمندی تھی کہ انہوں نے خطبۂ ثانیہ کے آخر میں جو آیت رکھی ہے وہ یہ ہے کہ خطیب یہ پڑھے ''**ان اللہ یامر بالعدل وا الاحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء واالمنکر وا لبغی یعظکم لعلکم تذکرون**،، اورواقعی یہ آیت امت کو کھڑا کر دینے والی ہے، اور میں تو کہتا ہوں جو ترجمہ نہیں سمجھتے وہ اس آیت کو سنکر جلدی کھڑے ہوتے ہیں، امام جب خطبہ میں اس آیت کو پڑھتا ہے تو جو لوگ مطلب سمجھتے ہیں وہ تو خیر کھڑے ہوتے ہیں لیکن جو نہیں سمجھتے وہ اور جلدی کھڑے ہوتے ہیں، تو یہ امت کو کھڑا کر دینے والی آیت ہے، اس میں بڑے احکام ہیں۔

یہ ہیں آسمانوں کے امام ومؤذن

فرمایا کہ: ملائکہ آسمانوں میں نماز پڑھتے ہیں کوئی رکوع میں ہیں، کوئی سجدے میں ہیں اور بعض روایتوں میں ہے کہ نماز ہوتی ہے تو حضرتِ میکائیل امامت کراتے ہیں حضرت میکائیل امام صاحب ہے اور حضرت جبریلِ امین اذان دیتے ہیں تو وہ بانگی صاحب (مؤذن صاحب) ہیں۔

رہ کے دنیا میں انسان کو زیبا نہیں غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بھی بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

مئولف کی دیگر اہم تالیفات

(۱) منتخب تقاریر، جلداول ۔ مطبوعہ

(۲) مجالسِ خطیب الامت، جلداول ۔ مطبوعہ

(۳) مجالسِ خطیب الامت، جلد دوم ۔ مطبوعہ

(۴) لطائفِ سورۂ یوسف ۔ جلداول مطبوعہ

(۵) ملفوظاتِ خطیب الامت ۔ جلد دوم (غیر مطبوعہ)

(۶) منتخب تقاریر، جلد دوم ۔ (غیر مطبوعہ)

(۷) فیضانِ عبدالرؤف، جلد دوم ۔ (غیر مطبوعہ)

(۸) حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات ۔ (غیر مطبوعہ)

(۹) قیمتی باتیں ۔ دوجلدیں (غیر مطبوعہ)

(۱۰) بچوں کے لئے مسائل واحکام ۔ (غیر مطبوعہ)

(۱۱) ندائے قرآن از عبادِ رحمٰن ۔ دوجلدیں (غیر مطبوعہ)

(۱۲) لطائفِ سورۂ یوسف ۔ جلد دوم (غیر مطبوعہ)